فضائل امہات المومنینؓ

اُمہات المومنینؓ کے فضائل اور احوال پر
مبنی انتہائی جامع، مدلل اور مفید کتاب

اردو ترجمہ
السمط الثمین فی مناقب امہات المومنینؓ

مؤلف
علامہ محب الدین طبری
متوفی سنہ ۶۹۴ھ

مترجم و مرتب
مفتی شاد اللہ محمود
مولانا راشد محمود راجہ

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور، فون: [illegible]

فضائل امہات المؤمنینؓ

امہات المؤمنین کے فضائل اور احوال پر
مبنی انتہائی جامع، مدلل اور مفید کتاب

مؤلف
علامہ محب الدین طبری
متوفی ۶۹۴ھ

مترجم و مرتب
مفتی ثناء اللہ محمود
مولانا راشد محمود راجہ

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور، فون [illegible]

کتاب: فضائل امہات المومنینؓ

مؤلف: علامہ محب الدین طبری

مترجم: مفتی ثناء اللہ محمود
مولانا راشد محمود راجہ

باہتمام: ابوانس اشرف

ناشر: بیت العلوم ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

(ملنے کے پتے)

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰، انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبۃ القرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

مصنف کا تعارف

امام حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم۔ شیخ حجاز۔ لقب محب الدین تھا۔ اور کنیت ابو جعفر اور ابو عباس تھیں طبری مکی شافعی نسبت ہے۔

طبری تو طبرستان کی طرف منسوب ہے جو فارس اور رے کے درمیان ایک معروف جگہ ہے اس کے نزدیک توس، سمند، اور دیلم کا علاقہ اور الجبل کا علاقہ ہے طبرستان وطن اصلی تھا اس کے بعد ان کے والد ہجرت کر کے مکہ میں آباد ہو گئے یہیں ان کی پیدائش ہوئی اسی وجہ سے نسبت میں مکی بھی لکھتے ہیں۔ شافعی المسلک تھے اس لئے شافعی بھی نسبت کے طور پر لکھا گیا۔

محب الدین طبری مکہ میں جمعرات کے دن ۲۷ جمادی الآخرۃ ۶۱۵ھ کو پیدا ہوئے مکہ ہی میں پلے بڑھے وہاں کے مشائخ سے علم حاصل کیا اور بڑے اونچے اور یکتا مقام پر پہنچ گئے جس کی گواہی ان کے اساتذہ اور شیوخ بھی دیتے ہیں۔

ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے معروف یہ ہیں۔

۱۔ الاحکام الکبریٰ۔ الاحکام الصغریٰ الاحکام الوسطیٰ

۲۔ ذخائر العقبیٰ فی فضائل ذوی القربیٰ

۳۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ

۴۔ مختصر عوارف المعارف للسہروردیؒ

۵۔ شرح التنبیہ فی الفقہ الشافعی۔ دس جلدوں میں۔

۶۔ الکافی فی غریب القرآن۔

۷۔ تقریب المرام فی غریب القاسم بن سلام

۸۔ الطراز المذھب فی تلخیص المذھب

۹۔ تفسیر جامع۔ نامکمل

۱۰۔ صفۃ حج النبی علی اختلاف طرقھا

۱۱۔ السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین۔ جو کہ آپ کے سامنے اردو میں موجود ہے۔

علامہ طبری یونہی علم و عمل کا جادو جگاتے رہے اور ۶۹۴ھ میں مکہ میں انتقال کر گئے وہیں ان کی تدفین ہوئی۔

عرض مترجم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ.

فضائل امہات المومنین پر یہ مختصر مگر بڑی جامع کتاب ہے جس میں فضائل کی نوعیت سے اچھا کلام کیا گیا ہے۔ اسی لئے اسے ترجمہ کے لئے چنا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو نافع بنائیں اور اس کا افادہ عام فرمائیں۔

اس کتاب کے آخر میں بنات النبی اور دیگر قریبی خواتین کا مختصر سا تذکرہ بھی ہے جس میں آنحضرت کی نواسیوں کا ذکر کیا گیا۔ اس کے علاوہ والی خواتین کا بھی جنہیں رسول اکرم ﷺ نے پیغام نکاح دیا یا صرف ان سے نکاح ہوا رخصتی کی نوبت نہیں آئی۔ اس لحاظ سے مصنفؒ کی یہ بہت اچھی کاوش ہے۔

امید ہے کہ قارئین کو ہمارا انتخاب پسند آئے گا۔ میرے ساتھ مولانا راشد محمود راجہ صاحب فاضل جامعہ فاروقیہ نے بھی اس کتاب کے ترجمے میں حصہ لیا اور بہت اچھے انداز سے اسے نبھایا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مترجمین کی اس کاوش کو قبول فرمائے ان کے اہل خانہ والدین اخوان اور جمیع اعزہ واساتذہ کی عمریں دراز فرمائے اور خیر کا معاملہ فرمائے۔

والسلام

ثناء اللہ محمود

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

استاذ گورنمنٹ اسلامیہ آرٹس کامرس

کالج کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ازواج مطہرات کی ترتیب

کسی کی تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات یا کسی واقعے یا سانحہ کی تاریخ میں اختلاف کا ہونا (اسلام کے ابتدائی دنوں میں) بہت عام سی بات ہے اور اس کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں۔

ایک بات تو یہ ہے کہ عربوں کے ہاں اہم امور کی تاریخ لکھنے کا رواج نہ تھا بلکہ وہ مشہور واقعات کو بنیاد بنا کر تاریخ لکھا کرتے تھے مثلاً یوں لکھتے یا کہتے کہ عام فیل میں یہ ہوا تھا۔ (رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں بھی عام الفیل کا تذکرہ آتا ہے) کبھی حرب فجار کو بنیاد بناتے تو کبھی کعبہ کی تعمیر کو اور واقعات میں انہی کا حوالہ دیتے تھے۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں "ہجرت نبوی" کو تاریخ کی بنیاد قرار دیکر سن ہجری کا آغاز کیا گیا۔ اسی طرح ان لوگوں میں سال کے پہلے مہینے کے تعین میں بھی اختلاف تھا بعض محرم کو کہتے تھے بعض رجب کو[1]

یہ لوگ تھے بھی ان پڑھ، پڑھنا لکھنا جانتے نہ تھے اور یادداشت کی کسی بات پر اعتماد اختلاف کا باعث ہوتا ہے بلکہ کبھی تو وہ معاملہ کی حقیقت کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے۔

اور پھر یہ بات بھی ہے بعض اہم باتیں عموماً عام قرار نہیں پاتیں نہ ہی لوگوں کو اس کی اہمیت اور تاریخ کا احساس ہوتا ہے بلکہ اس کی اہمیت کا احساس بھی بہت بعد میں زمانے گذرنے کے بعد ہوتا ہے۔

پھر کبھی عرب سال کے مہینوں کو بڑھا دیتے تھے اور انہیں بھی شمار کرتے (یعنی بارہ کے بجائے پندرہ ماہ کر دیتے اور ان پندرہ کو ایک ہی ماہ شمار کرتے) بعض لوگ اس اضافہ کو لغو سمجھ کر اسے شمار ہی نہ کرتے تھے۔ بعض سن کے ماہ کم کر کے اسے شمار کرتے بعض لغو سمجھ کر شمار ہی نہ کرتے تھے چنانچہ ایسی صورت میں اختلاف ہونا تو لازمی سی بات ہے خاص طور سے مہینوں میں اور اسی طرح سال میں بھی[2]

[1] آلوسی ۱۰/۹۰ [2] آلوسی ۱۰/۹۱

چنانچہ یہ امر باعث تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ بعض مورخین نے امہات المومنین کی سوانح میں ان کے سن و تاریخ وغیرہ میں اختلاف کیا ہے کیونکہ بعض نکاح میں محض نکاح اور بعض رخصتی کا اعتبار کرتے ہیں۔ بہر حال اختلاف کی وجوہات اسی طرح کافی بن جاتی ہیں۔

۱۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے حوالے بھی دو مورخین بھی مختلف رائے نہیں رکھتے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی پہلی زوجہ مطہرہ تھیں اور یہ کہ ان کی زندگی میں آپؐ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ البتہ حضرت خدیجہ کے سن پیدائش اور سن نکاح میں اختلاف ہے اسی طرح ان کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے جو ان کے تذکرہ میں انشاءاللہ علیحدہ عنوان کے تحت بیان کیا جائے گا۔

۲۔۳۔ اسی طرح اس بارے میں بھی اختلاف نہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کس خاتون سے پہلے نکاح ہوا اور ان کے اختلاف کا منتہاء صرف نکاح ہے البتہ رخصتی میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ نے مکہ میں ہی زفاف فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدینہ میں زفاف فرمایا۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کا رشتہ ایک ہی وقت میں آپؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ نے ایک ہی وقت میں دونوں کا رشتہ قبول فرمایا تھا۔ اور انہیں یہ تاکید کی تھی کہ دونوں کو ایک ساتھ ہی اس کی اطلاع دے دی جائے۔ (لیکن خولہ رضی اللہ عنہا نے کس کو پہلے بتایا) اور آپؐ نے کس کا رشتہ پہلے قبول کیا؟

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے قبول کرنے کے قائل حضرات تقدیم کی روایات کا سہارا لیتے ہیں اور حضرت سودہ کی تقدیم کے قائل ان کے نکاح کے بعد رخصتی کی تقدیم سے استدلال کرتے ہیں لیکن اس میں روایات کے جمع سے سہارا لینا اور استدلال زیادہ بہتر ہے۔

ایک دلیل حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی تقدیم ماننے والوں کی یہ ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس وقت بے نکاحی تھیں اس لئے ان سے نکاح اور رخصتی میں کوئی مانع نہ تھا۔ اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ پہلے جبیر بن مطعم بن عدی نے مانگا ہوا تھا اور پھر وہ چھوٹی تھیں اس لئے یہ مانع بھی تھا۔

لہٰذا ان دونوں کے عقد کے معاملے میں زمانے کا فرق میں سمجھتا ہوں بہت ہلکا فرق ہے اور اس اختلاف میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے لہٰذا میں نے متفق علیہ ترتیب کا اعتبار کیا ہے اور وہ ہے رخصتی کے اعتبار سے۔ لہٰذا میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو مقدم رکھا ہے اور ان کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ امت کی ماں ہونا رخصتی کے بعد ثابت ہوتا ہے نہ کہ محض نکاح سے۔

۴۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ ؐ نے ان کے شوہر خنیس بن حذافہ کے انتقال کے بعد نکاح فرمایا خنیس بدر کے لگنے والے زخموں کے باعث جاں بحق ہوئے تھے۔ اس وقت آپ ؐ کے حبالہ عقد میں حضرت سودہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔

۶۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے زینب ام المساکین کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ اس وقت آپ کے گھروں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ ام سلمہ کے شوہر ابو سلمہ ایک سریہ کی قیادت کرتے ہوئے احد کے زخم ہرے ہو جانے سے انتقال کر گئے تھے اور یہ ۴ھ کی بات ہے۔

۷۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آپ ؐ نے اس وقت نکاح کیا جب انہیں زید بن حارثہ سے طلاق ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا ان سے ۵ھ میں نکاح کرایا۔ اس وقت حضرت سودہ، عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضوان اللہ علیہن موجود تھیں۔

۸۔ پھر آپ ؐ نے ام المومنین جویریہ بنت الحارث سے نکاح فرمایا۔ یہ غزوہ بنی المصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں اور اپنے مالک سے کتابت کا معاہدہ کر کے نیم آزاد ہو گئیں نبی کریم ﷺ نے ان کا بدل کتابت ادا فرما دیا اور آزاد کروا کے ان سے نکاح فرما لیا۔ جب اس وقت آپ ؐ کے نکاح میں مذکورہ سات امہات المومنین سے پانچ خواتین موجود تھیں۔

۹۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب سے آپ نے نکاح کیا یہ فتح خیبر میں قید ہو کر آئی تھیں آپ نے واپسی کے سفر کے دوران مدینہ پہنچنے سے پہلے ان

سے نکاح فرمایا۔

۱۰۔ پھر آپ نے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر کے گئی تھیں وہاں ان کا شوہر عیسائی بن گیا۔ پھر آپ نے بادشاہ نجاشیؒ کو وکیل بنا کر نکاح کر لیا۔ پھر یہ حبشہ سے مدینہ اس وقت پہنچیں جب آپ خیبر فتح کر کے واپس تشریف لائے۔

چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نام جنہوں نے ترتیب میں حضرت صفیہ کے بعد رکھا ہے انہوں نے رخصتی اور زفاف کا اعتبار کیا اور جنہوں نے ان کا نام حضرت صفیہ سے پہلے رکھا ہے انہوں نے نکاح کا اعتبار کیا ہے۔

۱۱۔ پھر آپ نے حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح کیا اس وقت آپؐ عمرہ قضاء کی ادائیگی کے لئے مکہ میں تھے، واپسی میں مقام سرف میں ان سے زفاف ہوا، یہ جگہ مکہ کے قریب ایک محلہ ہے یہ آپؐ کی آخری زوجہ ہیں ان کے بعد کسی سے آپؐ نے نکاح نہیں کیا۔

اس وقت آپؐ کے حبالہ عقد میں ام المومنین حضرت سودہ، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، زینب بن جحش، جویریہ، صفیہ اور ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنھن موجود تھیں۔

امہات المومنینؓ کے گھر:

قرآن کریم میں امہات المومنین کے گھروں کا ذکر اس آیت میں آیا ہے:

"وقرن في بيوتكن"

"اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو" (الاحزاب، آیت نمبر ۳۳)

امہات المومنین کے گھروں کا ان کی ازدواجی زندگی میں ایک اہم کردار ہے اس لئے ان گھروں کے اوصاف کا علم ہمارے لئے بہت ساری باتوں کے سامنے راستہ روشن کر دے گا اور بعض مبہم باتوں کی وضاحت بھی کرے گا۔

جگہ اور اوصاف:

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ اپنے اپنے محلہ میں آپ کو ٹھہرنے کی دعوت دینے لگے مگر آپؐ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ کھلا چھوڑ دو اسے اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے یہ وہیں ٹھہرے گی جہاں کا حکم ہے۔ میں بھی وہی رکوں گا۔

چنانچہ اونٹنی پہلے اس جگہ آئی جہاں بعد میں مسجد بنی وہاں بیٹھ گئی اور پھر کسی کے اٹھائے بغیر وہاں سے اٹھی اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے رکی جو مسجد کے مشرقی جانب رہتے تھے۔ چنانچہ راجح قول کے مطابق آپ سات ماہ ان کے ہاں مقیم رہے حتیٰ کہ مسجد اور اس کے پاس نبی کریم ﷺ کے حجرے بن گئے۔

آپؐ نے مسجد کی مشرقی جانب اپنی ازواج کے لئے دو گھر بنوائے ان کی ہیئت بھی وہی تھی جو مسجد کی تھی اور گھروں کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ہر گھر میں حجرہ کھجور کی سوکھی ٹہنیوں سے بنوایا جن پر مٹی کے گارے سے لیپ کر دیا گیا تھا۔

جس وقت مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی حضرت زید بن حارثہ مکہ سے رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کو لے کر مدینہ آ گئے جن میں حضرت فاطمہ حضرت ام کلثوم حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابو العاص نے روک لیا اور حضرت رقیہ پہلے ہی اپنے شوہر حضرت عثمان کے ہمراہ ہجرت کر چکی تھیں۔ اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کی زوجہ ام ایمن اور صاحبزادے اسامہ بن زید بھی تھے۔ جب یہ سب حضرات مدینہ پہنچے تو آپؐ نے انہیں حارثہ بن نعمان کے گھر میں ٹھہرایا۔

پھر جب آپ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کر انہیں اسی گھر میں لائے جو آپؐ نے ان کے لئے تعمیر کرایا تھا جہاں آج کل آپ آرام فرما ہیں اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس کے متصل دوسرے گھر میں ٹھہرایا۔

حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے ہمیں یہ بات کہیں سے نہیں ملی کہ رسول اکرم ﷺ نے تعمیر مسجد کے وقت نو گھر بنوائے ہوں اور نہ ہی میرا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کیا ہوگا۔

ازواج مطہرات کے گھر مسجد کے گرد بنے ہوئے تھے مغربی جانب میں کچھ بنا ہوا نہیں

تھا۔ جنوب میں قبلہ تھا۔ مشرقی جانب حضرت حفصہ کے گھر سے شروع ہوتی تھی جو بیت عائشہ سے باب النساء تک سے پہلے تھا۔ شمالی جانب باب النساء سے باب الرحمت کے قریب تک تھی، یعنی باب رحمت کی منتقلی سے پہلے (باب رحمت آگے منتقل ہوگیا ہے) یعنی منبر کی سمت میں جہاں شام کا رخ پڑتا ہے۔ جنوب میں قبلہ تھا یہ سمت محراب نبوی سے قریب بیت حفصہ سے ملی ہوئی تھی اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گھر مسجد کے مغرب میں تھا جس کا دروازہ صحن مسجد میں کھلتا تھا۔

امہات المومنین کے حجروں کی تعداد نو تھی جن میں سے بعض سوکھی ٹہنیوں سے بنے تھے اور ان پر مٹی سے لیپ کردیا گیا تھا اور بعض پکی اینٹوں سے بنائے گئے تھے ہر ایک گھر کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور شاخوں سے بنی ہوئی تھی کھڑا ہونے والا چھت کو آرام سے چھو سکتا تھا البتہ جو کمرے تھے وہ یا تو کھجور کی ٹہنیوں سے بنے تھے جن پر لیپ کیا گیا تھا یا پھر عرعر کی لکڑی میں بالوں کا بنا ہوا کپڑا باندھ کر دیواریں بنادی گئی تھی۔

جب رسول اکرم ﷺ غزوہ دومۃ الجندل سے واپس آئے تو دیکھا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حجرہ اینٹوں کا بنوالیا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا تعمیر ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ اس لئے کیا تاکہ کسی کی نظر اندر نہ پڑے۔

حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد کی طرز پر اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا۔ اور حجرہ عائشہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنا تھا اور اس کو بالوں سے بنی کسی چیز سے چھپایا گیا تھا۔ گھر میں ایک دروازہ تھا جو مسجد میں کھلتا تھا۔ آپ اسی سے مسجد میں آتے تھے اور جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک کبھی گھر میں داخل کردیتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سر مبارک دھویا کرتیں (اور کبھی کبھی ماہواری کی حالت میں بھی سر مبارک دھویا) بیت عائشہ کا مرکزی دروازہ شام کی سمت میں بنا ہوا تھا اور یہ شامی دروازہ حضرت عائشہ کی حیات مبارک کے آخری لمحے تک کبھی بند نہیں کیا گیا۔

روضہ اطہر جہاں رسول اکرم ﷺ اپنے دو جگری دوستوں کے ہمراہ آرام فرما ہیں یہ حجرہ عائشہ ہی ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہ فرمان

رسول سنانے پر "جہاں نبی کی وفات ہوتی ہے وہیں تدفین ہوتی ہے" اسی جگہ تدفین کی گئی۔

جس بستر پر آرام فرما تھے وہ اٹھا کر بالکل اسی کے نیچے قبر بنائی گئی پھر حضرت عائشہ نے اپنے حجرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک حصے میں روضہ مبارک دوسرے حصے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رہائش تھی اور دونوں حصوں کے درمیان دیوار تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں حجرہ شریف کی ٹہنیوں والی دیوار ختم کر کے پکی دیوار بنوادی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی اس طرح زیارت کرتی تھی جیسے زندوں کی پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو بھی وہ اسی طرح زیارت کرتی تھیں۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین وہاں ہوئی تو حضرت عائشہ نقاب لگا کر پردہ کر کے ان دوستوں کی زیارت کرتیں۔

یہ مدینے میں امہات المومنین کے گھروں کا نقشہ ہے جو زہد اور تنگی کی صورت مجسم تھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہے جیسا آرام یہاں نہ تھا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اوپر اور آنحضرت ﷺ نیچے کے گھر میں رہا کرتے تھے اگر ہم گھر کی عمارت سے نظر ہٹا کر ذرا ان پیارے گھروں کے سامان اور اثاثے پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایک چٹائی۔ ایک چکی، ایک پیالہ اور ایک ہانڈی نظر آئیں گے اور ایک مٹکا تھا جو کبھی کبھار تھوڑے سے جو سے بھرا ہوتا اور کبھی خالی ہو کر اپنے رب کی تسبیح پڑھتا رہتا۔

امہات المومنین کے گھروں کا کیا بنا؟

طبقات (ابن سعد) میں عطاء عامری سے مروی ہے کہ

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کی وصیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں کر دی تھی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے وارثین نے ان کا گھر حضرت معاویہ کو بیچ دیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ گھر ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں خریدا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے دور میں ان گھروں کو مسجد نبوی میں شامل کرنے کا حکم دے دیا اور اس کی ذمہ داری حضرت عمر بن عبدالعزیز کو دی کیونکہ اس وقت اکثر ازواج مطہرات انتقال کر گئی تھیں۔ چنانچہ ان گھروں کو گرا کر مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا اور قبلہ کی

سمت سے دیوار توڑ دی گئی اور مغرب کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا ایک حصہ توڑ دیا گیا اور اس طرف بھی مسجد کی توسیع کر دی گئی یہاں ایک آڑ بنا دی گئی تھی۔ اس توڑ پھوڑ سے نکلنے والی اینٹیں لیکر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حرہ میں اپنے گھر میں استعمال کیں۔

طبقات میں عطاء خراسانی سے مروی ہے کہ میں نے ازواج النبی ﷺ کے گھر دیکھے تھے جو کھجور کی ٹہنیوں سے بنے تھے اور ان پر کالے بالوں سے بنا ہوا ٹاٹ پڑا ہوا تھا جس وقت مسجد میں ولید بن عبدالملک کا حکم نامہ پڑھا جا رہا تھا کہ ان حجروں کو مسجد میں شامل کر دیا جائے تو میں نے اس دن حضرت سعید بن مسیب کو یہ کہتے سنا کہ واللہ میری خواہش ہے کہ ان حجروں کو اسی حال میں یہ لوگ چھوڑ دیں تاکہ مدینہ میں نیا آنے والا اور پیدا ہونے والا شخص انہیں اس حال میں دیکھے تو اسے احساس ہو کہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کتنی کفایت شعار تھی تو یہ منظر اس کے لئے دنیا جمع کرنے اور دنیا کی محنت کرنے سے زہد کی طرف کھینچنے کا باعث ہوتا۔

امہات المومنینؓ کے حجروں کی ملکیت کا مسئلہ:

اہل تشیع کا خیال ہے کہ عام لوگوں کی طرح نبی کی وراثت بھی جاری ہوتی ہے چنانچہ یہ تمام گھر وراثت کی وجہ سے امہات المومنین کی ملکیت ہو گئے تھے یہ خیال باطل ہے کیونکہ اگر یہ حجرے ورثہ ہوتے تو تمام امہات المومنین کو (چوتھائی سے زیادہ نہ ملتا) (یہاں علامہ طبری نے نجانے کیوں آٹھواں حصہ لکھ دیا ہے حالانکہ آٹھواں حصہ اولاد ہونے کی صورت میں ملتا ہے اور جب اولاد نہ ہو تو چوتھائی ملتا ہے لہٰذا ہم نے ترجمہ میں اصل مسئلہ لکھ دیا ہے۔ مترجم)

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصف وراثت میں مل جاتا۔ اور جو باقی بچتا وہ عصبہ کو ملتا۔ لیکن ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے کہ ان ورثاء میں سے کسی نے کوئی حصہ لیا ہو یا اپنا حق چھوڑا ہو یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے وقت کسی عصبہ سے اجازت لی گئی ہو یا ان گھروں کو مسجد میں داخل کرتے وقت اجازت لی گئی ہو۔

اسی طرح جس کا یہ قول ہے کہ ''امہات المؤمنین کے گھر ان کی ملکیت نہ تھے بلکہ ان کو صرف ان میں رہنے کا حق تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں عام عورتوں کے لیے آیا ہے اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو (الطلاق آیت نمبر ۱) اور ازواج مطہرات کو کہا گیا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ.

''اپنے گھروں میں قرار سے رہو''

مناسبت پائے جانے کی وجہ سے ان کا حکم ایک ہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینا ان کے اس گھر میں رہائش کے اختصاص کی وجہ سے تھا۔ یہ قول شاذ اور ناقابل قبول ہے۔ اس لئے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کی وصیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے کی تھی اور حضرت صفیہ کے اولیاء نے ان کا گھر بیچ دیا تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا گھر بیچ دیا تھا لیکن تاحیات رہنے کی شرط لگادی تھی۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر امہات المؤمنین کی ملکیت تھے اور وراثت کے علاوہ تھے کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''ہم انبیاء کرام ہیں ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی جو ترکہ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے''

البتہ ملکیت کے سبب میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہر ایک گھر اس میں رہنے والی ام المؤمنین کی ملکیت میں خلیفہ کی طرف سے دیدیا گیا تھا اور خلیفہ بیت المال کا ولی ہے (اور وہ ایسے تصرف کرسکتا ہے)

راجح قول وہ ہے جو حافظ الاسلمیؒ نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں لکھا ہے:

نبی کریم ﷺ نے ہر حجرہ اس میں رہنے والی ازواج کو ہبہ کر دیا تھا اور ان میں سے ہر ایک نبی کریم ﷺ کی حالت حیات ہی میں اس گھر میں مالک جیسا تصرف کیا کرتی تھی۔ اور فقہاء نے یہ بات لکھی ہے جو شخص اپنی بیوی کو کوئی گھر بنا کر دے اور اس پر اس کا قبضہ کرادے تو یہ ایسا ہے کہ جیسے کسی نے اپنی بیوی کو گھر ہبہ کر دیا چنانچہ یہ گھر اس عورت کی ملکیت ہوگا۔

ملکیت کے شواہد بہت سے ہیں ان میں سے ایک آدھ تو گذر چکے دوسرا شاہد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور میرا نام ان کے سامنے امیر المومنین مت لینا کہنا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتا ہے اور ان سے پوچھنا کہ کیا میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ دفن ہو سکتا ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی تھی مگر اب میں ان کو خود پر ترجیح دوں گی۔ صاحبزادے واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا خبر لائے؟ انہوں نے اجازت دی یا منع کر دیا؟ صاحبزادے نے فرمایا جی ہاں انہوں نے اجازت دیدی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے لئے اس مرقد سے زیادہ کوئی چیز اہم نہ تھی جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور انہیں سلام کرنا اور ایک مرتبہ پھر پوچھ لینا کہ عمر بن خطاب یہاں دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔

اہل تشیع کا حضرت عائشہؓ پر الزام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حجرے کے حوالے سے بھی اہل تشیع نے یہ الزام بلکہ بہتان لگایا ہے کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اس حجرے میں دفن کرنے کی اجازت دیدی تھی حضرت حسن نے بھی اجازت مانگی تھی۔ اور اجازت دینے کے بعد نادم ہو گئیں تو (نعوذ باللہ) اپنے خچر پر سوار ہو کر آئیں اور تدفین سے روک دیا اور ان کے جنازے پر (نعوذ باللہ) تیر برسائے اور میراث کا دعوی کر دیا۔

جواب الزام:

علامہ آلوسیؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

یہ کتنی فضول بات ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوار ہونے کی کونسی ضرورت پیش آ گئی وہ تو رہتی ہی اسی حجرے میں تھیں، اگر منع کرنا ہوتا تو وہ محض دروازہ بند کر دیتیں۔ پھر ان کے بارے میں اللہ ان سے راضی ہو) یہ گمان کیسے کیا جا سکتا ہے (حالانکہ وہ بڑی ذہین

اور عقلمند خاتون تھیں) کہ وہ میراث کا دعویٰ کریں؟ حالانکہ ان کے والد اور خود انہوں نے تمام صحابہ کی موجودگی میں یہ ارشاد نبوی ﷺ سنایا تھا:

"ہم انبیاء کرام ہیں ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی اور جو ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوگا"

بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس قسم کے الزامات یہ وہ جھوٹی باتیں ہیں جن کا کوئی سر پیر نہیں اور کوئی سمجھدار شخص ان الزامات کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

واقعہ کی حقیقت:

اس واقعہ کی حقیقت محققین بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تدفین کی اجازت ملنے کے بعد اپنے بھائی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ اگر مجھے لوگ روک دیں تو ان سے جھگڑا مت کرنا اور میرا جنازہ اٹھا کر نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس رکھ دینا پھر وہاں سے اٹھا کر میری قبر ابو بقیع کے پاس بنانا۔ حضرت حسن نے حضرت علی یا خود ان سے لوگوں کی ناراضگی کو محسوس کر لیا تھا۔

جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی۔ تو انہوں نے فرمایا بڑی محبت واحترام سے اجازت دیتی ہوں۔ لیکن جب دفن کرنا چاہا تو لوگ آڑے آ گئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو "حش کوکب" میں دفن ہوئے (اس جگہ گندگی وغیرہ ڈالی جاتی تھی) اس لئے علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دفن نہیں ہوگا۔

البتہ لوگوں نے ان کی اس وصیت کو پورا کرنے کی اجازت دی کہ انہیں روضہ رسول ﷺ کے پاس کچھ دیر رکھا جائے۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

امہات المومنین کی فضیلت اور آپس میں تفاضل کا بیان:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو" (الاحزاب: ۳۱)

اس کا مطلب یہ ہے تم اپنے دور کی کسی عام عورت کی طرح نہیں ہو۔ یعنی تم میں سے ہر ایک دوسری عورتوں میں سے ہر ایک عورت سے افضل ہے کیونکہ تم میں سے ہر ایک رسول اکرم ﷺ کی زوجیت اور امت کی ماں ہونے کے شرف سے معزز ہے۔

امہات المومنین کے آپس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں البتہ ان دونوں کے آپس میں افضل ہونے میں مختلف اقوال ہیں۔

اس طرح باقی زوجات ان دونوں کے رتبہ تک نہیں پہنچیں۔ کیونکہ اس امت کی بہترین عورتیں خدیجہ، فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہن قرار دی گئیں اور یہ تینوں آپس میں فضیلت میں ایک دوسرے کے قریب ہیں باقی اصل حقیقت سے صرف اللہ واقف ہے۔ لیکن ہم کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل معلوم ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ افضیلت میں چوتھی خاتون حضرت حفصہ ہوں۔ (زرقانی ۳ ۲۱۱)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضیلت پر اجماع ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان افضیلت پر مختلف اقوال ہیں۔

(فتح الباری۔ المناقب)

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

قطعی صحیح بات ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضیلت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر ثابت ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح دینے والوں کی تعداد کم ہے اکثر حضرات اس مسئلہ پر توقف کرتے ہیں۔

علامہ ابن القیم کہتے ہیں کہ:

اگر فضیلت پر ثواب مراد ہے تو یہ معاملہ ایسا ہے جس پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہیں۔

کیونکہ دلوں کے اعمال اعضاء کے اعمال سے افضل ہیں اگر علم کی کثرت مراد ہو تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں۔ اگر نسب اور اصل کا شرف مراد ہو تو لامحالہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم کی فضیلت کا جو امتیاز حاصل ہے۔ اس میں یقیناً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کے مقابل نہیں ہیں۔[1]

وہ بات جو دل کو لگتی ہے یہ ہے کہ حضرت خدیجہ افضل ہیں۔ شیخ ولی الدین عراقی نے کہا ہے۔ صحیح مختار قول کے مطابق حضرت خدیجہ ہی تمام امہات المومنین میں افضل ہیں۔ اس لئے کہ بخاری میں حدیث ہے:

"خیر نسائها مریم و خیر نسائها خدیجة"[2]

(ان امتوں کی) افضل خاتون مریم اور (اس امت کی) افضل خاتون خدیجہ ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جو تعریف کی ہے وہ کسی اور کی نہیں کی طبرانی میں ہے کہ آپؐ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی تعریف اور ان کے لئے استغفار کرتے کرتے تھکتے نہ تھے۔

اسی طرح ابن عمرو نے طبرانی سے اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اب آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدیجہ سے اچھی بیویاں عطا کر دی ہیں؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ واللہ مجھے اس سے اچھی بیوی نہیں عطا ہوئی۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب میرا انکار کیا گیا اور اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب مجھے جھٹلایا گیا۔ اور اپنا مال مجھے اس وقت دیا جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا تھا۔

بہر حال کسی ام المومنین کے دوسری ام المومنین پر فضیلت کی بحث میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے البتہ اتنا ایمان ضرور ہونا چاہئے کہ امہات المومنین امت کے دوسرے افراد سے افضل ہیں۔

[1] زرقانی ۳/۲۲۹ [2] زرقانی ۳/۲۲۳ مذکورہ حدیث متفق علیہ ہے

اہل بیت سے ازواج نبی کو خارج کرنا:

اہل تشیع نے اہل بیت نبی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن، حسین رضی اللہ عنہما میں منحصر کیا ہے اس قول سے ان کا مقصد امہات المومنین کو صفت عامہ سے دور کرنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص طور پر علیحدہ کرنا ہے۔ اور وہ اپنے اس قول کی دلیل میں رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے سہارا لیتے ہیں جس میں آپ نے (ایک چادر میں) ان چاروں کو لیکر فرمایا۔ "یہ میرے اہل بیت ہیں"

لغت میں "اہل الرجل" کسی شخص کے اہل بیت کا اطلاق اس کی بیوی پر ہوتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی ازواج بیٹیاں، اور داماد پر اس کا اطلاق ہے۔ (قاموس)

چنانچہ اہل تشیع کا اہل بیت کا ان چار حضرات میں منحصر کرنا ایسی بات ہے جس کی کوئی سند نہ عربی لغت میں ہے نہ ہی شریعت کے عرف میں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سے فرشتوں کے خطاب کو ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ" (هود آیت ۷۳)

وہ کہنے لگے کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات اے اہل بیت تم پر ہیں"

اسی طرح نوح علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

"قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ" (هود: ۴۰)

"ہم نے کہا کہ اس کشتی میں ہر جاندار کا جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کرو"

نبی کریم ﷺ نے خود "اہل بیتی" اور "اہلی" کا لفظ خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے استعمال فرمایا ہے:

"من يعذرني في رجل بلغني أذاه في اهل بيتي"

"اس شخص سے مجھے کون سکون دے گا جس کی ایذاء مجھے میرے اہل

بیت کے بارے میں پہنچا ہے“

آپ کو یہ ایذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پہنچائی گئی تھی نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بلکہ اس ارشاد سے زیادہ صراحت اس ارشاد میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے زفاف فرمایا تو آپ چل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک تک تشریف لے گئے اور فرمایا:

”السلام علیکم اهل البیت و رحمة الله“

”اے اہل بیت تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو“

جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”و علیک السلام و رحمة الله کیف وجدت اهلک یارسول الله؟

”اور آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟“

اور اسی طرح آپ دوسرے حجروں میں بھی جا کر اسی طرح فرماتے اور وہ اسی طرح جواب دیتیں جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”واللہ ماعلمت علی اهلی الاخیرا“

واللہ مجھے میرے اہل کے بارے میں خیر ہی معلوم ہے“

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے اہل بیت یعنی ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بن سنور کر نہ دکھلاتی پھرو۔ اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اے اہل بیت تم سے گندگی کو دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے“

ان واضح نصوص کے سامنے اہل بیت سے ازواج مطہرات کو نکالنا جائز نہیں اگرچہ وہ مقصود یہاں نہیں ہیں۔

اور جو حدیث اہل تشیع نے پیش کی ہے اس کے مقابلے میں ان احادیث کو پیش کرنے کے بجائے اتنی بات کہنا کافی ہے کہ یہ حدیث ازواج مطہرات کے اہل بیت ہونے سے مانع نہیں ہے کیونکہ کسی شخص کا اپنی بعض اولاد کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ میری اولاد ہے باقی اولاد کی نفی نہیں ہو جاتی۔ شاید اس حدیث کا مقصد اس توہم کو دور کرنا ہو کہ آنحضرت کی صاحبزادی اور ان کی اولاد اہل بیت میں شامل ہیں یا نہیں؟ (المعون الحمید ص ۲۵)

فصل:

﴿ امہات المومنین کے حقوق اور واجبات ﴾

اس فصل میں تین باتوں پر گفتگو ہوگی۔

۱۔ رسول اکرم ﷺ پر ان کے کیا حقوق واجب تھے۔

۲۔ امت محمدیہ پر ان کے کیا حقوق واجب ہیں۔

۳۔ خود ان پر کیا واجبات تھے۔

ا۔ رسول اکرمؐ پر واجب حقوق:

رسول اکرم ﷺ پر اپنی ازواج مطہرات کے جو حقوق واجب تھے وہ یہ تھے۔

ا۔ مہر کی ادائیگی:

ازواج مطہرات کو مہر کی ادائیگی بھی آپ پر لازم تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری وہ ازواج حلال کر دیں جن کا مہر تم نے دے دیا" (الاحزاب: ۵۰)

بعض علماء کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے لئے مہر شروع ہی میں دینا لازم تھا۔

جمہور علماء کہتے ہیں کہ مہر دینا نبی کریم ﷺ پر واجب تھا اور حلال ہونے کی قید مہر فوراً دینے کے لئے ہے۔ حلال ہونے کو موقوف کرنے کے لئے نہیں بلکہ افضل عمل کو ترجیح دینے کے لئے لگائی گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ زوجہ جس کا مہر دے دیا گیا ہو وہ اس عورت کے مقابلے میں زیادہ خوشدلی سے رہتی ہے جس کا مہر ادا نہیں ہوا ہوتا ہے۔[۱]

ہم نبی کریم ﷺ کے لئے مہر کی جلد ادائیگی کو واجب کہیں یا مستحب مگر آپؐ سے کہیں یہ مروی نہیں ہے کہ آپ نے کبھی بغیر مہر کے نکاح کیا ہو۔ البتہ مہر کی مقدار کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں کہ تمام ازواج کا مہر یکساں تھا یا فرق کے ساتھ تھا؟

۱۔ آلوسی ۲۲/ ۵۲

بظاہر ایک حدیث صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

نبی کریم ﷺ کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ (اس روایت میں مہر یکساں ہونے کی قید ہے)

علماء نے اس حدیث کو ابن اسحاق کی روایت پر ترجیح دی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم بتایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے اور اس کے راوی کے پاس ایک قسم کی معلومات کا اضافہ ہے جو قبول کیا جائے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

> نکاح کے مہر میں غلو مت کرو کیونکہ اگر یہ خدا کے خوف یا کسی عزت کی بات ہوتی تو تمہارے نبی اس کے زیادہ حقدار تھے (کہ وہ یہ عزت حاصل کرتے)۔[1]

(ب) ازواج کے درمیان باری مقرر کرنا۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

> "تمہاری مرضی ہے جسے چاہیں مؤخر کریں اور ان میں سے جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس کو آپ نے ایک طرف کر دیا تھا ان میں جنہیں آپ چاہیں۔ آپ پر کوئی حرج نہیں" (الاحزاب ۵۱)

مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ:

آپ جس زوجہ کی باری مؤخر کرنا چاہیں اور اس کے ساتھ آرام کرنا ترک کر دیں جس زوجہ کو رکھنا چاہیں اپنے ساتھ رکھیں اور اس کے ساتھ شب بسری فرمائیں۔ آپ کی مرضی پر اس معاملہ کا منحصر ہونا زوجات مطہرہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک خوشی اور رضا کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ اس معاملہ میں تمام ازواج کا حکم یکساں ہے۔ پھر اگر آپ برابری کریں تو یہ آپ کی طرف سے اکرام اور فضل ہے اگر کسی ایک کو ترجیح دیں اور اس کی بنیاد یہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو یہ ان زوجات کے لئے باعث اطمینان ہوگا۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ ۱۶۱/۸

اسی لئے جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ازواج مطہرات کی باری کا لحاظ رکھنا واجب نہ تھا لیکن تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے زندگی بھر ازواج مطہرات کے درمیان عدل اور باری کو ملحوظ رکھا اور نبھایا۔ اور شرط نفس کی بناء پر خود کے لئے مباح باتوں کا استعمال نہیں کیا ہمیشہ افضلیت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ھبہ کر دی تھی۔

بخاری و مسلم میں اور ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

"ان میں سے آپ جسے چاہیں چاہیں اور جسے اپنے پاس (باری میں) رکھنا چاہیں رکھیں"

تو اس کے بعد نبی کریم ﷺ ہم سے کسی کی باری میں اجازت طلب کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ پھر جواباً آپ کیا کہتی تھیں؟ تو فرمایا کہ میں یہ کہتی تھی کہ اگر آج باری میری ہے تو میں آپ پر کسی اور کو ترجیح نہ دوں گی (کہ میں آپ کے بغیر تنہا رہوں) ۱؎

(ج) نبی کریم ﷺ کا اپنی مملوکہ باندیوں کے درمیان عدل کرنا یعنی خرچ کرنا ان کو کپڑے دینا ان کے پاس آنا جانا قول اور فعل سے ان کو خوش رکھنا وغیرہ۔ جب بھی آپ سفر کے لئے نکلتے تو قرعہ اندازی کرتے اور جس زوجہ کا نام نکل آتا اسے سفر میں ساتھ لے جاتے۔

(د) ان سے اچھا معاملہ کرتے یوں تھا کہ آپ ان سے بے حد نرمی کرتے کمزوری نہیں دکھاتے تھے۔ انتہائی متانت سے پیش آتے نخوت نہیں برتتے تھے گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ ان کے حقوق ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی نہیں بھلاتے تھے۔

(۲) امت پر واجب حقوق:

ازواج مطہرات کے سلسلے میں امت مسلمہ پر کچھ حقوق واجب ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"نبی مومنین کے خود ان سے زیادہ قریب اور ولی ہیں اور نبی کی

۱؎ فتح الباری ۸/۳۲۷

بیویاں امت کی مائیں ہیں۔" (الاحزاب:۶)

یعنی تعظیم میں ان کا مرتبہ ماؤں کی طرح کا سا ہے۔ اسی طرح ان سے نکاح بھی امت کے لئے حرام تھا۔ لیکن ماں ہونے کے باوجود، پردے، خلوت، اور وراثت جیسے معاملات میں ان کا حکم اجنبی خواتین کے حکم کی طرح ہے۔

علامہ قسطلانی نے تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لئے ہے) ان کی صاحبزادیوں کو امت کی بہنیں نہیں کہا جائے گا نہ ہی ازواج مطہرات کی بہنوں کو امت کی خالائیں کہا جائے گا۔ یہی زیادہ صحیح قول ہے۔

کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہوئی حضرت زبیر کی اسماء سے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ام الفضل رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

(کیونکہ اگر خالہ اور بہن کہنے کا حکم ہوتا) تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسری امہات المومنین کے بھائی امت کے ماموں کہلاتے۔ اگرچہ اس بارے میں دو قول ہیں بعض علماء "امت کا ماموں" کہتے ہیں البتہ امام شافعی کا قول ہے کہ نہیں کہا جائے گا۔[1]

کافر عورت سے نکاح حرام تھا:

جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کافرہ عورتوں کا نکاح حرام تھا۔ انہوں نے سابقہ آیت سے ہی استدلال کیا ہے اور یہ کہ اگر نکاح کرنا جائز ہوتا تو ایک کافر "ام المومنین" بن جاتی۔[2]

تعظیم کا استحقاق:

اسی طرح تعظیم کا استحقاق اس آیت سے ثابت ہے:

[1] علماء کا پہلا قول حقیقت حال کے مطابق ہوسکتا ہے کہ وہ امہات المومنین کے بھائی ہیں۔ اور امام شافعی کا کہنا شرعی احکام کے نفاذ کے حوالے سے ہے کہ امت پر ان کا ماموں ہونے کے اعتبار سے نافذ نہیں ہوں گے۔

[2] زرقانی ۲۱۹/۳

''اے ایمان والو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوں سوائے یہ کہ تمہیں
کھانے کی دعوت دی جائے (اور اس میں بھی ان کے برتنوں کو تکتے
نہ رہو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب تم کھا چکو تو
منتشر ہو جاؤ گپ شپ لگانے بیٹھے نہ رہو''

اس آیت میں امہات المومنین کے گھروں کی تقدیس بیان کی گئی ہے اور ان میں بچوں کی طرح آنے جانے کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے لہٰذا بغیر اجازت نہ آئیں۔ اور جب اجازت دی جائے تو کھانے کے انتظار میں یا باتیں کرنے کے لئے زیادہ بیٹھ کر بوجھ نہ بنیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سرزنش محض گھروں میں بوجھ بن کر بیٹھنے والوں کے خلاف ہوتی تو اس حکم میں اللہ تعالیٰ تمام گھروں کو شامل اور عام رکھتے۔

بلکہ یہ آیت امہات المومنین کے گھروں کا نام لئے جانے سے زیادہ مؤکد ہو گئی ہے کیونکہ اس میں امہات المومنین کے لئے حرمت کی عظمت اور تعظیم میں اضافہ ہے۔

امہات المومنین سے امتی کا نکاح حرام ہے:

اسی طرح امہات المومنین سے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اور اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

''تمہارے لئے رسول کو اذیت دینا جائز نہیں اور نہ یہ کہ تم ان کی
ازواج سے کبھی نکاح کرو۔ کیونکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا
(جرم) ہے'' (الاحزاب ۵۳)

اذیت دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم کوئی ایسا عمل کرو جو رسول کو ناگوار ہو تو اس ناگوار عمل کو دیکھ کر رسول کو اذیت ہوتی ہے۔ اور کسی شخص کے جدا ہونے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی بھی بڑا اذیت ناک عمل ہے اور بہت سے لوگ تو غیرت کی زیادتی کی وجہ سے اپنے بعد اپنی بیوی کی موت کی دعا کرتے ہیں تاکہ کوئی اور ان سے شادی نہ کر سکے خاص طور سے عرب ایسا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت و حمیت والے لوگ ہیں۔[1]

---

[1] آلوسی ۲۲/۳

ظاہر یہ ہے کہ جب شریعت نے رسول اکرم ﷺ کے بعد ان کی ذمہ داری خود اٹھائی تو ان کو نکاح کرنا حرام قرار دے دیا۔ عام مومنین کی بیواؤں کا نکاح حرام قرار نہیں دیا بلکہ ان کو اجازت دی تا کہ وہ ان کی ذمہ داری اٹھانے والے کو پا سکیں۔ بہر حال اس حکم کی بنیاد نبی کریم ﷺ کی تکریم اور ازواج مطہرات کی تقدیس ہے۔ اور ان کی عظمت اس میں ہے کہ وہ کسی اور کے ماتحت نہ آ جائیں۔

مذکورہ آیت اس حکم کی علت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ تمہیں رسول کو اذیت دینا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ ہم نے بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بعد اپنی بیویوں کے لئے بڑی رقم مہیا کر کے جاتے ہیں تا کہ انہیں پریشانی نہ ہو اور اس کی شرط یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی اور سے نکاح نہیں کریں گے۔ اور یہ بات ان کی عظمت کا مظہر ہوتی ہے کہ ان کے بعد ان کی جگہ کوئی اور شوہر بن کر نہ لے سکے۔

سب سے زیادہ واضح علت یہ ہے کہ ان کے لئے مومنین کی ماں ہونا رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی ثابت تھا اور بعد میں بھی تھا ماں ہونے کا شرف اور اعزاز واپس نہیں لیا گیا تھا لہذا ماں سے کسی بیٹے کا نکاح جائز نہیں ہے (اور ہر امتی ان کا بیٹا ہے لہذا کیسے جائز ہو سکتا تھا)

ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ازواج مطہرات کا امت کی ماں ہونا خصوصیات میں سے ہے اس لئے آپؐ کے سوا کسی اور کی ازواج کا نکاح حرام نہیں ہوا۔ قاضی عیاض سیوطی، قسطلانی رحمھم اللہ یہی فرماتے ہیں بجم کہتے ہیں کہ خصوصیت ہونے کے بارے میں کوئی روایت میں نے نہیں دیکھی ہے۔[1]

۳۔ ازواج مطہرات کے ذمے واجب حقوق و فرائض:

اس بارے میں کئی آیات نازل ہوئی ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالی ہے:

---

[1] آلوسی ۱۵۲/۲۱

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کر چکی ہو تو نرم لہجے میں بات مت کرو ورنہ جس کے دل میں مرض ہے وہ دھیان کرے گا اور اچھی نیک بات کرو" (الاحزاب ۳۲)

یہ واضح رہے کہ عورت کی آواز اپنی ذات کے اعتبار سے ستر (پردہ) نہیں ہے اسی طرح امہات المومنین کی آواز بھی ستر (پردہ) نہیں ہے ان کے لئے مباح بلکہ مستحب تھا کہ وہ شریعت کو پھیلائیں۔ اور جو احکام انہیں معلوم ہیں وہ امت تک پہنچائیں۔ لیکن انہیں نرم لوچ دار آواز میں بات کرنے سے منع کر دیا گیا اور یعنی اپنے شوہر کے علاوہ کسی سے بات کریں تو اجنبیوں کی طرح کریں۔ اگرچہ وہ ان تمام لوگوں کے لئے ہمیشہ کے لئے محرمات ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ بعض ازواج مطہرات اجنبی سے بات کرتے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لیتی تھیں تاکہ ان کی آواز بدل جائے اور اس خوف سے کہ کہیں وہ شخص ان کی آواز کو نرم اور لوچ دار نہ سن سکے۔

شوہر کے علاوہ دوسروں سے سخت لہجے میں بات کرنا اسلام اور جاہلیت دونوں میں عورت کے محاسن میں شمار کیا گیا ہے تاکہ جس کے دل میں فسق و فجور ہے وہ ان کی طرف دھیان نہ دے۔

اسی طرح ان کو حکم دیا گیا کہ وہ واضح اور اچھی نیک بات کریں جو شک اور ابہام سے پاک ہو۔ پھر یہ حکم امہات المومنین کے لئے ہی خاص نہ تھا اگرچہ خاص خطاب انہی کو کیا گیا ہے بلکہ یہ حکم عام مسلمان عورتوں کے لئے بھی عام ہے جنہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں تاکہ ان کی زینت (پازیب) وغیرہ مخفی ہی رہے۔ اس کی آواز نہ سنائی دے۔

گھروں میں رہنے کا حکم:

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور جاہلیت اولیٰ کی (عورتوں کی) طرح بن ٹھن کے اٹھلاتی نہ پھرو" (الاحزاب ۳۳)

مجاہد قتادہ وغیرہ نے تبرج اور جاہلیت سے ناز و انداز سے چلنا مراد لیا ہے۔

مقاتلؒ نے تشریح کی ہے تبرج کا معنی یہ ہے کہ عورت سر پر دوپٹہ چادر تو رکھے مگر اسے لپیٹے نہیں جس سے عورت کی بالیاں گردن ہار وغیرہ ظاہر ہو جائیں۔

ابو عبیدہؒ نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ عورت کا گھر سے اپنے محاسن دکھاتے ہوئے نکلنا جو مردوں کا میلان (نظریں) اس کی طرف کر دیں۔ یہ تشریح بہت بہترین اور جامع ہے کیونکہ تبرج سے منع کرنے کا مقصد مرد کے فتنے اور شہوت سے ہر طرح بچنا ہے۔

جاہلیت اولیٰ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کے درمیانی دور کی جاہلیت ہے یعنی اسلام آنے سے پہلے کفر کی حالت اور جاہلیت اخری سے دور اسلام میں فسق و فجور مراد ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے فرقہ رافضہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم میں گھروں میں رہنے کا حکم ہوا ہے اور وہ مدینہ سے مکہ اور مدینہ سے بصرہ گئی تھیں۔[1] (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر اعتراض سے مبراء ہیں اور ان کے حماقت بھرے اعتراضات کے جوابات فن مناظرہ کی کتب میں موجود ہیں۔ گھروں میں قرار سے ضرورت کے احوال مستثنیٰ ہیں۔ اور اعتراض کرنے والے کے پاس دماغ اور آنکھیں نہیں ہوتیں)

(ج) دگنا ثواب اور دگنا عذاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اے نبی کی بیبیو! اگر تم میں سے جو کوئی کھلا فحش کام کرے گی تو اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔ اور جو کوئی فرمانبردار بن کر رہے گی اللہ اور اس کے رسول کی، اور نیک عمل کرے گی ہم اسے دگنا ثواب عطا فرمائیں گے۔ اور ہم نے اس کے لئے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو گناہ سے ڈرایا ہے اور خبردار کیا ہے کہ

[1] آلوسی ۲۲/۵

اگر کسی نے گناہ کا کوئی کام کیا تو اسے عام مسلمان سے دوگنی سزا دی جائے گی کیونکہ ان سے گناہ کا صدور زیادہ برا ہے۔ کیونکہ قبح کی زیادتی کا تعلق گناہ کرنے والے کے مرتبے سے ہے اسی وجہ سے آزاد آدمی کی سزا غلام کی سزا سے دوگنی رکھی گئی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ان کے نیک کاموں کا اجر بھی دوگنا کرکے دے گا۔[1]

(د) پردے کا خصوصی حکم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور جب تم لوگ ازواج مطہرات رسول سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو" (الاحزاب ۵۳)

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم امت مسلمہ کو دیا ہے کہ امہات المومنین کے دروازوں پر ہجوم نہ کریں اور بغیر پردے کے ان سے کوئی چیز طلب نہ کریں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو پردہ کرنے اور لوگوں کی نظروں سے چھپ جانے کا حکم دیا ہے۔

دور جاہلیت میں عربی عورت پردہ نہیں کرتی تھی بلکہ وہ محفلوں میں آتی جاتی اور مردوں کے درمیان بیٹھتی اٹھتی، مجلسوں میں بات کرتی اور بازاروں میں گھومتی پھرتی تھی۔

ابتداء اسلام میں پردے کی ممانعت نہیں آئی تھی اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتین جنگ احد میں زخمیوں کے لئے پانی کا انتظام کرتی نظر آئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پازیب بھی نظر آرہے تھے۔

رسول اکرم ﷺ کے گھر مسافروں اور مقامی لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا کھانے کے لیے بھی حاضر ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑی خواہش تھی کہ امہات المومنین پر پردے کا حکم نازل ہو جائے۔ یہ رسول اکرم ﷺ سے محبت کی بناء پر ان کا جذبہ تھا۔ انہوں نے اس کا اظہار رسول اکرم ﷺ سے کئی مرتبہ کیا، کہ یارسول اللہ آپ کے ہاں ہر اچھا برا شخص آتا جاتا ہے اگر آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم فرمائیں؟ لیکن رسول اکرم ﷺ ارشاد باری

[1] آلوسی ۱۹۳/۱

تعالیٰ کے بغیر کوئی کام کرنے والے نہ تھے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیتے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیات نازل فرمادیں۔

پردے کا شان نزول:

پردے کے شان نزول میں مفسرین نے وہ روایت درج کی ہے جو طبرانی میں صحیح سند سے آئی ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ لکڑی کے پیالے میں کچھ کھا رہی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں آئے رسول اکرم ﷺ نے انہیں بھی کھانے کے لئے بلایا تو کھانے کے دوران ان کی انگلی میری انگلی سے ٹکرائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے "اوہ" کہا اور فرمانے لگے کہ اگر رسول اکرم ﷺ بات مان لیں تو آپ کی جانب کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے گی۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

اسی طرح ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے ہی روایت نقل کی ہے کہ:

امہات المومنین رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے باہر نکلا کرتی تھیں اور مناصع کی جانب جاتیں (جو کہ مدینہ کی سرحد کے قریب جنت البقیع کی سمت ایک کشادہ ریتیلا علاقہ تھا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کو بار بار کہتے رہتے تھے کہ ازواج مطہرات کو پردہ کرادیجئے چنانچہ ایک دن اس غرض سے کہ شاید اس طرح آیت حجاب نازل ہو جائے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس مقام کی جانب جارہی تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور سے انہیں پکارا اے سودہ ہم نے تمہیں پہچان لیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا لمبے قد کی ڈیل ڈول والی خاتون تھیں۔

چنانچہ آیت حجاب نازل ہوگئی۔

اسی طرح صحیح مسلم صحیح بخاری، مسند احمد، اور نسائی ابن جریر اور ابن المنذر وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ مدینہ آئے تو میں اس وقت دس سال کا تھا اور میں نے دس سال رسول اکرم ﷺ کی خدمت کی ہے۔ اور میں حجاب نازل ہونے کی وجہ جانتا ہوں۔ جب

رسول اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی، لوگ کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے نبی کریم ﷺ اٹھنے کے لئے کھڑے ہوئے مگر لوگ نہ اٹھے آپؐ نے یہ دیکھا تو اٹھ گئے تو اس وقت کچھ لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے کچھ بیٹھے رہے جن کی تعداد تین تھی آپؐ باہر نکل گئے جب واپس آئے تو وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپؐ کو یہ بات گراں گذری اور اس وقت حضرت زینب ان لوگوں کی طرف پیٹھ موڑے بیٹھی تھیں۔

آپؐ وہاں سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف آئے اور السلام علیکم۔ اہل البیت ورحمۃ اللہ" ارشاد فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے اللہ کے رسول آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ پھر آپؐ دوسری ازواج کے ہاں گئے اور وہاں بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ اتنی دیر میں وہ تینوں صاحبان بھی اٹھ کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں گھر سے نکل کر آیا اور آپؐ کو اطلاع دی کہ وہ حضرات جا چکے ہیں چنانچہ آپؐ گھر میں داخل ہوئے اور میں بھی داخل ہو گیا۔ تو آپؐ نے ایک پردہ لیکر میرے اور حضرت زینب کے درمیان لٹکا دیا۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اے ایمان والو! نبی کریم کے گھروں میں داخل مت ہو۔ الخ

(یہ آیت ابھی تذکرہ چکی ہے)

محققین (مذکورہ بالا تینوں روایات کے نقل کے بعد) کہتے ہیں کہ اس بات میں کوئی مانع نہیں ہے کہ آیت حجاب مذکورہ تینوں اسباب کے وقوع کے بعد نازل ہوئی ہو۔

پردہ کئے ہوئی ام المومنین کو دیکھنا:

امہات المومنین کی شخصیت کو پردے کی حالت میں دیکھنے کے بارے میں اختلاف ہے قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ:

"امہات المومنین پر چہرے اور ہتھیلیوں کا پردہ بھی بالاتفاق واجب تھا لہٰذا ان کے لئے گواہی وغیرہ میں بھی چہرہ کھولنا جائز نہ تھا۔ اسی طرح اگر چہ وہ پردہ میں ہوں ان کی شخصیت ظاہر کرنا بھی بلاضرورت جائز نہ تھا۔

قاضی عیاضؒ نے اپنی اس بات پر موطأ کی اس حدیث سے دلیل دی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا گھر سے نکلیں تو عورتوں نے ان پر ایک پردہ تان رکھا تھا تاکہ ان کی شخصیت بھی نظر نہ آ سکے۔ اسی طرح حضرت زینب کی میت کے ڈولے پر لکڑیاں لگا کر کپڑا باندھ کے قبہ سا بنا دیا گیا تھا۔

بحر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازے میں صرف ان کے ذو رحم محرم ہی شریک ہوں تاکہ ان کے پردے کی رعایت ہو سکے۔ مگر حضرت اسماء بنت عمیس نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ جنازے پر لکڑیاں چاروں طرف لگا کر ان پر کپڑے سے قبہ سا تان دیا جاتا ہے اس سے میت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ پھر ایسا ہی کیا گیا۔

لیکن قاضی عیاضؒ کی دلیل کے جواب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امہات المومنین پردہ کر کے طواف کیا کرتی تھیں اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے احادیث سنتے تھے جبکہ انہوں نے پردہ کیا ہوتا تھا شخصیت کو چھپایا نہ ہوتا تھا۔

آلوسیؒ کہتے ہیں اگر شخصیت چھپانے کی افضلیت مراد ہے تو مذکورہ قول میں کوئی ابعاد نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا امہات المومنین کے لئے مستحب تھا اور (ثواب و استحباب و فضیلت) کی طلب ان میں دوسروں سے زیادہ تھی۔[1]

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رات میں نکلیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا اے سودہ خدا کی قسم آپ ہم سے چھپ نہیں سکتیں تو یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا واپس آگئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا آپ اس وقت میرے حجرے میں رات کا کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں اس وقت ہڈی تھی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آیات حجاب نازل فرمائیں۔ جب وحی کی کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں ضرورت کے تحت باہر نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔

ابن حجرؒ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس بات پر

---

[1] آلوسی ۲۲ ص ۸۷۔ فتح الباری ۸/۵۲۸

غیرت آتی تھی کہ کوئی نبی کریم ﷺ کے حرم کو دیکھے اس لئے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے گذارش کی کہ وہ انہیں پردہ کرائیں چنانچہ جب پردے کی آیات نازل ہوئیں تو وہ یہ چاہتے تھے کہ امہات المومنین بالکل ہی گھروں سے نہ نکلیں۔ تو انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو جو کہا وہ کہا۔ لیکن اس میں بہت مشقت اور مشکل تھی اس لئے امہات المومنین کو اس بات کی اجازت مل گئی کہ وہ احتیاجی ضرورت کے کاموں کے لئے نکل سکتی ہیں۔[1]

اس بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ پردے کا حکم اس رات ہوا جب آنحضرت ﷺ کے ہاں حضرت زینب رخصت ہو کر آئیں۔ محدثین نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب سے ذی القعدہ ۵ ھ میں نکاح فرمایا تھا۔

حجاب کا حکم صرف آزاد عورتوں کے لئے ہوا تھا، باندیوں کے لئے نہیں۔ چنانچہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے حرم میں آئیں تو لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں آپ نے ان سے شادی کی ہے یا انہیں ام ولد کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ آپس میں یہ رائے طے پائی کہ دیکھتے ہیں اگر آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرایا تو آپ کی زوجہ ہیں ورنہ باندی ہیں۔

جس وقت پردے کا حکم نازل ہوا تو امہات المومنین کے والد اور بیٹوں نے کہا کہ کیا ہم بھی ان سے پردے میں بات کیا کریں گے؟ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔[2]

"ان پر کوئی حرج نہیں ان کے آباء، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں
بھانجوں، خواتین، اور غلاموں کے بارے میں اور اللہ سے ڈرتی رہو
بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے" (الاحزاب:۵۵)

آخر میں میں "پروفیسر فون ھمر" کی یہ بات نقل کروں گا کہ:
اسلام میں پردے کے حکم کا مطلب عورتوں پر سے بھروسہ ختم کرنا نہیں ہے بلکہ وہ تو ان کی حفاظت واحترام کے لئے ہے اور بے قدری سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

[1] فتح الباری ۳۷۶/۸ [2] آلوسی ۷۵/۱۲

رسول اکرم ﷺ کو کتنی شادیاں کرنے کی اجازت تھی؟

کیا رسول اکرم ﷺ کے لئے بیویوں کا کوئی خاص عدد متعین تھا یا ان کے لئے مباح تھا کہ محرمات کے سوا جتنی خواتین سے شادی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اب اس کے بعد آپ کے لئے کوئی عورت حلال نہیں"

(الاحزاب ۵۴)

یہ آیت جس وقت نازل ہوئی آپ کے حبالۂ عقد میں نو ازواج مطہرات موجود تھیں۔ اس سے بعض حضرات نے یہ دلیل لی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نو شادیاں کرنے کی اجازت تھی۔ اور امت کے لئے چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے ان حضرات نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ:

"اے محمد تم اپنے نصاب ازواج کو پہنچ گئے لہٰذا اب نو کے بعد تمہارے لئے کوئی اور عورت حلال نہیں"

لیکن اس بات پر اس آیت سے اعتراض ہوتا ہے:

"اور نہ ہی یہ کہ آپ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے دوسری زوجہ لائیں"

یعنی ایک کو طلاق دیکر اس کے بدلے دوسری کوئی خاتون لانا بھی ممنوع ہو گیا۔ تو اگر آیت سے مراد نصاب کی تحدید ہوتی تو پھر ایک کے بدلے دوسری خاتون سے شادی کرنا منع نہ ہوتا جیسا کہ امت کے دوسرے لوگوں کو یہ منع نہیں ہے۔

بعض حضرات کا مذہب ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے لئے کوئی خاص عدد متعین نہ تھا لیکن آیت تخییر کے بعد جب امہات المومنین نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں احترام اور عزت کے طور پر اس کا بدلہ یہ دیا کہ ان کے علاوہ دوسری خواتین سے نکاح کرنے سے آنحضرت ﷺ کو روک دیا۔ یہ ان کے اس حسن عمل اور اختیار کا شکرانہ تھا۔

یہ خواتین نواز واجِ مطہرات تھیں جن کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی۔[1]

گویا کہ رسول اکرم ﷺ کو تخییر کے بعد اپنی موجود ازواج کے ساتھ متعین ومقید کر دیا گیا۔ ان میں اضافہ اور تبدیلی حرام قرار دے دی اور مذکورہ آیت اسی بارے میں محکم ہے۔

مگر حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ام سلمہ، رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک یہ ہے کہ مذکورہ آیت منسوخ ہے۔

چنانچہ ترمذی ابوداؤد، نسائی، حاکم اور ابن المنذر نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اکرم ﷺ کو وفات سے پہلے یہ حلال کر دیا گیا تھا کہ وہ (محرمات کے سوا) جتنی چاہیں شادیاں کر سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

"ان عورتوں میں جس کو چاہیں اپنا لیں اور جس کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیں رکھیں"

اس تفسیر کے مطابق گذشتہ آیت کی منسوخی کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کا عموم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو طلاق دینے اور جسے چاہے پاس رکھنے کی اباحت و اجازت تھی۔ اس سے دلیل ملتی ہے کہ اپنی منکوحات کو طلاق دینا اور ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا مباح تھا۔ یہ مراد نہیں کہ جن سے نکاح ہوا ہے بس انہی کو اپنے پاس روکے رکھنے کی اجازت ملی ہو۔ کیونکہ "من تشاء" آپ جسے چاہیں کا لفظ عام ہے اس میں دونوں قسم کی خواتین شامل ہیں۔

لیکن اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ آیت کا یہ جملہ تو سابقہ آیت سے پہلے وارد ہوا ہے تو وہ مابعد کے لئے ناسخ کیسے ہو گیا؟ کیونکہ قرآن کریم کی آیات کی ترتیب نزولی نہیں ہے۔

اس رائے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہجرت کے دسویں سال آپ نے اسماء بنت نعمان بن جونی کا نکاح قبول فرمایا تھا اور اسی طرح قتیلہ بنت قیس نامی خاتون سے بھی نکاح فرمایا تھا لیکن قتیلہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے قبل ہی آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی تھی۔[2]

---

[1] آیت تخییر الاحزاب آیت نمبر ۲۸۔۲۹ ہیں [2] آلوسی ۲۵/۲۲ الطبقات الکبریٰ ۱۹۵/۸

رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے روشن دریچے

سیرت مطہرہ میں ہر ایک شوہر اور بیوی کے لئے اسوہ حسنہ موجود ہے اور ہر معاشرہ اپنی بنیاد مضبوط کرنے کی خواہش رکھتا ہے اسی طرح اپنے اہل خانہ کی نیک بختی کو چاہتا ہے اگر میں سیرت مطہرہ سے اعلیٰ مثالیں (جو ازدواجی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں) لکھنے بیٹھوں تو کئی جلدوں پر مشتمل کتاب تیار ہو جائے لیکن میں چند پھول پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ سختیاں اور مصائب جھیلنا اس کی مدد کرنا اور مصیبتوں میں اس کی کمر مضبوط کرنا وحشت کے وقت مونس بننا اور ہر ناگوار واقعہ میں ان کو دلاسہ و تسلی دینا۔ (حضرت خدیجہؓ کا کردار)

۲۔ بیوی کو اپنے شوہر کو راضی رکھنا چاہیے اپنے حقوق سے دستبرداری کرا کے خوش کرے۔ حضرت سودہ نے اپنی رات کی باری اپنی خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی تھی۔

۳۔ شوہر کا بیوی کی قدر کرنا اس کا احترام کرنا۔ حضرت صفیہ جب اونٹ پر سوار ہونے لگیں تو آنحضرت ﷺ نے اپنی ران اونچی کر کے ان کے پاؤں رکھنے کے لئے بچھا دی تا کہ وہ اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر چڑھ جائیں۔

۴۔ بیوی کا شوہر سے مرعوب ہونا اور اس سے حیا کرنا۔ جیسا کہ مروی ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ازواج مطہرات پر رسول اکرم ﷺ کا رعب اور ایک قسم کی ہیبت تھی حتیٰ کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی دنیا میں سب سے زیادہ لاڈلی شخصیت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے رسول اکرم ﷺ کو ہدیے وغیرہ (کھانے پینے کی چیزیں) بھجوا کرتی تھیں۔

۵۔ شوہر کے گھر کی حفاظت کرنا چنانچہ کوئی اجنبی بغیر اجازت اندر نہیں آ سکے اور نہ کوئی بیوی بغیر اجازت باہر جا سکے۔

۶۔ اپنے شوہر کے راز اور داخلی معاملات کی حفاظت چاہے اپنے والدین سے ہی

کیوں نہ ہو جیسا کہ ہم نے ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے شوہر کے مرتبے کا لحاظ رکھ کر بات کی اور پیٹھ پیچھے اپنے شوہر کے رتبے کا لحاظ و پاس رکھا۔

۷۔ بیوی کی سخاوت اور زہد اور اپنے مال سے صدقہ، شوہر کے مال سے اس کی اجازت سے صدقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو اپنے گھر میں موجود اکلوتی کھجور بھی اس عورت کو صدقہ کر دی تھی جس نے اپنی کھجور اپنی معصوم بچیوں کو آدھی آدھی دیدی تھی۔ امہات المومنین تو اپنا سالانہ خرچہ بھی صدقہ کر دیتی تھیں اور جو ہدیہ آتا وہ بھی (جیسا کہ حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کے واقعات معروف ہیں)

۸۔ شوہر کا بیویوں کے درمیان عدل کرنا اور سابقہ بیوی کے بچوں کو بے آسرا نہ چھوڑنا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ روزانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کو پکڑتے۔ (یعنی ان کے گھر پہنچ کر دروازے کو پکڑ کر خیریت دریافت کرتے اور کبھی اندر جا کر تشریف فرما بھی ہوتے)

۹۔ شوہر کا جواز کے باوجود صبر و تحمل۔ قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہو کر اس کا بستر چھوڑ دے اور اس کی پٹائی بھی کر سکتا ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے زندگی بھر کسی زوجہ یا خادم کو نہیں مارا۔

۱۰۔ شوہر کا بہترین انصاف حسن معاملہ اور بردباری اور بیوی کی طبیعت کی قدر کرنا لحاظ کرنا، خطاؤں سے درگذر کرنا، غلطیاں نہ گنوانا اور بیوی کی دل جوئی کرنا۔

۱۱۔ بیوی کو ایسے فعل سے راضی کر لینا جس میں نقصان نہیں۔ جیسے آپؐ نے اپنی بیویوں کو راضی رکھنے کے لئے شہد پینا خود پر حرام کر لیا تھا۔

۱۲۔ بیوی کو اہمیت دینا، اس سے مشورہ کرنا حتیٰ کہ عام مسائل تک میں مشورہ کرنا، آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ میں اپنے ساتھیوں کی طرف سے پریشانی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا اور ان کی رائے پر عمل کیا۔

۱۳۔ گھر والوں کا گھر کے کام میں ہاتھ بٹانا۔ آپؐ اپنے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا لیتے تھے حالانکہ چاہتے تو کسی بھی زوجہ سے یہ کام کروا سکتے تھے۔

ازواج مطہرات کے نسب اور ان کے مہر:

ازواج مطہرات کل گیارہ ہیں ان میں سے چھ قریش قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

ان کا مہر کتنا تھا کتاب میں درج نہیں۔

۲۔ حضرت عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن اسد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپؐ سے نکاح ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور مہر چار سو درہم تھا۔

۳۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

ان کا نکاح ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا اور چار سو درہم مہر رکھا۔

۴۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

ام حبیبہ کا نام رملہ تھا نبی کریم ﷺ سے ان کا نکاح خالد بن سعید بن عاص نے کیا حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ اور پیغام نکاح بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے نجاشی نے دیا تھا۔

۵۔ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی۔

ان کا نکاح ان کے صاحبزادے سلمہ بن ابی سلمہ نے کیا ان کا مہر ایک بستر تھا جس میں پتے بھرے تھے ایک پیالہ، کھانے کا برتن اور ایک ڈوئی تھی۔

۶۔ حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔

ان کا نکاح رسول ﷺ سے سلیط بن عمرو نے کرایا تھا انہیں ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔

عربی غیر قریشی ازواج مطہرات:

آپ کی چار غیر قریشی مگر عربی ازواج مطہرات تھیں:

۱۔ زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

ان کا نکاح ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے کرایا تھا اور ان کا مہر چار سو درہم تھا۔

۲۔ میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن غیلان الھلالیہ۔

ان کا نکاح آنحضرت ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے کرایا جو کہ حضرت میمونہ کے بہنوئی بھی تھے۔ حضرت عباس نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے چار سو درہم مہر ادا کیا۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت میمونہ نے اپنا نفس نبی کریم ﷺ کو ھبہ کر دیا تھا۔ (اس لئے مہر نہ تھا)

۳۔ حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ[1]

ان کا نکاح قبیصہ بن عمرو الھلالی نے کیا تھا اور ان کا مہر چار سو درہم تھا انہیں ان کی رقت قلبی کے باعث ام المساکین کہا جاتا تھا

۴۔ جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار الخزاعیہ ثم المصطلقیہ۔

---

[1] صاحب کتاب ان کا ذکر کرنا اور نسب ذکر نا بھول گئے یا کاتب نے چھوڑ دیا مگر ہم نے ان کا نسب الاصابہ (۲۲۳/۴) سے لکھ دیا ہے۔ جب کہ یہ نسب طبقات ابن سعد کے حوالے سے ہے۔ (مترجم)

سیرت ابن ہشام کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا اور چار سو درہم مہر مقرر کیا۔ اور ایک روایت کے مطابق ان کے والد انہیں آزاد کرانے پہنچے تھے آپ نے انہیں آزاد کیا تو انہوں نے اسلام قبول کیا پھر آپ نے ان کے والد کو اس وقت پیغام نکاح دیا تو انہوں نے ان کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔ اور چار سو درہم مہر مقرر کیا۔[1]

غیر عربی زوجہ مطہرہ:

آنحضرت ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہ غیر عربی تھیں ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ اور وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب تھیں ان کا تعلق بنو نضیر سے تھا۔

یہ جنگ خیبر میں قید ہو کر آئی تھیں آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر قرار پائی۔

مذکورہ ازواج مطہرات کے علاوہ اور بھی ازواج ہیں لیکن ان کے ساتھ آپ کی ازدواجی زندگی نہیں گذر سکی ان کا ذکر آگے صفحات میں تفصیل سے آ رہا ہے مورخین کا ان ازواج مطہرات پر اتفاق ہے۔ ان میں سے دو آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پا گئی تھیں۔

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد

۲۔ حضرت زینب ام المساکین

باقی نو آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ کی زندگی میں کوئی اور نکاح نہیں فرمایا تھا۔

مہر کے بارے میں ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اکثر ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق کسی زوجہ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۴/۲۲۳ طبع دار الحدیث۔

یہ عبارت کتاب میں اس جگہ موجود نہیں مگر ہم نے ان کا نکاح اور مہر کا واقعہ دوسری جگہ سے لیکر اس مضمون کو یہاں مکمل کیا ہے۔ (مترجم)

سے کم نہ تھا۔ اور اس کی مقدار پانچ سو درہم بنتی ہے۔

یہی بات زیادہ درست ہے کیونکہ اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان باتوں کا زیادہ علم تھا۔ ہر ایک زوجہ مطہرہ کا تفصیلی تذکرہ ہم آگے بیان کریں گے۔

ایک سے زائد شادیوں کے بارے میں شرعی نقطہ نظر:

شریعت محمدیہ نے ہر شخص کو چار بیویاں رکھنے کی اس شرط پر اجازت دی ہے کہ اسے چار شادیوں کی استطاعت اور ان کے درمیان عدل کرنے کی قوت موجود ہو۔ ورنہ صرف ایک ہی بیوی رکھنے کی اجازت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی شادی کرو" (النساء:۳)

کیونکہ اگر مرد ہر بیوی کو اس کا حق دینے کی استطاعت نہ رکھے گا تو گھر کا نظام خراب ہو جائے گا اور گھرانے کے مالی حالات برے ہو جائیں گے۔ اس لئے مضبوط معیشت گھر کے نظام چلانے اور گھر کے افراد کے آپس میں اتحاد و محبت کے لئے ضروری ہے۔

اسی طرح اگر ایک شخص اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو کسی خاص چیز سے ترجیح دے اگرچہ وہ ایک بے رغبتی کی چیز ہی کیوں نہ ہو تو دوبارہ اگر اسے اس چیز کی ضرورت پڑے تو دوسری خاتون کہاں برداشت کرے گی اور پہلے والی اسے وہ چیز نہ دے گی یوں وہ شخص گھر کے نظام کو چلانے اور کسی ایک کا حق نہ دینے کی وجہ سے دوسری بیویوں کے حقوق بھی ادا کرنے سے مایوس ہو جائے گا اور ناانصافی کی بناء پر گھرانے کا اتحاد اور محبت بغض میں بدل جائے گا۔

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفاء راشدین اور علماء اور دیگر نیک لوگ ہر زمانے میں اپنی بیویوں کے درمیان عدل اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی رعایت کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا وہ ایک کی باری میں دوسری بیوی کے گھر بغیر اجازت نہیں جاتے تھے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ شدید بیماری کی حالت میں بھی ہر بیوی کی باری میں ان کے

حجرے میں آرام فرماتے اور کسی خاص زوجہ کے حجرے میں ہی رہنا پسند نہیں کیا۔ مگر آپ نے جب اپنی ایک زوجہ سے پوچھا کہ کل میں کس کے گھر میں ہوں گا تو ازواج مطہرات کو اندازہ ہوگیا کہ آپ حضرت عائشہ کی باری کا دن دریافت کررہے ہیں لہٰذا ان سب نے اپنی خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مقیم ہوجانے کی اجازت دی مگر آپ نے پھر بھی دریافت فرمایا کہ کیا آپ سب اس پر راضی ہو؟ تو ان سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہاں ہم سب راضی ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے شدید مرض کی حالت میں بھی ان کی اجازت کے بغیر کسی ایک گھر میں رہنا گوارا نہ فرمایا۔ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے)

یہ ایسا واجب حکم ہے[1] جس کی نبی کریم ﷺ نے کڑی محافظت فرمائی ہو آپ کے نصائح اور وصایا پر منطبق بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ آپؐ نے آخری وصیت میں تین باتوں کی خاص وصیت کی حالانکہ اس وقت آپؐ کی آواز بھرا چکی تھی اور زبان میں لڑکھڑاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

> ''نماز، نماز (نماز کا اہتمام کرنا) اپنے غلاموں پر اس کی بساط سے زیادہ بوجھ مت ڈالنا۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ اللہ سے ڈرنا۔ کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں محبوس ہیں تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت سے لیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔''

ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف جھکاؤ رکھے۔ (ایک روایت میں ہے ان کے درمیان عدل نہ کرے) تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک حصہ ایک طرف کو جھکا ہوگا۔

البتہ دلی میلان کی بات اور ہے۔ آپؐ تو خود دلی میلان پر اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر پیش فرماتے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری ۴۸۷۴

"اے اللہ جس کا میں مکلف اور مالک ہوں (ظاہری عدل) اس
میں یہ میرا عمل ہے اور جو عمل تیرے اختیار میں ہے میرے اختیار
میں نہیں (یعنی دل کا میلان) اس کی مجھے طاقت نہیں"

آپ سفر میں جاتے وقت ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کا نام آتا
انہیں سفر میں ساتھ لیکر جاتے۔

یہ ملحوظ رہے کہ ایک سے زائد شادیاں کرنا خلاف اصل اور خلاف کمال ہونے کے
ساتھ ساتھ سکون نفس اور مودت اور رحمت کے بھی منافی ہے اور یہ چیزیں ازدواجی زندگی
کے ارکان ہیں۔ اس لئے مسلمان کو چاہیے کہ بلاضرورت دوسری شادی نہ کرے اور جب
کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی شرط یعنی عدل کرنے کا خود پر مکمل بھروسہ ہو۔

تعدد زوجات میں نبی کریمؐ کی خاصیت:

نبی کریم ﷺ کے حرم مبارک میں متعدد زوجات تھیں اور ہر زوجہ کا اپنا ایک خاص
کردار اور اہمیت کا پہلو تھا۔ وہ کوئی جمال و شباب کی پیکر نہ تھیں کہ اسی مقصد سے ان سے
شادی کی گئی ہو۔ بلکہ ان کے شادی کرنے میں ان خواتین کے اکرام دلجوئی اعتراف قدر
ومنزلت کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود تھا۔

یہ خواتین امہات المومنین بن چکی تھیں قرب رسول کا شرف پا چکی تھیں اور آیت تخییر
کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کر چکی تھیں ان کو یہ کام
بہت بھاری محسوس ہوتا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے لئے عدد کے متعین ہو جانے کے بعد رسول
اکرم ﷺ کو کیسے چھوڑیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان خواتین کی طرف نظر کرم کی اور رسول اکرم ﷺ کو اس شرط وقید سے
مستثنیٰ کر دیا اور ان تمام خواتین کو اپنے حرم میں رکھنا حلال کر دیا اور ان زوجات کو ان کے
لئے حلال کر دیا اور پھر قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی کہ ان پر مزید اضافہ نہ کریں نہ ہی
کسی کو طلاق دیکر اس کے بدلے کوئی دوسری خاتون کو زوجہ بنائیں (یہ ان خواتین کا اعزاز
تھا جنہوں نے رسول ﷺ کے ساتھ خود کو باندھ لیا تھا) تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور

دارآخرت کو اختیار کرنے والی یہ خواتین نسبت رسول کے شرف سے محروم نہ ہو جائیں۔
چنانچہ اس بارے میں مکمل آگاہی ان آیات سے ہوتی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے نبی ہم نے حلال رکھیں آپ کے لئے آپ کی بیویاں جن کے آپ مہر دے چکے ہیں اور جو مال آپ کے ہاتھ کا ہو جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ آپ کی چچا پھوپھی، ماموں اور خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ہمراہ ہجرت کی اور وہ مومن عورت جو نبی کو اپنا نفس بخشدے۔ اگر نبی چاہیں کہ اس کو نکاح میں لائیں (یہ عورتیں حلال رکھی ہیں) یہ خالص آپ کے لئے ہے سوائے دوسرے سب مسلمانوں کے"

ہم کو معلوم ہے جو ہم نے ان پر ان کی عورتوں کے حق میں مقرر کر دیا ہے اور ان کے ہاتھ کے مال میں۔ تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔
آپ جسے چاہیں موخر کر دیں اور ان میں سے جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جس کو آپ چاہیں ان میں سے جنہیں آپ نے کنارے کر دیا تھا تو آپ پر کوئی حرج نہیں۔ اس میں قریب ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کھائیں اور راضی رہیں اس پر جو آپ نے ان سب کو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا تحمل والا ہے۔
حلال نہیں آپ کے لئے ان کے بعد (دوسری) عورتیں۔ اور نہ یہ کہ آپ ان کے بدلے دوسری عورت لائیں۔ اگر چہ آپ کو ان کی صورت اچھی لگے۔ سوائے اس مال کے جو آپ کے ہاتھ میں ہو (یعنی باندیاں) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

(الاحزاب: ۵۰۔۵۱۔۵۲)

چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان متنوع خواتین کو آپؐ کے لئے حلال قرار دیا ہے اگر چہ وہ چار سے زائد ہوں۔

اور وہ خواتین یہ ہیں۔(۱) جن کے مہر آپ دے چکے۔آپ کی باندیاں، پھوپھی زاد، چچا زاد، خالہ اور ماموں زاد وہ عورتیں جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی وہ آپ کے لئے حلال نہیں۔(یہ ہجرت کرنے والیوں کا اکرام ہے)اور وہ عورت جو نبی کے لئے بلا مہر اور ولی اپنا نفس ھبہ کر دے۔اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت صرف نبی کریم ﷺ کے لئے رکھی ہے کیونکہ آپ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے ولی ہیں اور باقی لوگ سب احکام الٰہی کے تحت آپ کے پابند ہیں اور ان احکامات کے جو ان پر عائد کئے گئے ہیں تاکہ نبی پر اپنے حقوق کی ادائیگی میں کوئی حرج ورکاوٹ واقع نہ ہو۔

پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا یہ اختیار ختم کر دیا گیا کہ وہ ان خواتین میں سے جسے چاہیں اپنے حرم میں داخل کر لیں (جو اپنا نفس ان کو ھبہ کریں) یا اسے مؤخر کر دیں اور یہ اختیار دے دیا گیا کہ اپنی زوجات میں سے آپ جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں اس کی باری مؤخر کر دیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حرم میں موجود ازواج مطہرات میں اضافہ حرام قرار دے دیا اور یہ بھی کہ ان میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کے بدلے دوسری زوجہ لائیں۔جیسا کہ آیت نمبر ۵۲ کا ترجمہ چند سطور پہلے درج ہوا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ حرمت نبی کریم ﷺ کی وفات سے پہلے لغو کر دی گئی تھی اور ان کو مزید شادیاں کرنے کی آزادی دے دی گئی تھی۔لیکن آپؐ نے اباحت کے بعد بھی کوئی اور شادی نہیں کی لہٰذا امہات المومنین کی تعداد اتنی ہی رہی۔

استاد محمد عبدہ کی ایک تحریر:

استاد محمد عبدہ سے نبی کریم ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمت پر روشنی ڈالنے کا سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔

ایک سے زائد شادیاں کرنا اور وہ بھی عمر رسیدہ ہوتے رسالت کی ذمہ داریوں کو نبھانے، معاشرے اور انسانیت کی تدبیر و تعمیر، سرکشوں کی عمر رسیدگی کی حالت میں سرکوبی،

اور مدافعت کے باوجود ان کی حکمت عامہ بڑی رہنما تدبیر اور سیاست رشیدہ ہے۔
(جو ہر طرف سے فائدہ مند ہوتی ہے)

چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تو عام معروف فطرت سے ذراہٹ کر تھا اس لئے وہ سوال کے موضوع سے متعلق نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اور ان کی عمر میں بڑا فرق تھا۔

ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ سے نکاح ہوا ان کے شوہر حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور واپس آنے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ان سے شادی کرنے کی حکمت یہ تھی کہ یہ ان مومنات میں سے تھیں جنہوں نے ہجرت کی اور فتنہ کفر کے خوف سے اپنے گھرانے والوں کو چھوڑا تھا۔ اگر یہ بیوہ ہونے کے بعد اپنے کنبے میں واپس جاتیں تو ان کے چچازاد انہیں تکلیف دیتے اور فتنہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے لہٰذا آنحضرت ﷺ ان کے ذمہ دار بن گئے اور اس عظیم احسان کا بدلہ چکایا۔

ان کے ایک ماہ بعد حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر سے نکاح کیا ان کے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ایک ہی حکمت تھی اور وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما (جو کہ آنحضرت ﷺ کے دوست اور وزیر تھے) کی دل جوئی، اور اس عظیم اعزاز سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنا تھا، جس طرح آپؐ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا اکرام کیا اور اپنی صاحبزادیوں سے ان کے نکاح کئے یہ حضرات آپ کے بڑے اصحاب اور دین کی خدمت میں بہت مخلص تھے۔

زینب بنت جحش سے نکاح کی حکمت تو تمام حکمتوں سے بلند ہے اور وہ یہ کہ ان سے نکاح کے ذریعے دور جاہلیت کی ایک خاص رسم اور بدعت سے معاشرے کو چھٹکارا دلانا مقصود تھا۔ وہ رسم یہ تھی کہ متبنٰی بولے بیٹے کو سگے بیٹے کی طرح سمجھنا اور اس کی سابقہ بیوی سے نکاح نہ کرنا کیونکہ وہ ان کے گمان میں ان کی سگی بہو تھی۔ آپؐ نے اس بدعت کا خاتمہ اس نکاح سے کیا۔

حضرت جویریہ سے شادی کی حکمت بھی درجہ میں اس حکمت کے قریب ہے وہ یہ کہ بنو مصطلق عرب قبیلہ تھا اور مسلمانوں کا دشمن تھا یہ ان سے جنگ میں دو سو گھرانوں کی خواتین

اور باندیوں کے ہمراہ گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ آپ ؐ نے یہ چاہا کہ مسلمان ان قیدیوں کو آزاد کر دیں لہٰذا آپ نے ان کی سردارنی سے نکاح کر لیا اور صحابہ نے کہا کہ یہ قیدی تو رسول اکرم ﷺ کے سسرالی ہیں انہیں ہم کس طرح اپنا غلام بنائیں چنانچہ وہ سب آزاد ہو گئے اور انہوں نے اپنا اتنا اکرام دیکھا تو پورا قبیلہ بنو مصطلق مسلمان ہو گیا اور اسلام کا مددگار بنا اور اس واقعے کا پورے عرب پر بڑا خوشگوار اثر پڑا۔

ان سے پہلے حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ ان کے شوہر عبداللہ بن جحش شہید ہو گئے تھے اور اس شادی کی حکمت یہ تھی کہ زینب بنت خزیمہ دور جاہلیت کی بہت عظیم اور غریب پرور خاتون تھیں ان کے ہاں مدد اور تعاون لینے والے مسکینوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور یہ ام المساکین کہلاتی تھیں شوہر کی وفات کے بعد بے یار و مددگار ہو گئیں آپ ؐ نے اس عظیم عورت کو بے قدر ہونے سے بچانے کے لئے ان سے شادی کی کہ کہیں مسکینوں کی امید کا مسکن خاتون بیوہ ہونے کے بعد ناقدری اور ذلت کا منہ دیکھے۔ آپ ؐ نے ان کی اس ہمت اور سخاوت کا بدلہ چکایا۔

آپ ؐ نے ان کے بعد ام سلمہ رضی اللہ عنہا (ہند) سے نکاح کیا۔ ان کے شوہر آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے حبشہ سب سے پہلے ہجرت کی تھی اور یہ اپنے شوہر سے محبت بھی بہت کرتی تھیں۔ ان سے شادی میں حکمت ان کی ذہانت اور سمجھداری سے اسلام کو فائدہ دینا تھا اور غم کو ہلکا کرنا بھی مقصود تھا۔ ان کی ذہانت صلح حدیبیہ میں تمام مسلمانوں کے کام آئی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کی حکمت اس شخص پر کھلے گی جو ان کی شخصیت اور سیرت سے واقف ہو۔ ان کے خاندان کی بنو ہاشم سے دشمنی سے واقف ہو۔ اور آنحضرت ﷺ اس خاندان کی تالیف قلب چاہتے تھے ام حبیبہ ہجرت کر کے حبشہ گئیں اور وہاں ان کا شوہر عیسائی ہو گیا اور یہ اس وقت اسلام پر قائم رہیں (تنہا ہو چکی تھیں پردیس میں تھیں) شوہر عیسائی ہو گیا تھا لہٰذا ان کو اس فتنے سے بچانا تھا۔

اسی طرح جو حکمت حضرت صفیہ بنت حیی سے نکاح میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ

حضرت صفیہ بنو نضیر کی شہزادی اور سردار کی بیٹی تھیں ان کا باپ تو بنو قریظہ کے واقعے میں قتل ہو گیا تھا اور ان کا شوہر خیبر میں مارا گیا اور یہ قید ہو گئیں یہ حضرت دحیہ کلبی کے حصے میں آ ئی تھیں لوگوں نے کہا کہ یہ سردارنی ہے اور آپ کے لائق ہے لہٰذا آپ نے اس سردارنی کو اس ذلت سے بچانے کے لئے کہ وہ کسی عام انسان جو دنیاوی مرتبے میں ان سے کم ہو کی غلام اور باندی بنے۔ لہٰذا ان کو عزت دینے کے لئے حضرت دحیہ کلبی سے انہیں مانگ لیا اور آزاد کر کے نکاح فرمایا۔

حضرت میمونہ کے شوہر کی وفات ہو گئی تھی ان کی شادی میں حکمت بنو ہاشم اور بنو مخزوم میں قرابت تھی یا کچھ اور میں نہیں جانتا۔

اور مرکزی حکمت ان تمام خواتین سے شادی کرنے میں شریعت اور ادب کی رعایت تھی۔ جس کی وجہ سے بڑے بڑے قبائل آپ کا سسرال بنے اور ان کے متبعین کو خواتین کے احترام کی تعلیم ملی اور معزز خواتین کا اکرام ان کے درمیان عدل کی تعلیم ملی اور اس طرح احکامات بھی مقرر ہو گئے۔

اور آپؐ کے بعد ان تو ازواج مطہرات نے خواتین اسلام کو اسلامی احکام سکھائے اور وہ احکام جو وہ مردوں سے نہیں سیکھ سکتی تھیں ازواج مطہرات ان کی معلمہ بنیں۔ اور ان سے شرعی احکامات کی ترویج اور رسول اکرم ﷺ کے ارشادات جس طرح پھیلے اگر صرف ایک ہی زوجہ مطہرہ ہوتیں تو وہ ان نو ازواج مطہرات کے برابر شریعت کی تعلیم نہ دے پاتی۔

اگر آپؐ (نعوذ باللہ) عام بادشاہوں کی طرح خواتین کی کثرت جائز تمتع کے لئے کرتے تو جوان اور خوبصورت کنواری لڑکیوں سے شادی کرتے۔ جب کہ ازواج مطہرات بیوہ یا مطلقہ اور پکی عمر کی خواتین تھیں۔

علامہ محمد علی صابونی کی تحریر:

تعدد ازواج کی حکمت پر شیخ محمد علی صابونی جو کہ کئی اہم کتب کے مصنف اور مفسر قرآن ہیں اور مکہ مکرمہ میں کلیہ شریعہ والدراسات الاسلامیہ کے استاد ہیں نے ایک زوردار تحریر "شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول" کے نام سے لکھی ہے ہم اس کا ترجمہ

پیش کر رہے ہیں۔ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

اس سے پہلے کہ ہم امہات المومنین کے بارے میں گفتگو کریں اور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ان کی شادیوں کی حکمت بیان کریں ہم چاہیں گے کہ کینہ پرور عیسائیوں اور مغربی متعصب دشمنوں کے چند شبہات کا رد کریں جو کہ حقیقت میں کمزور اعتراضات ہیں۔ جنہیں انہوں نے عقائد خراب کرنے اور حقائق مسخ کرنے کے لئے پھیلایا ہے تا کہ وہ رسالت کی شمع اور رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک کے بارے میں اپنی من چاہی باتیں کر سکیں۔

وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) ایک شہوت پرست انسان تھے شہوت کے پیچھے چلتے تھے اپنی خواہش پوری کرتے تھے انہوں نے ایک یا چار بیویوں پر اکتفا نہیں کیا جیسا کہ وہ اپنے پیروکاروں کو اس تعداد سے محدود کرتے تھے خود تعداد اتنی بڑھائی کہ دس گیارہ بیویاں رکھ لیں۔ یہ سب شہوت رانی کے لئے تھا۔

وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان بڑا فرق ہے ایسا شخص جو خواہشات پر غالب آ جائے اور نفس کے خلاف جہاد کرے وہ تو حضرت عیسیٰ ہی ہو سکتے ہیں جو اپنی شہوت پوری کرنے والے (محمد) سے بہت ہی مختلف ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان لوگوں کے منہ سے نکلنے والی بات گناہ کے اعتبار سے بہت بڑی ہے یہ لوگ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے" (الکہف۔۵)

حقیقت یہ ہے کہ یہ کینہ پرور اور جھوٹے لوگ ہیں محمد ﷺ قطعاً شہوانی شخص نہ تھے بلکہ وہ تو ایک سچے انسان اور سچے رسول تھے آپؐ نے ایسے ہی شادی کی جس طرح ایک عام آدمی شادی کرتا ہے۔ یہ اس لئے تھا تا کہ لوگوں کو ایک رہنمائی مل جائے۔ نہ وہ اللہ تھے اور نہ ہی وہ اللہ کے بیٹے تھے جیسا کہ عیسائی لوگ اپنے نبیوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں بے شک وہ تو ان جیسا ایک انسان ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے وحی اور رسالت کے ذریعہ سے اسے ان پر فضیلت عطا فرمائی:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ. (سورۃ الکہف۔۱۱۰)

''آپ فرما دیجئے میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں (البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے''

آپ انبیاء علیہم السلام میں انوکھے تو نہیں تھے کہ ان کی سنتوں کی مخالفت کرتے یا ان کے طریقے کو توڑتے۔ سابقہ رسولوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً.

(سورۃ الرعد ۳۸)

''اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ہم نے ان کے لئے بیویاں اور اولاد بنائی''

تو پھر خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں ان شدید مصیبتوں (بے مقصد الزامات) کو کیوں بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے؟ اور کہنے والے نے کیا خوب کہا کہ:

قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد

وينكر الفم طعم الماء من سقم

ترجمہ: ''کبھی کبھی آنکھ آشوب کی وجہ سے سورج کی روشنی کا انکار کرتی ہے۔ اور بیماری کی وجہ سے پانی منہ کو بدذائقہ لگتا ہے''

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ. (سورۃ الحج:۴۶)

ترجمہ: ''تو بس آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل بھی اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں''

یہاں دو ایسے اہم نکتے معزز قارئین یہ ہیں جو کہ نبی کریم ﷺ سے متعلق شبہ کا ازالہ کرتے ہیں اور ہر ایسے گناہگار افتراء پرداز کے منہ میں پتھر ہیں جو محمد بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ضروری ہے کہ ہم ان دونوں نکتوں سے غافل نہ رہیں اور جب ہم امہات المومنین سے متعلق گفتگو کریں اور آپ ﷺ کے متعدد بیویاں کرنے کی

حکمت بیان کریں اس وقت ان دونوں نکتوں کو مدنظر رکھیں اور وہ دونوں نکتے یہ ہیں۔

۱۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعدد شادیاں بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد کیں۔ یعنی جب آپ ﷺ کی عمر پچاس برس سے بڑھ گئی۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں صرف عائشہ ہی ایسی تھیں کہ جن کے کنوارے پن میں آپ کی شادی ہوئی تھی۔ ہم ان دونوں نکتوں سے مکمل تفصیل کے ساتھ اس تہمت کا بے مقصد ہونا اور متعصب مستشرقین کے دعوے کا بطلان سمجھ لیں گے جسے انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی طرف خواہ مخواہ ہی منسوب کیا ہوا ہے۔

اگر آپ کی شادیاں کرنے سے مراد شہوت رانی یا محض عورتوں سے لطف اندوز ہونا ہوتا تو آپ ﷺ جوانی کی عمر میں شادیاں کرتے، بڑھاپے کی عمر میں نہ کرتے اور کنواری نوجوان لڑکیوں سے شادی کرتے عمر رسیدہ بیواؤں سے نہ کرتے۔ حالانکہ جب ایک مرتبہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے پاس آئے اور ان کے چہرے پر آپ ﷺ نے تروتازگی کے آثار دیکھے تو آپ ﷺ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔

تزوجت یا جابر فقلت نعم فقال بکرا ام ثیباً قلت بل ثیباً قال فھلا جاریة تلاعبھا و تلاعبک و تضاحکھا و تضاحکک۔

ترجمہ: ''کیا تم نے شادی کر لی؟ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے عرض کی جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ پھر آپ نے پوچھا کہ کنواری سے یا بیوہ عورت سے تو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بیوہ سے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری سے شادی کیوں نہیں کی؟ تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی تو اس سے ہنسی مذاق کرتا وہ تجھ سے ہنسی مذاق کرتی''

تو گویا اس فرمان میں رسول ﷺ نے (جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو) کنواری لڑکی سے شادی کرنے کا اشارہ فرمایا (اس سے پتہ چلا کہ) آپ ﷺ بھی لطف اندوز ہونے اور شہوت پوری کرنے کے طریقے سے واقف تھے۔ ایسے میں آپ کا کنواری لڑکیوں کو چھوڑ کر

بیواؤں سے اور وہ بھی جوانی کے بجائے بڑھاپے کی عمر میں شادی کرنا کچھ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ (حالانکہ بقول مخالفین) آپ کی غرض ہی شہوت رانی اور فائدہ اٹھانا تھا۔

آپؐ کے صحابہؓ آپؐ پر دل و جان سے فدا ہوتے تھے اگر آپ کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تو ان میں سے کوئی بھی شخص ایک سے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی سے آپ کی شادی کرانے سے پیچھے نہ ہٹتا پھر آپ نے متعدد بیویاں عالم شباب میں کیوں نہ کیں اور آپ نے کنواری لڑکیوں سے شادی کرنا کیوں ترک کیا اور بیواؤں سے شادی کیوں کی؟

بے شک یہ بات ہر بہتان اور واہی قول کا دفاع کرتی ہے اور ہر شبہ اور بہتان کو باطل کر دیتی ہے اور ہر ایسے بہتان تراش کی تردید کر دیتی ہے جو آپ کی عفت و عصمت کو داغدار کرنا چاہتا ہو۔ آپؐ کی شادی کا مقصد نفسانی خواہش اور شہوت پرستی نہ تھا۔ بلکہ اس میں بہت بڑی حکمت اور انتہائی اہم مقاصد اور بہترین نشان منزل تھے۔ جس کی شرافت اور عظمت کا اقرار عنقریب دشمن بھی کریں گے بشرطیکہ انہوں نے اندھے تعصب کو چھوڑا اور عقل و وجدان کو اپنا حاکم بنایا اور وہ صاحب فضیلت کریم النفس رسول اللہ ﷺ اور نبی رحمت کی ان شادیوں میں بہترین مثال پائیں گے۔ جس نے غیروں کی بہتری اور دعوت اسلام کی مصلحت کی خاطر اپنی راحت اور آرام کو قربان کر دیا۔

معزز قارئین!

بے شک رسول اللہ ﷺ کی متعدد شادیاں کرنے میں بہت ساری حکمتیں ہیں جن کو ہم درج ذیل سطور میں بیان کریں گے۔

۱۔ تعلیمی حکمت	۲۔ اجتماعی حکمت
۳۔ شرعی حکمت	۴۔ سیاسی حکمت

ہم ان چار حکمتوں میں سے ہر ایک پر مختصر سی بحث کریں گے اور اس کے بعد امہات المومنین الطاہرات کے بارے میں گفتگو کریں گے اور مستقل طور پر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ شادی کی حکمت بھی بیان کریں گے۔ (انشاء اللہ)

۱۔ تعلیمی حکمت:

رسول اللہ ﷺ کا متعدد شادیاں کرنے میں ایک بنیادی مقصد عورتوں کے لئے کچھ معلمات تیار کرنا تھا جو ان کو شرعی احکام کی تعلیم دیتیں اس لئے کہ عورتیں بھی معاشرے کا نصف حصہ ہیں اور جو امور مردوں پر فرض کیے گئے ہیں ان میں سے اکثر عورتیں بعض شرعی امور سے متعلق نبی ﷺ سے سوال کرتے ہوئے شرماتی تھیں اور خاص طور پر تو ایسے امور سے متعلق جو ان کے ساتھ مخصوص تھے جیسے حیض، نفاس، جنابت اور باہمی تعلق خاص اور ان کے علاوہ بھی کئی ایک احکام ہیں اور بعض اوقات اس قسم کے مسائل کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ سے سوال کرنے کا ارادہ کرتے وقت عورت اپنی حیاء پر غالب آ جاتی تھی۔ (یعنی کہ مجبوراً اسے ڈھٹائی بھی اختیار کرنی پڑتی)

آپ اخلاقی اعتبار سے کامل الحیاء تھے جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ آپ أشد حیاء من العزراء فی خدرها [1] "آپ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے"

چنانچہ آپ عورتوں کی طرف سے پیش ہونے والے سوالات کا جواب مکمل صراحت سے نہیں دے سکتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات کنایہ میں بیان کر دیتے اور بسا اوقات عورت سمجھ نہیں پاتی تھی کہ آپ کی اس کنایہ سے کیا مراد ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کسی انصاری عورت نے حیض کے غسل سے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے اسے بتا دیا کہ وہ کس طرح غسل کرے پھر آپ نے اسے فرمایا کہ خوشبو لگا ہوا کوئی ٹکڑا (یعنی کہ روئی کا ٹکڑا جس میں خوشبو لگی ہوئی ہو) لے لو اور پھر اس سے پاکیزگی حاصل کرو۔ عورت کہنے لگی کہ میں اس ٹکڑے سے پاکی کیسے حاصل کروں؟ آپ نے پھر فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کرلو۔ عورت نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس ٹکڑے سے طہارت کیسے حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس سے طہارت حاصل کرلو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کہا کہ اسے فلاں فلاں جگہ پر

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب کثرۃ حیاۂ صلی اللہ علیہ وسلم

رکھ لو اور اس سے خون کے نشان صاف کر لو اور اسے صراحت سے بتایا کہ روئی کے ٹکڑے کو کس جگہ پر رکھنا ہے۔

تو آپ اس جیسی وضاحت سے شرماتے تھے اور اسی طرح ایسی عورتیں بھی بہت کم ہوتی تھیں جو اپنی حیا اور نفس پر غالب آ کر پیش آنے والے واقعات کے متعلق نبی پاک ﷺ سے واضح طور پر سوال کر سکتی ہوں اس کی مثال ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو کہ صحیحین[1] میں مروی ہے۔ وہ پیش کرتے ہیں۔ جس میں آپ فرماتی ہیں کہ ام سلیم (ابوطلحہ کی بیوی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بے شک اللہ حق (بیان کرنے) سے نہیں شرماتا۔ (آپ بتایئے کہ) کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ عورت پانی دیکھے اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اور کہا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر بچہ اپنی ماں کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟

یہ کہنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ بچہ مرد اور عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے بچہ کبھی کبھار ماں کی شکل و صورت پر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ (الدھر:۲)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں پھر ہم نے اسے دیکھنے والا اور سننے والا بنا دیا“

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ امشاج یعنی اخلاط اور مشج اور مشیج ایسی شے کو کہتے ہیں جو آپس میں ملی ہوئی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے جب وہ آپس میں مل جائیں اور دیگر مشکل سوالات کی مثال بھی ایسی ہے

[1] (۱) صحیح بخاری۔ کتاب الغسل۔ باب اذا احتلمت المرأۃ
(۲) صحیح مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب وجوب الغسل علی المرأۃ

کہ ان کے جوابات دینا بعد میں امہات المومنین کے حوالے ہوتا تھا۔ لہذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين"[۱]

"کہ انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں کہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں انہیں کسی قسم کی حیا مانع نہیں ہوتی تھی"

انہی انصار میں سے بعض عورتیں ایسی تھیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندھیرے میں آتیں اور بعض دینی امور اور حیض، نفاس اور جنابت اور ان کے علاوہ دیگر مسائل پوچھتیں تو آپ کی ازواج مطہرات ان کے لئے بہترین معلمات اور مناسب توجیہہ بتانے والی ہوتی تھیں جن کی وجہ سے عورتوں نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کر لی۔

پھر یہ بات تو مشہور و معروف ہے کہ سنت مطہرہ صرف نبی پاک ﷺ کے قول پر منحصر نہیں بلکہ سنت آپ کے قول و فعل اور تقریر کو بھی مشتمل ہے اور یہ سب شریعت کی باتیں ہیں جن کی اتباع امت پر واجب ہے۔

ایسے حالات میں کون ہوتا جو آپ کے گھریلو افعال و احوال کو ہمارے واسطے بیان کرتا؟ سوائے ان عورتوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس اعزاز سے نوازا کہ وہ امہات المومنین اور رسول کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں بیویاں بن گئیں۔

اس میں شک نہیں کہ ازواج مطہرات آپ کے تمام احوال اور گھریلو افعال اور عادات کو نقل کرنے میں بہت بڑا مقام رکھتی ہیں تو آپ کی ان ازواج مطہرات میں کئی ایک معلمات اور محدثات بنیں جنہوں نے آپ کی ہدایات کو نقل کیا اور وہ قوت حفظ، فصاحت اور ذکاوت کے لحاظ سے مشہور ہوئیں۔

۲۔ قانون سازی کی حکمت:

اب ہم قانون سازی کی حکمت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ جو آپ کی متعدد شادیاں کرنے کی حکمت کا ایک جز ہے اور یہ حکمت انتہائی واضح ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك

آپ کی کثرت سے شادیاں کرنے سے جاہلیت کی مکروہ عادات کا خاتمہ ہو جائے اور اس کی مثال ہم (منہ بولا بیٹا بنانے کی بدعت) دے سکتے ہیں۔ کہ جو عرب میں اسلام سے پہلے رائج تھی اور یہ بدعت ان کے ہاں متوارث دین بن چکی تھی ان میں سے کوئی بھی ایک کسی ایسے شخص کو جو اس کا حقیقی بیٹا نہ ہوتا تھا اپنا بیٹا بنالیتا اور اس کو وہ اپنے بیٹے کے حکم میں شامل کر دیتا اور اسے حقیقی بیٹا سمجھتا تھا اور پھر وراثت، شادی، طلاق، محرمات، مصاہرت (سسرالی رشتے) اور محرمات نکاح وغیرہ میں اس کا حکم نسبی بیٹوں کا سا ہوتا تھا اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک امور تھے جن پر وہ لوگ کاربند رہتے تھے اور یہ تقلیدی دین تھا جس کی جاہلیت میں اتباع کی جاتی تھی ان میں سے کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بناتا اور اسے کہتا کہ ''انت ابنی ارثک و ترثنی'' (یعنی تو میرا بیٹا ہے میں تیرا وارث ہوں اور تو میرا وارث ہے) اس قسم کے حالات میں اسلام لوگوں کو باطل پر ٹھہرا ہوا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اور نہ ہی اس کا جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے پھرنا پسند کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو الہام فرمایا کہ آپ کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنائیے اور یہ واقعہ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا ہے۔ آپ نے دور اسلام سے قبل عرب کی عادات کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔

منہ بولا بیٹا بنانے میں ایک تعجب خیز قصہ اور عجیب و غریب حکمت ہے۔ جیسا کہ مفسرین اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور یہاں پر مناسب موقعہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور اس طرح نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اور اس دن کے بعد لوگوں نے اسے زید رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ کہنا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مروی ہے کہ

ان زید بن حارثه مولی رسول الله ﷺ ما كنا ندعوه الا زيد بن محمد حتى نزل القرآن ''اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ'' فقال النبي ﷺ انت زيد بن حارثه بن شراحيل.

"زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ہم اسے زید رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن نازل ہوا" ان کو ان کے باپوں (کے نام) سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے[1] جس پر نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو حارثہ بن شراحیل کا بیٹا زید ہے"

اور آپؐ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش الاسدی رضی اللہ عنہا سے کردی تھی۔ اگرچہ یہ کچھ عرصہ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں مگر سرد مہری سے پھر زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ ان کے آپس کے تعلقات بگڑنے لگے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سخت سخت باتیں کہنا شروع کیں اور اپنے آپ کو زیادہ معزز سمجھنے لگیں۔ کیونکہ وہ نبی پاک ﷺ کے بیٹا بنانے سے قبل ایک غلام تھے اور یہ حسب ونسب والی تھیں۔

اور ایک خاص حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے جب ایسا ہوا تو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا حکم دے دیا تاکہ (منہ بولا بیٹا بنانے کا) رواج باطل کردیا جائے اور دین کی بنیاد مستحکم کردی جائے اور رسم جاہلیت کو اس کی بنیادوں سمیت ختم کردیا جائے۔ لیکن نبی پاک ﷺ منافقوں اور فاجر لوگوں کی باتوں سے ہچکچاتے تھے کہ مبادا وہ اس میں زبان درازی کریں اور کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی پس آپؐ ابھی اس معاملے میں مذبذب تھے کہ رب تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔

"وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝" (سورۃ الاحزاب ۳۷)

ترجمہ: یعنی اور آپ لوگوں (کے طعن وتشنیع) سے ڈر رہے ہیں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب ادعوهم لآبائهم

حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں پس
جب زید نے ان سے اپنی غرض پوری کرلی تو ہم نے آپ کا اس سے
نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کو اس بات میں حرج نہ ہو کہ وہ اپنے منہ
بولے بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرلیں جب وہ ان سے اپنی غرض
پوری کرلیں اور اللہ کا کام ہر حال میں پورا ہو کر رہتا ہے''

چنانچہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورۃ الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: ''محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں۔
بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے
والا ہے'' (سورۃ الاحزاب:۴۰)

اور یہ شادی اللہ کے حکم سے تھی۔ خواہش اور شہوت کو پورا کرنے کے لئے نہیں تھی۔
جیسا کہ بعض جھوٹی اور لغو باتیں پھیلانے والے اللہ کے دشمن کہتے ہیں۔ اور آپ کی یہ
شادی پاکیزہ مقصد اور بہت بڑی غرض سے تھی' اور وہ تھا جاہلیت کی عادات کا باطل کرنا اور
بے شک اللہ عزوجل نے اس شادی کی غرض کو وضاحت سے بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا
قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (سورۃ الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: ''تاکہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں
کی بیویوں کے بارے میں جب وہ ان سے اپنی مرضی پوری کرلیں''

امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

''ان زینبؓ كانت تفخر على ازواج النبی ﷺ تقول
زوجكن اهاليكن و زوجنی الله من فوق سبع سمٰوٰت''

ترجمہ: ''زینب رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دوسری بیویوں پر فخر کرتی

تھیں کہ تمہاری شادیاں تمہارے گھر والوں نے کی ہیں اور میری
شادی اللہ نے سات آسمانوں پر کی ہے"
اور اسی طرح یہ شادی قانون شریعت کے لئے تھی اور حکیم وعلیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔ پاک ہے جس کی حکمت کا عقل کے ذریعے احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمادیا ہے:

"وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا" (بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ: "اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"

۳۔اجتماعی حکمت:

تیسری حکمت اجتماعی تھی جو کہ آپ کے وزیر اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے میں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کے وزیر ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے اور خود کو قریش کے رشتہ دامادی ونسب میں لانے اور ان کی متعدد عورتوں سے شادی کرنے میں ظاہر ہے۔ اور یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے آپ کا متعدد قبائل اور خاندانوں کے ساتھ مضبوط ترین رابطہ پیدا ہو گیا اور آپ نے ان کے دلوں کو ایسا بنادیا کہ وہ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور دعوت ایمان اور اسلام کی سربلندی کے لئے آپ کے ساتھ متحد ہو گئے۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور بے شک وہ ابوبکر صدیق ہی تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور انہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے رسول کی طرف سے دفاع اور حمایت کے لئے پیش کردیا تھا اور انہوں نے اسلام کی راہ میں شدید اذیتوں کو برداشت کیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وما لأحد عندنا يدا لا و قد كافيناه ما خلا ابابكر فان له
عندنا يدا يكافيه الله تعالىٰ يوم القيامة وما نفعني مال
احد قط ما نفعني مال ابي بكر و لو كنت متخذا خليلا

لأتخذت أبابكر خليلا الاوان صاحبكم خليل الله تعالى'' (رواہ الترمذی، جامع ترمذی، ابواب المناقب۔ مناقب ابی بکرؓ)

ترجمہ: ''ہم پر کسی کا کوئی ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ نہ چکا دیا ہو۔ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان کے احسان کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن دے گا اور جتنا نفع مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔ اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ خبردار تمہارا صاحب (ساتھی) اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے'' (اس کو ترمذی نے روایت کیا)

پس نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی صلہ نہ پایا کہ آپ نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر لی اور اس طرح ان کے درمیان (سسرالی رشتہ) قائم ہو گیا۔ جس نے ان کی باہم دوستی اور رابطے کو مزید مستحکم کر دیا۔

اسی طرح آپ نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مزید استحکام صداقت اخلاص اور راہ دین میں جان نثاری کی صورت میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی۔ اور عمرؓ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جن کے ذریعے اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور مینار اسلام کو بلند کیا۔ آپ کا ان سے دامادی کے رشتے سے منسلک ہو جانا ان کی راہ اسلام میں دی جانے والی قربانیوں کا بہترین صلہ تھا اور اس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اپنے وزیر اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین شرف ومنزلت اور مصاہرت میں مساوات فرما دی۔

پس آپ کا ان دونوں بزرگوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا ان کے لئے بہت بڑا شرف تھا۔ بلکہ بہت بڑا صلہ اور احسان تھا اس شرف کے علاوہ کسی اور شرف سے انہیں اپنی زندگی میں عزت دینا ممکن بھی نہ تھا۔ تو پھر اس اعتبار سے آپ کی سیاست کس قدر عظیم ہوئی؟ اور اپنے مخلص وفاداروں کے لئے کتنا عظیم صلہ ہوا اسی طرح آپؐ نے اپنے اس اکرام کو

حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹیاں بیاہ کر مساوی کر دیا۔

اور یہ ہی وہ چار ہیں جو آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے ہیں اور آپ کی شریعت کو پھیلانے اور آپؐ کی دعوت کو قائم کرنے میں آپ کے خلیفہ بھی تھے۔ تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا حکمت اور کیسی گہری نظر ہو سکتی ہے؟

۴۔ سیاسی حکمت:

آپؐ نے بعض عورتوں سے شادی قبائل کو اپنے ساتھ ملانے اور لوگوں کی تالیف قلب کے لئے بھی کی تھی۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ جب آدمی کسی قبیلے یا خاندان کی عورت سے شادی کرتا ہے تو اس کے اور قبیلے والوں کے درمیان سسرالی نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص اپنی طبیعت کی بدولت انہیں اپنی نصرت وحمایت کے لئے جمع بھی کر لیتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند مثالیں بھی بیان کریں گے تاکہ ہمارے لئے اس کی حکمت مزید واضح ہو جائے۔ جسے رسول اکرم ﷺ نے ان شادیوں کے پیچھے اپنا ہدف بنایا تھا۔

پہلی مثال:

قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا ہے۔ جو اپنی قوم اور خاندان کے ساتھ قید ہوئی تھیں۔ قید ہونے کے بعد انہوں نے اپنا فدیہ دینا چاہا لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپؐ سے کچھ مالی امداد حاصل کریں۔ جس پر آپؐ نے (جویریہ رضی اللہ عنہا) کے سامنے فدیہ معاف کرنے اور ان سے شادی کرنے کی تجویز پیش فرمائی۔ جسے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے قبول فرمالیا اور آپؐ نے ان سے شادی کر لی، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے دیگر رشتہ دار جن مسلمانوں کی قید میں تھے جب انہیں نبی پاک ﷺ کی اس شادی کی خبر ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہماری قید میں ہوں؟

لہٰذا انہوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب بنو مصطلق نے اس شرافت، بلندی کردار اور مروت کو دیکھا تو تمام کے تمام اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل

ہو گئے اور مومن بن گئے۔

آپؐ کی یہ شادی خود سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی قوم اور خاندان کے لئے برکت کا باعث بنی۔ کیونکہ یہی (شادی) تو ان کے اسلام لانے اور آزادی کے حصول کا سبب بنی تھی۔ اس اعتبار سے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لئے عظیم ابرکت ثابت ہوئیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

ترجمہ: غزوہ بنی مصطلق کے نتیجے میں مال غنیمت کے طور پر بہت سارے قیدی رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئے ان میں عورتیں بھی تھیں تو آپؐ نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال لیا پھر باقی ماندہ مال غنیمت کی تقسیم آپؐ نے اس طرح فرمائی کہ گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ تو جویریہ بنت حارث، ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئیں: ''اے اللہ کے رسول میں جویریہ بنت حارث ہوں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور میں جس مصیبت میں مبتلا ہو کر حاضر ہوئی ہوں آپ اس سے واقف ہی ہیں ثابت نے میری رہائی کے مسئلے میں ۹۔ اوقیہ پر مجھ سے مکاتبت کر لی ہے۔ لہٰذا میری آزادی کے مسئلے میں میری مدد فرمائیں''۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''اے جویریہ کیا اس سے بہتر کی بھی تمہیں ضرورت ہے؟'' تو جویریہ نے عرض کیا: ''وہ کیا ہو سکتی ہے؟'' جس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا'' میں آپ کی طرف سے زر کتابت ادا کر کے آپ سے نکاح کر لیتا ہوں'' تو جویریہ نے کہا مجھے یہ تجویز قبول ہے۔

پھر جب یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال ہماری قید میں ہوں؟ لہٰذا ان کے ہاں بنی مصطلق کے جتنے بھی قیدی تھے ان سب کو انہوں نے آزاد کر دیا اور اس طرح نبی پاک کے ان کی قوم کے سردار کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے (۱۰۰) گھروں تک آزادی کی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

دوسری مثال:

اور اسی طرح آپؐ کا صفیہ بنت حیی بن اخطب سے شادی کرنا تھا جو غزوہ خیبر میں اپنے خاوند کے قتل کے بعد قید ہو گئی تھیں اور ایک مسلمان کے حصے میں آئی تھیں۔ اہل رائے

اور صاحب مشورہ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی ہیں اور یہ نبی پاک ﷺ کے لیے مناسب رہیں گی۔ لہٰذا انہوں نے یہ مسئلہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپؐ نے انہیں بلایا اور دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دے دیا۔ (۱) یہ کہ آپؐ انہیں آزاد کر دیں اور پھر ان سے شادی کر لیں اور وہ آپؐ کی بیوی بن جائیں۔ (۲) یا پھر انہیں آزاد کر دیا جائے اور وہ اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ آپؐ کی بیوی بن جائیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے آپؐ کی جلالت و عظمت اور حسن معاملہ کو دیکھا تھا۔ تو نہ صرف یہ کہ وہ خود بھی اسلام لے آئیں بلکہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے کئی اور لوگ بھی اسلام لے آئے۔

صفیہ رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ یہودیوں میں سب سے زیادہ تمہارا باپ میرا دشمن تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کر دیا جس پر صفیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" (الانعام۔ ۱۶۴)

ترجمہ: "کوئی جان کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی"

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب آپ کو اختیار ہے اگر آپ اسلام قبول کریں گی تو میں آپ کو اپنے لئے روک لوں گا اور اگر آپ یہودیت کو پسند کریں گی تو میں آپ کو آزاد کر دوں گا۔ پھر آپ اپنی قوم میں واپس چلی جانا جس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں نے اسلام کو پسند کر لیا اور میں نے آپ کی تصدیق تو اس سے قبل ہی کر دی تھی۔ جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا اور یہودیت میں اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ میرا اس میں باپ اور نہ ہی بھائی ہے اور آپ نے مجھے کفر اور اسلام کا اختیار دیا۔ پس اللہ اور اس کا رسول مجھے آزادی اور اپنی قوم کی طرف لوٹ جانے سے زیادہ محبوب ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے لئے روک لیا۔

اور اسی طرح آپؐ کا سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا ہے اور ابوسفیان اس وقت شرک کا علمبردار اور نبی پاک ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور

اس کی بیٹی مکہ میں اسلام لا چکی تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ اپنے دین کے تحفظ کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور وہیں پر ان کے شوہر فوت ہو گئے اور وہ تن تنہا اکیلی رہ گئیں ان کا کوئی مددگار اور غمگسار نہ تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کو ان کی تنہائی اور بے بسی کا علم ہوا تو آپؐ نے حبشہ کے بادشاہ (نجاشی) کی طرف پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپؐ سے کر دیں نجاشی نے جب یہ پیغام ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا تو انہیں اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کیفیت کو رب ہی جانتا ہے اس لئے کہ اگر وہ اپنے والدین اور خاندان کی طرف لوٹ جاتیں تو وہ انہیں مرتد بنانے اور پھر سے کفر کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے یا انہیں سخت ترین سزا دیتے اور نجاشی نے اپنی طرف سے انہیں چار سو دینار اور کچھ عمدہ تحائف بھی دیئے جب وہ مدینہ لوٹ آئیں تو نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔

جب ابو سفیان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اس شادی کو برقرار رکھا اور کہا کہ ''هو الفحل لا یقدع انفه'' کہ وہ ایسا نر ہے کہ جس کی ناک نہیں کاٹی جا سکتی اور اس نے رسول اللہ ﷺ پر فخر کیا اور اپنے ساتھ نبی پاک ﷺ کی رشتہ داری کو برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اسلام کی ہدایت عطا فرما دی۔

اور یہاں سے ابو سفیان کی بیٹی کے ساتھ آپؐ کی شادی کرنے میں ہمارے لئے بہت بڑی حکمت ظاہر ہوتی ہے وہ اس طرح کہ یہ شادی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپؐ کی تکالیف و اذیتوں میں تخفیف کا سبب بنی۔ خاص طور پر نبی اکرم ﷺ اور ابو سفیان کے درمیان نسبت و قرابت ہونے کے باوجود اس وقت بنو امیہ میں سے رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ مخالف ابو سفیان ہی تھا اور آپؐ اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا۔ ان حالات میں آپؐ کا اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا خود اس کے اور اس کی قوم اور خاندان والوں کے دل کو نرم کرنے کا سبب بنی کیونکہ آپ نے بھی تو دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کرنے کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے انہیں اپنے لئے پسند فرما لیا تھا۔ غور کیجئے آپ کی سیاست کس قدر پاکیزہ اور حکمت سے بھرپور تھی جب کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی متعدد شادیوں کی حکمت بیان کر دی تو اب ہم امہات المومنین (رضی اللہ عنہن) سے متعلق گفتگو

کریں گے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے پسند فرمایا اور ان کو سید المرسلین کی نسبت زوجیت کے باعث شرف عظیم سے نوازا اور ان کو اعلیٰ ترین پاک اور صاف عورتوں میں سے منتخب فرمایا اور انہیں احترام اور تعظیم کے وجوب میں اور رسول اللہ ﷺ کی عزت کی وجہ سے آپ کے وصال کے بعد بھی ان کے ساتھ کسی بھی دوسرے کے نکاح کی حرمت میں مومنوں کی مائیں بنایا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے۔ جس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ"

(الاحزاب:۶)

ترجمہ: "نبی ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝"

(الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: "اور تمہیں زیب نہیں دیتا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاؤ اور تمہیں اس بات کی بھی اجازت نہیں کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے"

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

"شرف الله تعالیٰ ازواج نبيه ﷺ بان جعلهن امهات المؤمنين اى فى وجوب التعظيم و المبرة والاجلال و حرمة النكاح على الرجال فكان ذلك تكريماً لرسوله و تشريفا لهن"

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو اس طرح شرف بخشا کہ انہیں مؤمنوں کی مائیں بنایا۔ یعنی ان کے لئے وجوب تعظیم میں ان کے ساتھ حسن سلوک اور مردوں پر ان کے ساتھ نکاح حرام ہونے میں یہ سب کچھ اپنے رسول ﷺ اور ان کی تکریم کی خاطر تھا''

امہات المومنین!

جن سے نبی کریم ﷺ نے شادی کی ان کی تعداد دس سے زائد ہے اور مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی: سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

دوسری: سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

تیسری: سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا

چوتھی: سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

پانچویں: سیدہ زینب بنت جحش الاسدیہ رضی اللہ عنہا

چھٹی: سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ساتویں: سیدہ ام سلمہ (ھندہ بنت ابی امیہ المخزومیہ) رضی اللہ عنہا

آٹھویں: سیدہ ام حبیبہ (رملہ بنت ابی سفیان) رضی اللہ عنہا

نویں: سیدہ میمونہ بنت الحارث الھلالیہ رضی اللہ عنہا

دسویں: سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

گیارہویں: سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا

۱۔ سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ:

یہ آپ کی سب سے پہلی بیوی ہیں۔ جن سے آپ نے نبوت سے پہلے شادی کی تھی اور اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی اور حضرت خدیجہ بیوہ تھیں۔ اور ان کی عمر چالیس برس تھی اور یہ سب سے پہلے ابو ہالہ بن زرارہ کی منکوحہ تھیں۔ اور ابو ہالہ کے بعد عتیق بن عائذ

کے نکاح میں آئیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے ان کی شادی ہوئی۔ جیسا کہ (الاصابہ) میں ہے۔ اور آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کی درست رائے اور عمدہ ذہانت کی بناء پر پسند فرمایا۔ اور یہ شادی ایک مناسب حکمت پر تھی اور ان کے درمیان عمر کا فرق کوئی ایسا امر نہ تھا جو شادی کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہوتا۔

کیونکہ آپؐ کا مقصد شہوت پورا کرنا نہ تھا۔ بلکہ اصل مقصد انسانیت کا شرف و کمال تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو رسالت کی ذمہ داری اور دعوت و تبلیغ کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار کرنا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ پاکباز، صاف ستھری، عقل مند اور ذہین خاتون عطا فرمائی۔ تاکہ وہ دعوت کے پہنچانے اور پیغام رسالت کو عام کرنے میں آپ کی مدد کرے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پختہ عقل اور صحیح رائے پر گواہی اس بات سے بھی ملتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس غار حرا میں جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپؐ غار حرا سے اس کیفیت میں گھر تشریف لائے کہ آپ کا دل گھبرا رہا تھا۔ آپ نے اپنی رفیقہ حیات کے پاس پہنچتے ہی فرمایا (زملونی زملونی) مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو یہاں تک کہ آپ سے وہ خوف جاتا رہا۔ اور پھر آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پورے واقعہ کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کا بھی خطرہ ہو گیا تھا۔ جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ نہیں نہیں۔ بلکہ آپ کو تو خوشخبری ہو اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں کمزوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور لاچار کو کما کر دیتے ہیں مہمان کی عزت کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات پر مدد کرتے ہیں۔ (یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی جوانی کی بہار خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزار دی لیکن ان کے ہوتے ہوئے آپؐ نے کوئی دوسری شادی نہ کی اور نہ ہی ان کی طرح کسی اور کو آپ نے چاہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک کیا کرتی تھیں باوجود اس کے کہ ان کے ساتھ کبھی ملاقات بھی نہ ہوئی تھی۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کا ذکر کیا تو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جرأت کرتے ہوئے کہا کہ وہ تو بوڑھی تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بھی بہتر بدلہ عطا فرمایا۔ اس سے مراد ان کی اپنی ذات تھی۔ تو نبی ﷺ ان کی اس بات سے ناراض ہوئے اور آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر بدلہ عطا نہیں فرمایا وہ تو ایسے وقت میں مجھ پر ایمان لائیں جب لوگوں نے انکار کیا اور انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور انہوں نے اپنے مال سے اس وقت میری مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی کسی اور عورت سے اولاد نہیں دی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اب میں اس کے بعد کبھی بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر برائی سے نہیں کروں گی۔

''امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی بھی بیوی پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا کہ میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک کیا۔ حالانکہ میں نے انہیں کبھی دیکھا تک نہ تھا۔ لیکن نبی ﷺ ان کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ اور بعض اوقات کوئی بکری ذبح کرتے تو اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بھجوا دیتے اور بسا اوقات میں آپؐ سے کہا کرتی کہ دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور عورت تھی کہ نہیں؟ تو آپ فرماتے کہ ''ہاں ہاں'' وہی تو ایک تھیں اور انہی سے مجھے اولاد بھی ملی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پچیس برس تک رہیں پندرہ برس قبل نبوت اور دس برس نبوت کے بعد لیکن ان کے ہوتے ہوئے نبی پاک ﷺ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ تمام اولاد انہیں سے ہوئی اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے جوارِ رحمت کی طرف انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر ۵۰ برس تھی اور آپؐ کے پاس ان کے سوا کوئی اور بیوی نہ تھی۔ آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ہی متعدد شادیاں کیں اور وہ بھی بعض ان حکمتوں کی وجہ سے جنہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو اور انہیں راضی کر دے اور ان کا مسکن و ماویٰ جنت بنائے ۔ (آمین)

۲۔ سیدہ سودہ بنت زمعہؓ

نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپؓ سے شادی کی اور آپؓ سکران بن عمرو انصاری کی بیوی تھیں نبی ﷺ سے عمر میں بڑی ہونے کے باوجود آپ کی ان سے شادی کرنے میں یہ حکمت تھی کہ وہ مومنہ اور مہاجرہ تھیں ۔

ان کے شوہر دوسری ہجرت سے لوٹنے کے بعد وفات پا گئے تھے اور آپ تنہا رہ گئی تھیں اور آپ کا کوئی عیالدار اور مددگار نہ تھا اگر آپ اپنے خاوند کی وفات کے بعد اپنے خاندان کی طرف لوٹ جاتیں تو اہل خاندان آپ کو ترک اختیار کرنے پر مجبور کرتے یا انہیں سخت ترین سزائیں دیتے تاکہ انہیں اسلام سے روگرداں کر دیں اس وجہ سے نبی ﷺ نے ان کی کفالت کو پسند فرمایا اور ان سے شادی کر لی اور یہ انتہائی درجے کا احسان اور عزت کا شرف سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اخلاص کے ساتھ ایمان لانے کی وجہ سے تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی غرض شہوت پورا کرنا ہوتی جیسا کہ مکار مستشرقین کا گمان ہے تو آپؐ ایسی عمر رسیدہ بیوہ جن کی عمر پچپن (۵۵) برس تھی کے بدلے کسی کنواری لڑکی سے شادی کرتے لیکن آپ تو ذہانت، دلیری اور مروت کی اعلیٰ مثال تھے۔ آپ کی غرض ان کی حمایت اور ان پر شفقت و مہربانی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی تاکہ وہ اپنی بقیہ زندگی آپ کے زیر کفالت گزار دیں ۔

۳۔ سیدہ عائشہ بنت ابی بکرؓ

جب رسول کریم ﷺ نے ان سے شادی کی تو یہ اس وقت کنواری تھیں اور آپ کی ازواج مطہرات میں سے صرف یہی کنواری تھیں ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں سب سے زیادہ ذہین اور قوی حافظے والی تھیں ۔ بلکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ عالمہ بھی تھیں اور بڑے بڑے علماء صحابہ آپ سے بعض ایسے احکام کے بارے میں سوال

کرتے تھے جو انہیں مشکل لگتے اور وہ ان مسائل کو حل فرما دیتی تھیں۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بھی ہم (اصحاب رسول ﷺ) کو کوئی حدیث مشکل لگتی تو ہم عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو اس سے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی نہ کوئی معلومات ضرور ہوتیں۔

ابو الضحیٰ سے مسروق نے روایت کیا ہے کہ میں نے بڑے بڑے اصحاب رسول ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض سے متعلق سوال کرتے دیکھا۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے طب، فقہ، اور شعر میں عائشہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ کتب حدیث ان کے بیش بہا علم اور ان کی سمجھداری پر گواہ ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی اور صحابی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ احادیث روایت نہیں کیں۔

آپؐ اپنی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے اور آپؐ ان کے ساتھ باری کی تقسیم کے معاملے میں برابری فرماتے تھے اور یہ دعا بھی فرماتے تھے:

"اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما لا أملك"[1]

ترجمہ: "اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں اور جس میں میرا اختیار نہیں اس میں مجھے ملامت نہ کرنا"

اور جب تخییر کی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں جب تک تم اپنے والدین سے مشورہ نہ کر لو تب تک اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حالانکہ نبی

[1] (۱) سنن ابی داؤد۔ کتاب النکاح۔ باب فی القسم بین النساء۔ (۲) جامع ترمذی۔ ابواب النکاح۔ باب ما جاء فی التسویہ بین الضرائر۔ (۳) سنن الدارمی۔ کتاب النکاح باب فی القسم بین النساء۔ (۴) مشکوٰۃ للالبانی۔ کتاب النکاح۔ باب القسم

کریم ﷺ کو یہ خبر تھی کہ میرے والدین مجھے آپ ؐ سے جدائی اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیں گے۔ پھر آپ ؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت پڑھ کر سنائی:

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا. (الاحزاب ۲۸)

ترجمہ: "اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیا اور اس کی زینت کی خواہاں ہو"

جس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ بے شک میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو چاہتی ہوں۔

بے شک رسول اللہ ﷺ کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا داماد بننا ان کے لئے اس دنیاوی زندگی میں ان پر بہت بڑا احسان اور احسان شناسی تھا اسی طرح سے آپ ؐ کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا۔ اور آپ کے ازدواجی فضائل اور احکام شریعت خاص طور پر عورتوں سے متعلق مسائل کی نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ تھا جیسا کہ ہم تعلیمی حکمت کا تذکرہ کرتے وقت بیان کر چکے ہیں۔

۴۔ سیدہ حفصہ بنت عمرؓ:

جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کی تو اس وقت یہ خنیس بن حذافہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھائے وہ بہت دلیر اور بہادر شخص تھے۔ جن کی بہادری، جوانمردی اور جہاد کے واقعات سے تاریخ کے کئی صفحات بھرے پڑے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے والد عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی تھی۔ لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ان (حفصہ رضی اللہ عنہا) سے شادی کر لی۔ نبی ﷺ کا ان سے شادی کرنا دراصل ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی اور ان پر بہت بڑا احسان و اکرام تھا۔

امام بخاریؒ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حفصہ رضی اللہ عنہا

خنیس بن حذافہ سے) بیوہ ہو گئیں (جو معرکہ بدر میں موجود تھے اور مدینہ میں فوت ہوئے)
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عثمان سے ملے اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ رضی اللہ عنہا
سے کر دوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے بارے میں سوچوں گا۔ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے چند راتیں گذارنے کے بعد کہا کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ میں
(حفصہ رضی اللہ عنہا) سے شادی نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد میں میں
نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ رضی اللہ عنہا سے کر دوں۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ فی الحال مجھے عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے رویے پر قلق تھا اس کے بعد کچھ راتیں گذریں تو نبی کریم ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے
شادی کا پیغام بھیجا اور میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی آپؐ سے شادی کر دی اس کے بعد
ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ جب آپ نے مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش
کی تھی تو میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید آپ نے مجھ پر کچھ تردد کے آثار محسوس
کیے ہوں میں نے کہا ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس لئے آپ کو کوئی جواب نہیں
دیا تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول ﷺ نے ایک مرتبہ اس کا ذکر فرمایا تھا پس میں نہیں چاہتا تھا
کہ آپؐ کا راز فاش کروں اگر آپؐ اسے چھوڑ دیتے تو میں اسے قبول کر لیتا[1] یہ وہ مسلم
ذہانت بھری سچی جوانمردی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
اپنی امانت کو محفوظ کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ کسی نیک آدمی پر اپنی بیٹی پیش کرتے ہوئے
کوئی عار محسوس نہیں کر رہے تھے۔ اس لئے کہ شادی بھلائیاں حاصل کرنے کا بہترین
ذریعہ ہے اور آج ہم احکام اسلامیہ سے مسلمانوں کی جہالت کے سبب کہاں پہنچے ہوئے
ہیں کہ وہ (جاہل مسلمان) اپنی بیٹیوں کو بغیر شادی کرائے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کے ہاں
کسی مالدار کا رشتہ آئے۔

۵۔ سیدہ زینب بنت خزیمہؓ:

حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپؐ نے ان سے شادی کی اور وہ بہادر

[1] صحیح بخاری۔ کتاب النکاح، باب عرض الانسان ابنتہ اواختہ علی اھل الخیر۔

پہلوان شہید اسلام عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوہ تھیں۔ جو غزوہ بدر کے پہلے ہی مقابلے میں شہید ہو گئے تھے۔ اور اپنے خاوند کی شہادت کے بعد وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور ان کے زخموں پر مرہم پٹی لگانے کا فریضہ انجام دینے میں مصروف تھیں۔ ان کے خاوند کی شہادت بھی انہیں فریضہ انجام دینے سے غافل نہ کر سکی۔ یہاں تک کہ مشرکین کے ساتھ پہلے ہی معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فتح نصیب فرمائی اور جب نبی کریم ﷺ کو ان کے صبر، ثابت قدمی اور ان کے جہاد کا علم ہوا اور ان کی نگہداشت کرنے والا کوئی نہ دیکھا تو آپؐ نے انہیں اپنے لئے پیغام بھیجا اور اس طرح آپؐ نے انہیں سہارا دیا اور ان کے حامی و مددگار کے فوت ہونے کے بعد ان کے شکستہ دل کو اطمینان بخشا۔

فضیلۃ الشیخ محمد محمود الصواف نے اپنے رسالہ (زوجات النبی ﷺ الطاھرات) میں ان کے خاوند کی شہادت کے واقعہ اور ان کے عظمت کردار کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان (سیدہ زینب بنت خزیمہ) سے شادی فرمائی تھی تو اس وقت ان کی عمر (۶۰) برس کی ہو چکی تھی اور وہ آپؐ کے ساتھ زندگی کے صرف دو برس گذار سکیں۔

اب اس مبارک شادی اور اس کے انتہائی پاکیزہ مقصد سے متعلق تہمت بازوں کا کیا خیال ہے؟ کیا اس میں بھی انہیں کوئی ایسے شے مل رہی ہے جس کی وجہ سے وہ کوئی جھوٹ اور بہتان تراشی کر سکیں؟ کیا وہ اس میں شہوت اور خواہش کا کوئی شائبہ تک محسوس کرتے ہیں؟ جبکہ آپؐ تو عالم انسانیت کے لئے وہ سب سے بڑے رسول تھے کہ جو نہ صرف پاک دامن، عظیم اور صاحب فضل و احسان تھے بلکہ سارے جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے۔ مطلب پرست مستشرقین کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ خوف کریں اور علمی امانت کو صحیح طریقے سے ادا کریں۔ اس میں خیانت نہ کریں۔ مگر کیا کریں انہوں نے تو خبیث مقاصد کے حصول کے لئے علوم اسلامیہ پڑھے اور سیکھے ہیں اور خاص طور پر محسن انسانیت ﷺ کی جناب میں گستاخی کرنے اور ان سے متعلق لوگوں کو مکر و فریب اور دھوکہ دینے کے لئے۔

۷۔ سیدہ زینب بنت جحشؓ:

آپؐ نے جب ان سے شادی کی تو اس وقت یہ طلاق یافتہ تھیں اور یہ آپؐ کی پھوپھی

زاد بہن تھیں ان سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے شادی کی پھر آپس میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی بناء پر انہیں طلاق دے دی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان سے ایک حکمت کی بناء پر شادی کرلی کہ آپؐ کی دیگر ازواج میں سے کسی ایک کی بھی شادی کی حکمت اس شادی کی حکمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اور وہ تھی (بدعت التبنی) کا ابطال (یعنی منہ بولے بیٹے کی بدعت کو ختم کرنا) اور شرعی حکمت کی بحث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

اور یہاں پر اسلام اور نبی علیہ السلام کے خلاف بغض رکھنے والے مکار مستشرقین اور ان کے گھٹیا (بے دین) گمراہ چیلوں کو زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی شادی کے واقعہ سے طاہر و زکی نبی کریم ﷺ کی ذات میں طعن و تشنیع کا موقع ملتا ہے اور بعض کتب تفسیر میں اسرائیلی روایات کی وجہ سے انہوں نے غلط باتوں کو مزین کرلیا ہے۔ ان کا سوء ظن ہے کہ نبی علیہ السلام ایک مرتبہ زید رضی اللہ عنہ کے گھر سے گذرے اور زید رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں نہ تھے آپؐ نے زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور دیکھتے ہی پسند کرلیا اور ان کی محبت آپؐ کے دل میں گھر کر گئی اور آپؐ نے فرمایا "سبحان مقلب القلوب" (پاک ہے دلوں کا پھیرنے والا) زینب رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ سن لئے جب ان کا خاوند واپس آیا تو زینب رضی اللہ عنہا نے جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ سے سنا تھا وہ اپنے خاوند کو بتا دیا۔ اس کے خاوند نے محسوس کیا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپؐ کو پسند آگئی ہے۔ پس زید رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن آپؐ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو۔ حالانکہ آپؐ کے دل میں کچھ اور بات تھی۔ مگر زید رضی اللہ عنہ نے محض اس بناء پر زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی کہ نبی ﷺ ان سے شادی کرلیں۔ اس غلط دعوے اور بہتان کا رد کرتے ہوئے ابن عربی نے اپنی تفسیر (احکام القرآن) میں لکھا ہے۔

ان مخالفین کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور وہ آپؐ کو پسند آگئیں باطل دعویٰ ہے اس لئے کہ آپؐ نے تو ان کو پہلے ہی دیکھا ہوا تھا حالانکہ اس وقت تو پردے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا اس وقت تو وہ آپ کو پسند نہ آئیں۔ مگر اس وقت پسند

آ گئیں جب ان کی شادی ہوگئی اور انہوں نے اپنے آپ کو اپنے شوہر کے حوالے کر دیا؟ تو اب جو خواہش نفسانی سرے سے تھی ہی نہیں اس نے کیسے جنم لے لیا؟ یقیناً اس مقدس اور پاکیزہ دل کا نسبت باطلہ اور فاسدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ" (طٰہٰ:۱۳۱)

ترجمہ: "آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے کافروں کے چند گروہوں کو لطف اندوز کیا ہے۔ یہ محض دنیاوی زندگی کی زیب وزینت ہیں تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں"

اور ابن عربیؒ نے ان اسرائیلی روایات کی چھان بین کے بعد کہا ہے کہ وہ تمام کی تمام روایات ساقط الاسناد ہیں۔

معزز قارئین!

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے مختلف حالات پر گہری نگاہ ڈالنے سے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کے گھریلو حالات کی بدمزگی دراصل ان دونوں کی ازدواجی زندگی میں جدائی کا شاخسانہ تھا۔ اس لئے کہ زینب رضی اللہ عنہا حسب ونسب کے اعتبار سے ایک معزز اور شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کل تک ایک غلام تھے اور اللہ تعالیٰ زینب رضی اللہ عنہا کی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے ذریعے چاہتا تھا کہ سابقہ عصبیت کی بنیاد اور جاہلیت کے جھوٹے معیار شرف کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے اور اسلام نے تو دین وتقویٰ ہی کو معیار شرف بنایا ہے۔ پھر جب رسول اکرم ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا پر زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کرنے کا معاملہ پیش فرمایا تو زینب رضی اللہ عنہا نے منع کر دیا اور اپنے حسب ونسب پر فخر کرتے ہوئے انکار کر دیا جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ

يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:۳۶)

ترجمہ: ''کسی صاحب ایمان مرد اور عورت کے لئے یہ بات لائق و زیبا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر (معاملے) کے بارے میں فیصلہ صادر فرما دیں تو پھر ان کے لئے اس معاملے میں کوئی اختیار باقی ہو اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا پس تحقیق وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا''

اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور محمد ﷺ تو زینب رضی اللہ عنہا کو بچپن ہی سے جانتے تھے۔ کیونکہ وہ تو آپؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا کو آپ سے کون روک سکتا تھا اور یہ کیسے ہوتا ہے کہ ایک انسان کسی عورت کو کسی شخص پر پیش کرے اور وہ کنواری بھی ہو۔ یہاں تک کہ جب اس کی شادی کرا دے اور وہ کنواری بھی نہ رہے تو پھر اس میں دلچسپی لینے لگے؟

حقیقت یہ ہے کہ وہ (مستشرقین) ایک ایسی قوم ہیں کہ جو صرف بے عقل ہی نہیں بلکہ بغیر سوچے سمجھے ہی منہ سے کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے رسول ﷺ پر بہتان لگایا کہ جس بات کو محمد ﷺ نے دل میں چھپا رکھا تھا وہ زینب رضی اللہ عنہا کی محبت تھی۔ اور اس لئے آپ کو عتاب بھی کیا گیا تھا (نعوذ باللہ)۔ اب کیا ایسا بہتان سمجھ میں آ سکتا ہے؟ اور کیا اس وجہ سے آپؐ کو عتاب کیا گیا کہ آپؐ نے اپنے پڑوسی کی عورت کے لئے کھلم کھلا اپنی محبت کا اظہار کیوں نہ کیا؟

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (النور:۱۶)

ترجمہ: ''(اے اللہ) تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے''

اور پھر اس سلسلہ میں تو آیت مبارکہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب اس چیز کو ظاہر کر دے گا جسے رسول اللہ ﷺ نے مخفی کیا ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ" (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: "اور آپ اپنے دل میں جسے مخفی رکھے ہوئے تھے اللہ اسے ظاہر فرمانے والا تھا"

تو پھر اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز کو ظاہر فرمایا؟ کیا زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت کو ظاہر کیا؟ (معاذ اللہ) نہیں ہرگز نہیں جس چیز کو اللہ نے ظاہر کیا وہ تھا "متبنیٰ" (منہ بولے بیٹے) کے حکم کو باطل کرنے کے لئے زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بحکم الٰہی شادی کرنے کی رغبت لیکن آپ منافقوں کی چہ میگوئیوں سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو ظاہر فرما دیا۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے مخفی رکھا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ" (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: "پھر جب زید رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے اس (زینب رضی اللہ عنہا) کا نکاح آپؐ سے کر دیا تاکہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (شادی کر لیں)"

اور اس طرح سید المرسلین ﷺ کی عفت طہارت و پاکدامنی پر دلالت کرنے والے واضح اور روشن دلائل کے سامنے افتراء پردازوں کے وہ سارے زعم باطل ہو جاتے ہیں۔ جنہیں فریب کاروں نے آپؐ کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔

۷۔ سیدہ ام سلمہ ہند المخزومیہؓ:

رسول اللہ ﷺ نے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو اس وقت یہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد[1] کی بیوہ تھیں اور ان کے شوہر پہلے پہل اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے اور انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے دین کے

[1] عبداللہ بن عبدالاسد کی کنیت ابو سلمہ تھی۔ (۱) المعارف۔ لابن قتیبہ۔ ازواج النبی ص ۲۹، ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی

تحفظ کی خاطر اپنے خاوند کے ساتھ نکلی تھیں اور اس دوران ان کے ہاں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے اب وہ اوران کے چار بچے بغیر کسی کفیل کے تنہا رہ گئے تو آپؐ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے چاروں یتیم بچوں کی سرپرستی کرنے کے لئے اور ان کی کفالت کرنے کے لیے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔

چنانچہ جب رسول اکرم ﷺ نے انہیں دینے کے پیغام بھیجا تو انہوں نے آپ کے سامنے عذر پیش کیا اور عرض کی کہ میں عمر رسیدہ بھی ہوں یتیم بچوں کی ماں بھی ہوں اور مجھے غصہ انتہائی سخت آتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کی ازواج اور بھی ہیں اس نئے رشتے اور اختلاف کا اندیشہ ہے۔ تو آپؐ نے انہیں جواب دیا اور کہلا بھیجا کہ یتیموں کو تو میں اپنے ساتھ رکھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کے غصہ کو رفع کر دے (یعنی کہ طبیعت نرم کر دے) اور آپؐ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بڑھاپے کو معیوب نہ جانا اور ان کی رضامندی کے بعد آپؐ نے ان سے شادی کر لی اور ان کی یتیم اولاد کی تربیت پر آپؐ متوجہ رہے اور آپ کی وسعت قلبی نے انہیں آسودہ اور خوشحال بنا دیا اور وہ اس طرح ہو گئے کہ انہیں اپنے باپ کی غیر موجودگی کا احساس نہ رہا۔ کیونکہ انہیں اپنے باپ کے بدلے میں ایک ایسا مہربان باپ مل گیا تھا جو ان پر ان کے باپ سے بھی زیادہ مہربان تھا۔ (اللہ کی آپؐ پر رحمتیں اور سلام نازل ہوں)

اور ام المومنین کے لئے شریف النسب گھرانے اور اسلام کی طرف پہل کے اعزاز کے علاوہ ایک اور فضیلت بھی حاصل تھی اور وہ تھی آپؐ کی رائے کی عمدگی اور اس بنا پر نبی ﷺ کا ام سلمہ سے مسلمانوں کے اس اہم ترین معاملے میں مشورہ طلب کرنا جس نے آپؐ کو مطمئن کر دیا تھا۔

اور یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا تھا ہوا یوں کہ مشرکین کی پیش کردہ شرائط کے مطابق دس سال تک جنگ نہ کرنے کے اس صلح نامہ کی وجہ سے مسلمان بہت ہی زیادہ بددل ہو گئے اور انہیں ان شرائط میں اپنے حقوق کا غصب ہوتا نظر آ رہا تھا اور اس صدمہ کی وجہ سے

رسول اللہ ﷺ کے حکم ماننے میں وہ پس و پیش بھی کرتے رہے جبکہ آپ نے انہیں مدینہ کی طرف واپس ہونے کے لئے بال منڈوانے یا کٹوانے کا حکم دیا تھا لیکن کوئی بھی آپ کا حکم بجالانے کے لئے تیار نہیں ہو رہا تھا اس وقت آپ اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور آپ نے انہیں آکر فرمایا کہ لوگ ہلاک ہو گئے کیونکہ میں نے انہیں حکم دیا تھا لیکن وہ اسے بجا نہیں لا رہے تو اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا معاملہ اس طرح آسان کر دیا اور آپ کو مشورہ دیا۔ کہ آپ ان کے پاس تشریف لے جائیں اور ان کے سامنے اپنے بال منڈوا لیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یقین تھا کہ لوگ اس وقت آپ کی اقتداء سے قطعاً پیچھے نہیں رہیں گے اس لئے وہ لوگ آپ کے ایسا کرنے سے جان جائیں گے کہ اب یہ معاملہ اٹل ہو چکا ہے اور اس کے کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اور پھر ہوا بھی اسی طرح کہ جب آپ ان کے ہاں آئے اور حجام کو اپنے بال منڈوانے کا حکم دیا تو انہوں نے بھی اپنے سر منڈوائے اور احرام کھول دیئے اور یہ سب کچھ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے ہوا تھا۔

۸۔ سیدہ ام حبیبہؓ (رملہ بنت ابی سفیان):

۷ ہجری میں رسول کریم ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور یہ عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں جن کا حبشہ میں انتقال ہو گیا تھا اور نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی کریم ﷺ سے کرا دی اور انہیں اپنی جیب سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر بھی دیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا[1] اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شادی کی حکمت گزر چکی ہے۔

۹۔ سیدہ جویریہ بنت الحارثؓ:

رسول کریم ﷺ نے بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ سے شادی کی اور یہ مسافع بن صفوان کی بیوہ تھیں جو مریسیع کے دن مارا گیا تھا اور اس نے اپنے پیچھے اس

[1] مشکوٰۃ المصابیح۔ للالبانی۔ الجزء الثانی۔ کتاب النکاح۔ باب الصداق الفصل الثالث (رواہ ابو داؤد والنسائی)

بیوی کو بیوہ چھوڑا۔ جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئیں ان کا خاوند اسلام کا سخت ترین دشمن تھا اور رسول اللہ ﷺ کا بھی سخت ترین دشمن تھا۔ اور جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی کی حکمت کا بیان گذر چکا ہے جیسا کہ ایسی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب کے متعلق بھی بیان گذر چکا ہے۔

۱۰۔ سیدہ میمونہ بنت الحارث الھلالیہؓ:

ان کا نام پہلے برہ تھا پھر نبی علیہ السلام نے ان کا نام میمونہ رکھا یہ آپ کی ازواج میں سے آخری بیوی ہیں اور ان کے بارے میں سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ ہم سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ اور یہ ابورھم بن عبدالعزی کی بیوی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ان (سیدہ میمونہؓ) کے متعلق رغبت دلائی تھی۔ آپ کی ان سے شادی کرنے کی وجہ سے جو نیکی بہترین صلہ اور عزت ان کے خاندان والوں کو (جنہوں نے آپ کی حمایت اور مدد کی تھی) حاصل ہوئی وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔

جناب محترم! یہ تھی رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین کے متعلق سرسری سی گفتگو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے سرفراز فرمایا اور انہیں امہات المومنین بنایا اور ان کو اس طرح خطاب فرمایا:

"يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا" (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ: "اے نبی کی بیویو تم دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو پس تم ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ طمع کرنے لگے اور باوقار انداز سے گفتگو کرو"

آپ کا ان (امہات المومنین) سے شادی کرنا بہت ساری حکمتوں کی بناء پر تھا جن میں رسول کریم ﷺ نے دین و شریعت کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا اور بڑے بڑے قبائل اور

معزز خاندانوں کو آپ ؐ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ ؐ کی تمام ازواج بیوہ تھیں اور رسول کریم ﷺ نے متعدد شادیاں ہجرت کرنے کے بعد اس عرصے میں کیں جس میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں اور قتل و قتال بھی کثرت سے ہوا اور یہ سب کچھ ہجرت کے دوسرے سال سے ہجرت کے آٹھویں سال تک ہوا جن میں مسلمانوں کے لئے فتح و نصرت مکمل ہوگئی اور ہر ایک شادی میں رسول اللہ ﷺ کی شرافت و ذکاوت اور آپ ؐ کے اعلیٰ مقاصد اور بہترین احسان پر واضح دلیل قائم ہوگئی ہے۔

برخلاف اس کے جھوٹے الزام تراش سازشی لوگ کہہ رہے ہیں تو بہر حال اگر آپ ؐ کے دل مبارک میں شہوت پرستی کا کوئی غلبہ و اقتدار ہوتا تو آپ ؐ جوانی کی حالت میں شادی کرتے اور شادی بھی کنواری لڑکیوں سے کرتے۔ لیکن یہ کینہ و بغض ہی تو ہے جو (ان مغربی) مستشرقین کے دلوں میں بھرا ہوا ہے جس نے انہیں واضح حق کی روشنی دیکھنے سے اندھا کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے:

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ"

(الانبیاء:۱۸)

ترجمہ: "بلکہ ہم تو حق کے ساتھ باطل پر چوٹ لگاتے ہیں پس وہ اس کا سر کچل دیتا ہے اور وہ نیست و نابود ہونے والا ہے"

☆ ☆ ☆ ☆ ☆
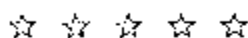
پہلا باب:

﴿حضرت خدیجہ بنت خویلد القرشیہ الاسدیہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے بیان میں﴾

حضرت خدیجہؓ کا اعزازی نام:

حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں انہیں طاہرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، ان کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم حبیب بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی تھیں۔

حضرت خدیجہؓ کا پہلا نکاح:

حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو نکاح ہوئے تھے۔ ان کے پہلے شوہر کا نام عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھا، جس سے ایک بیٹا حارثہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد ان کی شادی قبیلہ بنو اسید بن عمیرو کے ایک آدمی ابوہالہ التمیمی سے ہوئی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں جب ان کی شادی عتیق بن عابد سے ہوئی تو یہ اسوقت کنواری تھیں، پھر جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کی شادی ابوہالہ مالک بن النباش بن زرارہ سے ہوئی، جو قبیلہ بنی عمر بن تیم کے شخص تھے اور یہ قبیلہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق ابوہالہ سے ان کے دو بچے پیدا ہوئے جن میں سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی، پھر جب ابوہالہ کا بھی انتقال ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کی۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوہالہ کا نام مالک بن نباش بن زرارہ تھا۔

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے البتہ ابوہالہ کا نام ھند بن زرارہ بن نباش نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابوہالہ سے جو بیٹا پیدا ہوا تھا اس کا نام ھند بن ھند تھا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پہلے ان کی شادی ابوہالہ سے ہوئی اس

کے بعد عتیق بن عابد سے ہوئی، علامہ دولابی اور ابن عبدالبر نے بھی اسی کو نقل کیا ہے اور علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور علامہ ابن قتیبہ نے صرف عتیق بن عابد ہی کو نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ سے قبل فقط انہیں سے شادی ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ اور رسول اکرمؐ کا معاہدہ تجارت:

حضرت محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مالدار اور نہایت شریف تاجر خاتون تھیں، وہ اپنا مال تجارت پیشہ لوگوں کو بطور مضاربت دیا کرتی تھیں، اس زمانے میں خاندان قریش کے لوگ بڑے مانے ہوئے تاجر سمجھے جاتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ و شرافت و دیانت کی خبر پہنچی تو بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے نبی ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال لیکر تجارت کے لئے شام تشریف لے جائیں، تو جتنا حصہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ کو دوں گی اور ساتھ میں ایک غلام بھیجنے کی بھی پیشکش کی جسے میسرہ کہا جاتا تھا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش قبول کر لی اور ان کا مال اور غلام ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہو گئے، شام میں ایک جگہ آپ نے قیام کیا وہاں عیسائیوں کا ایک عبادت خانہ تھا جس کے قریب ایک درخت تھا، نبی کریم ﷺ اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے، گرجے میں ایک راہب تھا جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو بڑا متاثر ہوا کہ کس قدر عظیم وجاہت والا شخص ہے، اس نے غلام (میسرہ) سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ آدمی کون ہے؟ جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اس نے کہا یہ ایک قریشی نوجوان ہے جو حرم مکہ میں رہتا ہے، اس راہب نے کہا میرا بڑا طویل تجربہ ہے، جس درخت کے نیچے تمہارا یہ ساتھی بیٹھا ہوا ہے اس کے نیچے آج تک نبی کے بغیر کوئی شخص نہیں بیٹھ سکا۔

پھر کچھ ہی دنوں میں نبی کریم ﷺ جو سامان وغیرہ ساتھ لائے تھے اسے فروخت کیا اور جو کچھ خریدنا چاہتے تھے وہ خریدا اور پھر مکہ کے لئے واپس روانہ ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ میسرہ کا بیان ہے جب دوپہر کے وقت شدید گرمی ہوتی تو آسمان سے دو

فرشتے آتے اور نبی ﷺ پر سایہ کرتے اور آپ اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھے ہوئے ہوتے۔

جب نبی کریم ﷺ مکہ واپس پہنچے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وہ مال پیش کیا تو اس کا منافع عام حالات سے بڑھ کر دوگنا یا اس کے قریب تر تھا، پھر جب میسرہ غلام نے ان سے وہ راہب کا قصہ نیز دو فرشتوں کا سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ تمام حالات (مال کا منافع عام حالات سے بڑھ کر اور پھر آپ کی امانت و دیانت) دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔

رسول اکرمؐ کو پیغام نکاح:

پھر (حضرت خدیجہ خود بھی نہایت سمجھدار اور مدبرہ خاتون تھیں) انہوں نے نبی ﷺ کے پاس ایک پیغام بھیجا جس میں آپ فرماتی ہیں کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے آپ اپنی قوم (خاندان) میں نہایت شریف، دیانت دار، باعزت، امین، اور انتہائی کریمانہ اخلاق کے حامل ہیں اور پھر میری آپ سے اتنی رشتہ داری تو پہلے سے ہے کہ آپ خاندان قریش کے نہایت ہی تابندہ چشم و چراغ ہیں اور میں بھی قریش قبیلہ سے ہی ہوں، اگر آپ مجھ سے شادی کرلیں تو میں اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کی ممنون رہوں گی۔ چونکہ یہ زمانہ نبی کریم ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے کا تھا ہر چند کہ آپ بہت سے اعتبار سے اپنے خاندان میں نمایاں کردار کے حامل تھے، لیکن اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی خاندانی لحاظ سے بڑے اعلیٰ حسب نسب کی حامل تھیں اور پھر ساتھ ساتھ مال و متاع کی مالک اس قدر تھیں کہ ہر ایک قریشی کی خواہش کہ ان سے میری شادی ہو جائے۔

ازدواجی زندگی میں بندھن:

نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ پیغام پہنچا جو درحقیقت اپنے اندر ہر طرح کی سچائی سمیٹے ہوئے تھا تو آپ نے خاندان کے بڑوں سے بات کی اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خدیجہ کے والد خویلد بن اسد کے پاس گئے اور نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کرلیا اور پھر نبی کریم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے

ہوئی اور آپ نے مہر بھی دیا اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہ کی۔

نبی اکرم ﷺ کی جس قدر اولاد ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے ہوئی البتہ ایک بیٹا ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا (اس کا ذکر آگے آرہا ہے)

ورقہ بن نوفل کی تصدیق:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خویلد کی بیٹی تھیں۔ ان کے ایک چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے نام سے پہچانے جاتے تھے اور وہ نصرانی تھے کتب سماویہ پر ان کی بڑی گہری نظر تھی، پھر انہوں نے بھی لوگوں سے نبی کریم ﷺ کے حالات واقعات سن رکھے تھے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا خدیجہ! دیکھو جو کچھ لوگوں سے میں سن رہا ہوں اگر یہی حقیقت ہے تو بہر صورت یہ آدمی ضرور اس امت کا نبی ہوگا، ورقہ نے مزید یہ بھی کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک زمانے سے امت کے نبی کا انتظار کیا جارہا ہے (یا اس جیسی کوئی بات ورقہ نے کہی) ورقہ خود اس کا انتظار کرنے لگے اور بہت تاخیر محسوس کرتے اور کہتے کب یہ نبی مبعوث ہوگا! کب ہوگا! کب ہوگا!

حضرت خدیجہؓ کا سگھڑ پن:

علامہ دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ جوان ہوئے اور آپ کی صداقت و دیانت کی خبر ہر سو پھیلی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کچھ مال دیا اور ساتھ قریش کا ایک اور آدمی بھی کر دیا اور کہا کہ فلاں بازار چلے جاؤ، آپؐ نے اسی واقعہ کو ایک مرتبہ یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اگر میں نے کوئی اچھی عورت دیکھی تو خدیجہ ہی دیکھی! ہم دونوں (میں اور میرا ساتھی) جب بھی بازار سے واپس آتے تو خدیجہ نے ہمارے لئے کچھ نہ کچھ کھانے کی چیز رکھی ہوتی اور وہ ہمیں پیش کیا کرتی تھیں''

نکاح میں ابو طالب کا بلیغ خطبہ:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت اسی مضمون کی ماقبل میں گزری ایک اور طریق میں انہوں نے قدرے وضاحت سے فرمایا چنانچہ ابو طالب اور قبیلہ مضر کے دوسرے بڑے بڑے سردار جمع ہوئے اور ابو طالب نے ایک بڑا بلیغ خطبہ دیا جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم، و زرع اسماعيل، و ضئضئ معد، و عنصر مضر، و جعلنا حضنة بيته و سواس حرمه، و جعل لنا بيتا محجوجاً، حرماً آمناً، وجعلنا الحكام على الناس، ثم ان ابن اخي هذا محمد بن عبدالله لا يوزن به رجل الا رجح، و قد خطب خديجه بنت خويلد، و بذل لها من الصداق ما آجله و عاجله من مالي كذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظيم و خطر جليل"

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد اور حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کی نسل میں سے پیدا کیا، پھر ہماری نسل کا انتخاب قبیلہ معد اور مضر سے کیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا محافظ و متولی بنایا، ہمارے لئے ایک ایسا گھر بنایا کہ جس کا قصد کر کے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور حج کرتے ہیں، اللہ رب العزت نے اس گھر کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنایا اور ہمیں تمام لوگوں پر برتری بخشی"

پھر میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ ایسا عظیم شان و شوکت کا حامل ہے کہ دنیا کے کسی بھی آدمی سے اس کا موازنہ کیا جائے تو یہی عالی شان والا ثابت ہوگا، اگرچہ اس کے پاس مال و دولت نہیں لیکن مال و دولت تو ویسے بھی آنی جانی چیز ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور محمد (ﷺ) کی مجھ سے کیا رشتہ داری ہے یہ سب تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ انہوں نے خدیجہ بنت خویلد کو نکاح کا پیغام دیا ہے اور اس کے لئے انہوں نے میرے مال سے موجل و معجل رقم بطور مہر مقرر کی ہے۔ اللہ کی قسم! اس کے بعد میرے بھتیجے کی شان بڑی بلند و بالا ظاہر ہوگی۔ یہ خطبہ دینے کے بعد ابو طالب نے آپ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کرا دیا۔

حضرت خدیجہؓ کا نکاح کس نے کرایا:

حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کے والد خویلد بن اسد نے کرایا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن خویلد نے کرایا تھا، اور نبی کریم ﷺ نے بیس اونٹنیاں مہر مقرر فرمایا لیکن اوپر جو مذکور ہوا کہ ابو طالب نے مہر مقرر کیا تھا اور یہاں مذکور ہے کہ خود نبی ﷺ نے مہر مقرر کیا، ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ کے چچا نے مہر مقرر کیا ہو اور پھر آپ نے اس پر مزید مہر بطور اضافہ مقرر فرما دیا ہو پھر وہ کل کا کل مہر سے موسوم کر دیا گیا ہو۔

علامہ دولابی اور دوسرے بعض حضرات نے بھی نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر بارہ اوقیہ سونا مقرر فرمایا یہ بھی مذکورہ روایت پر اضافہ ہے۔

نکاح کے حوالے سے ایک اور روایت:

حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میں اور میرا ساتھی سوق حباشہ سے واپس لوٹے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا چلو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلتے ہیں وہاں کچھ دیر ٹھہر لیں گے اور بات چیت ہو جائے گی، لہٰذا ہم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے، ابھی ہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ قریش کی چھوٹی سی ایک بچی آئی، جب اس نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہا "اھذا محمد؟" "کیا محمد (ﷺ) یہی ہیں؟ پھر اس نے کہا اس ذات کی قسم ان کا آنا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام لے کر آئے ہیں! آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہرگز ایسا نہیں

میں نکاح کا پیغام نہیں لایا، فرماتے ہیں کہ جب میں اور میرا وہ ساتھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے نکلے تو میں نے سوچا کہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دینے میں کیوں پس و پیش کر رہا ہوں؟ اللہ کی قسم اگر کوئی قریشی خاندان کی عورت تیرا کفو (برابر) ہو سکتی ہے تو وہ یہی عورت ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد دوبارہ میرا اور میرے ساتھی کا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا ہوا، اب کی بار بھی وہی لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ آج بھی نبی ﷺ پیغام نکاح لیکر آئے ہیں، میں نے شرماتے ہوئے کہا ٹھیک ہے میں اسی کے لئے ہی حاضر ہوا ہوں، یہ سنتے ہی نہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تاخیر کی اور نہ ان کی بہن نے کوئی تاخیر کی، میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس چلا گیا، وہ اس وقت شراب کے نشہ میں تھا، اس کی بیٹیوں نے اپنے والد سے کہا یہ تمہارے بھتیجے محمد بن عبدالمطلب ہیں (یہاں ان بچیوں نے آپ کی نسبت دادا کی طرف کر دی جبکہ آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا، عبدالمطلب آپ کے دادا تھے، لیکن چونکہ عرف میں ایسا ہوتا تھا اور پھر آپ اپنے دادا کی پرورش میں رہے تھے اس لئے بچیوں نے آپ کی نسبت عبدالمطلب کی طرف کر دی) اور یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ خویلد نے آپ کو بلا کر پوچھا کیا تم واقعی خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو آپ نے اثبات میں جواب دے دیا اور اس نے حضرت خدیجہ سے آپ کا نکاح کرا دیا۔

فرماتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو خلوق وغیرہ کی خوشبو لگائی (یہ ایک خاص قسم کا رنگ ہوتا ہے جو عرب لوگ خوشی کے مواقع میں استعمال کیا کرتے تھے) اور اچھا سا لباس پہنایا اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات ہوئی۔

چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد نے جو نکاح کرایا تھا اس وقت وہ نشہ کی حالت میں تھے، اس لئے جب شراب کا نشہ ختم ہوا تو اپنے لباس پر خوشبو کا اثر دیکھ کر پوچھا یہ خوشبو کس نے لگائی ہے؟ تو آپ کی بہن نے خویلد کو بتایا کہ یہ جو کپڑوں کا جوڑا ہے آپ کو محمد بن عبدالمطلب نے پہنایا ہے کہ آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی کر دی

ہے اور اب ان کی رخصتی بھی ہو چکی ہے۔ خویلد نے یہ سب سن کر انکار کر دیا اور کہا ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا پھر جب معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا تو وہ خاموش ہو گیا اور تسلیم کر لیا اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے نکاح میں رہیں اور انہیں سے آپ کی اولاد بھی پیدا ہوئی۔

ایک اور روایت:

اسی مفہوم کی ایک اور روایت ہے جسے علامہ دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا تذکرہ حضرت خدیجہ کے سامنے آیا تو انہوں نے تقریب کا انعقاد کیا اور اس میں اپنے والد اور خاندان قریش کے بھی کچھ روساء کو مدعو کیا اور خوب خاطر و تواضع کی، جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے نکاح کی رغبت رکھتے ہیں، تو ان کے والد نے آپ سے نکاح کر دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو اچھی خوشبو لگائی اور عمدہ لباس پہنایا اس لئے کہ عرب لوگ جب اپنی بیٹیوں کا نکاح کرتے تو ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ کے تحائف:

علامہ ابن السری نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ ہدایا وغیرہ بھیجا کرتی تھیں تاکہ نبی ﷺ وہ ہدایا اپنی طرف سے ان کے والد کی خدمت میں پیش کریں جس کی وجہ سے خویلد کے دل میں محبت پیدا ہو جائے اور وہ نبی ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ نبوت سے پہلے نبی ﷺ نے صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے نکاح کیا تھا اور جب تک ان کا انتقال نہ ہوا آپ نے دوسری شادی نہ کی، جب آپ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو ان کی عمر چالیس سال تھی، اور چوبیس سال (آپ کے ساتھ رہیں، جب وفات ہوئی تو عمر

اکسٹھ سال تھی اور ایک قول پینسٹھ سال کا بھی ہے اسی طرف اکثریت کا رجحان ہے۔ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے ایک صاحبزادے ابراہیم جو حضرت ماریہ سے پیدا ہوئے۔

حضرت خدیجہؓ کا ولیمہ:

منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جب آپ نے انہیں رخصتی کرا کے اپنے گھر لے جانا چاہا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) کہاں جارہے ہیں آپ پہلے ایک دو اونٹ وغیرہ ذبح کریں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا یہ پہلا ولیمہ تھا جو نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے موقع پر کیا۔

حضرت خدیجہؓ کا قبول اسلام:

علامہ دولابی نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے غلام تھے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے پیر کے دن کا تذکرہ کیا تو آپ مغموم ہو گئے پھر فرمایا اسی دن خدیجہ نے آخری نماز پڑھی تھی۔ اسی کے ہم معنی روایت ابن عباس سے بھی منقول ہے۔

شرف اولیت:

علامہ ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی تصدیق کرتے ہوئے خوب پشت پناہی کی۔ حضرت حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں کہ تصدیق کرنے والوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شرف اولیت حاصل ہے۔

رسول اکرمؐ کی بعثت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بناء کعبہ کے پینتیس سال بعد مبعوث فرمایا، پھر نبوت کی علامات میں سے جو چیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھائی وہ حالت نیند میں خواب کا نظر آنا تھا، یہ خواب آپ پر بڑے گراں گزرتے تھے، اور حق بہت گراں ہوا کرتا ہے اس کے مقابلے میں انسان انتہائی کمزور مخلوق ہے، نبی کریم ﷺ ان خوابوں کا تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے آپؓ ان باتوں کی بالکل تکذیب نہ فرماتیں بلکہ فرمایا کرتیں یہ آپ کے لئے خوشخبری ہے آپ کے ساتھ بہتری کا معاملہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مکہ سے اونچائی پر واقع غار حراء میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اور دل پر رکھا اور فرمایا آپ خوف نہ کیجئے اور نہ گھبرایئے پھر انہوں نے نبی ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھایا جیسا کہ باعزت شخص کو عظمت وقار کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔

مکرم نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جبریل امین نے ایک ایسے بچھونے پر بیٹھایا جس پر نہایت عمدہ اور خوبصورت نقش ونگار بنے ہوئے تھے جو یاقوت اور موتیوں سے بنا ہوا تھا، اور پھر آپ کو رسالت ونبوت کی خوشخبری دی، جب نبی ﷺ کو اطمینان ہوگیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ''اقرأ'' یعنی پڑھئے۔ آپ نے فرمایا کیسے پڑھوں، حضرت جبرائیل نے فرمایا:

''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ''

ترجمہ: ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے۔ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا اکریم ہے''

(ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

رسالت پر ایمان:

یہ آیات سننے کے بعد نبی کریم ﷺ نے بارگاہ الٰہی کا پیغام قبول فرمایا اور جو کچھ حضرت جبریل امین لے کر حاضر ہوئے اس کی اتباع کی، جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو آپ اپنے گھر تشریف لے جانے کے لئے نکلے، راستے میں جس قدر حجر وشجر تھے وہ آپ کو سلام کرتے تھے حتی کہ آپ جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کو یقین تھا کہ آپ واقعتاً کسی بڑی کامیابی سے سرفراز ہو چکے ہیں، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو فرمایا خدیجہ میں جو کچھ تمہیں اپنے خواب سنایا کرتا تھا آج اس کا اظہار خوب ہوگیا اور اللہ رب العزت نے حضرت جبریل کو میرے پاس بھیجا اس کے بعد حضرت جبریل کی مجالست میں آپ نے جو کچھ بھی سنا، دیکھا تھا سب بتایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ انتہائی بھلائی کا معاملہ فرمائیں گے، نیز فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی حکم نازل ہوگا میں اسے صدق دل سے قبول کروں گی کہ آپ علی اللہ کے رسول برحق ہیں۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے مرد اور عورتیں:

حضرت سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو خبر ہم تک پہنچی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ کی دل جوئی کرنا:

امام بخاری و مسلم رحمھما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلی وحی کا آغاز رؤیائے صالحہ سے ہوا چنانچہ آپ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو بالکل واضح وشفاف ہوتا کسی وضاحت کی ضرورت نہ ہوتی، پھر آپ کو خلوت نشینی اچھی لگنے لگی، آپ غار حراء (جسے موجودہ زمانہ میں جبل النور

کہا جاتا ہے) تشریف لے جاتے اور وہاں کئی دن تک عبادت کیا کرتے اور گھر واپس نہ لوٹتے حتی کہ توشہ ختم ہو جاتا پھر آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ توشہ وغیرہ لیکر غار حراء تشریف لے جاتے یہاں تک کہ ایک دن آپ غار حراء میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس وحی لے کر تشریف لائے اور آپ سے فرمایا ''اقراء'' یعنی پڑھئے آپ نے فرمایا میں نہیں پڑھ سکتا، آپ فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین نے مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ میری طاقت اپنے ملجا کو پہنچ گئی یعنی میری طاقت جواب دینے لگی، جبریل امین نے پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا پڑھ، میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا، جبریل امین نے مجھے تیسری دفعہ بھینچا اور اس قدر شدت تھی کہ مجھے لگا اب میری جان نکل جائے گی۔ پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا ''اقراء باسم ربک الذی خلق'' (یہاں تک کہ ''مالم یعلم'' تک پڑھ کر سنایا)

جب نبی کریم ﷺ یہ آیات سن کر گھر تشریف لائے تو آپ کا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا، جب آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، حتی کہ جب آپ کا خوف کم ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ نے انہیں سارا قصہ سنایا اور فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا، جب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوگا، بلکہ آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کریں گے، آپ رشتہ داری قائم رکھتے ہیں آپ صادق ہیں آپ ضعیفوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ اپنے مال سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لیکر ورقہ ابن نوفل کے پاس آ گئیں، یہ ان کے چچازاد تھے جو جاہلیت میں نصرانی تھے اور یہ عربی زبان میں لکھا کرتے تھے اور انجیل کا ترجمہ عربی زبان میں کیا کرتے تھے اور اس وقت یہ بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا بھتیجے کیا دیکھا تم نے؟ آپ نے اسے سب کچھ بتا دیا، جب ورقہ نے سب سن لیا تو کہا یہ وہی راز داں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا، پھر ورقہ نے کہا کاش

میں ایام دعوت میں جوان اور قوی ہوتا تو میں آپ کی پوری حمایت اور مدد کرتا، پھر کہا کہ اگر چہ میں نوجوان نہ ہوتا تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ میں اس زمانہ میں زندہ ہوتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔

ورقہ کا یہ جواب سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں (یہ سنت انبیاء ہے) تم جو بات لیکر آئے ہو اس جیسی بات جب بھی کوئی نبی لایا ہے اس کے ساتھ عداوت کی گئی ہے اور عداوت کا انجام دور تک پہنچتا ہے، آدمی کو اپنا وطن تک چھوڑنا پڑتا ہے، اگر تمہارا دن مجھ کو مل گیا تو میں تمہاری زبردست مدد کرونگا، پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی بھی کچھ عرصہ کے لئے موقوف ہو گئی۔

(کشف الباری)

وحی موقوف ہو جانے کی وجہ سے آپ پر بڑا غم لاحق ہوا، آپ بار ہا گھر سے نکلے کہ کسی پہاڑ کی بلندی سے اپنے آپ کو گرا ڈالیں، آپ جب بھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے جاتے تو جبریل امین آپ کے سامنے آ جاتے اور فرماتے اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں آپ برحق ہیں، اس سے آپ کو اطمینان وقرار آ جاتا، پھر جب کافی طوالت ہو گئی تو آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو جبریل امین پھر حاضر ہوئے اور آپ کو تسلی دی (جس سے آپ کو اطمینان ہو گیا) (متفق علیہ) [1]

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال ایک ماہ غار حراء میں گزارا کرتے اور وہاں عبادت کیا کرتے تھے، اور خندان قریش کے لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں وہاں جایا کرتے تھے، جب جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے تو اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ غار حراء میں تشریف فرما تھے اور یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔

فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غار حراء میں وقت گزارتے تو اس اثناء میں اگر کوئی مسکین آپ کے پاس آتا تو آپ اسے کھانا وغیرہ کھلاتے تھے، جب آپ غار حراء سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے کعبۃ اللہ جاتے اور سات چکر لگا کر طواف مکمل کرتے اور

---

[1] بخاری ۲/۱ مسلم ۸۹/۱

پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے، پھر جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ رب العزت نے آپ کو عہدہ نبوت سے سرفراز فرمایا یہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں آپ مجاورت کے لئے غار حراء تشریف لے گئے تھے اور آپ کے اہل وعیال بھی ساتھ تھے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام اچانک آپ کے پاس تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں غار میں سو رہا تھا کہ جبریل امین تشریف لائے اور ریشم کے کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب ان کے ہاتھ میں تھی، مجھ سے فرمایا ''اقرأ'' یعنی پڑھو! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ آپ فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے مجھے اس قدر سختی سے بھینچا کہ مجھے ایسا لگا جیسے میں مرجاؤں گا، پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا پڑھ! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ میں جب بھی یہ کہتا تو جبریل مجھے سینے سے لگا کر بھینچتے۔

پھر جبریل امین نے فرمایا:

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ، الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ''

''پڑھ تیرے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے معزز ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا''

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آیات کو پڑھا یہاں تک کہ آیات ختم ہو گئیں، اور جبریل امین واپس لوٹ گئے اور میں نیند سے بیدار ہو گیا، اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کتاب میرے دل میں لکھ دی گئی ہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں غار سے نکلا اور چلنا شروع کر دیا ابھی میں پہاڑ کے وسط میں تھا کہ آسمان سے میں نے ایک ندا سنی کہ اے محمد تم رسول ہو، اور میں جبریل ہوں، آپ فرماتے ہیں کہ میں یہ غیبی آواز سن کر حیران کھڑا رہا نہ آگے ہو سکا اور نہ پیچھے ہٹ سکا، اور آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھا تو یہی آواز سنائی دی پھر میں جس طرف

بھی دیکھتا مجھے یہی سنائی دیتا، میں اسی حالت میں حیران و پریشان کھڑا رہا اور گھر جانا بھی بھول گیا چنانچہ میرے گھر والوں نے میری تلاش میں آدمی بھیجا وہ مکہ میں تلاش کرکے چلا گیا مگر میں اسے نہ مل سکا اور ملتا بھی کیسے میں تو اسی پہاڑ کے وسط میں کھڑا تھا، پھر میں کافی دیر سے گھر پہنچا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رانوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھا ابوالقاسم آپ کہاں تھے؟ میں نے تو خادم کو بھیجا وہ مکہ تک ہو کر آیا مگر آپ کہیں نہیں ملے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا حال سنایا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے آپ کو بشارت ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے، اس سے آگے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا سابقہ روایت کے ہم معنی الفاظ نقل کیے ہیں۔

علامہ دولابی نے عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی کا آغاز ہوا تو آپ کو خواب میں کچھ اشارے ملنے لگے، جو آپ پر انتہائی شاق گزرتے، آپؐ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا، آپؓ نے آپؐ کو تسلی دی اور فرمایا پریشان مت ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بہتری کا معاملہ فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا پیٹ چاک کرکے اندر سے سب کچھ نکال کر دھویا گیا اور پاک کیا گیا اور پھر اسی طرح دوبارہ رکھ دیا گیا جیسے پہلے تھا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بھی بھلائی کی بات ہے مبارک ہو۔

حضرت خدیجہؓ ایک ذہین خاتون:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک غلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے فرمایا اے میرے چچا زاد! کیا آپ مجھے وہ ساتھی (فرشتہ اس سے مراد حضرت جبریل امین ہیں) دکھا سکتے ہیں؟ جب وہ آپ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا ہاں بالکل دکھا سکتا ہوں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

جب وہ فرشتہ آپ کے پاس آئے تو مجھے بتایئے گا۔

چنانچہ جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ جبریل امین ہیں جو میرے پاس آئے ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی پاک ﷺ سے فرمایا آپ میری بائیں ران پر بیٹھ جائیں، چنانچہ آپ جہاں تشریف فرما تھے وہاں سے اٹھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بائیں ران پر بیٹھ گئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اب آپ کو جبریل امین نظر آ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں انہیں دیکھ رہا ہوں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ میری دائیں ران پر بیٹھ جائیں، آپ دائیں ران پر بیٹھ گئے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اب آپ کو جبریل امین نظر آ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا بالکل میں انہیں دیکھ رہا ہوں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دوپٹہ اتار دیا اور ننگے سر بیٹھ گئیں اور پوچھا کیا اب آپ کو جبریل امین نظر آ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اب وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کو مبارک ہو، یہ فرشتہ ہے جو آپ کے پاس آتا ہے، یہ شیطان ہرگز نہیں ہو سکتا، ورنہ میرے اس طرح دوپٹہ اتارنے سے یہ کبھی آپ کی نظر سے غائب نہ ہوتا، یہ فرشتہ ہی ہے جو آپ کے پاس وحی الٰہی لیکر آتا ہے، اس روایت کو ابن اسحاق اور علامہ ابن عبدالبر رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کیا ہے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ایک دوسرے طریق سے بھی نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو اپنی گود میں بیٹھا لیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حیاء کی وجہ سے وہاں سے تشریف لے گئے، یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔

امام محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لوگ نبی کریم ﷺ کی سچی خبروں کو سن کر تکذیب کرتے تو آپ کو بہت دکھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تکوینی طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تصدیق کروا کر آپؐ کے غم کو ہلکا فرما دیتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تسلی دیتیں جس سے عام لوگوں کے آپ کی بات کو جھٹلانے کا بوجھ ہلکا ہو جاتا یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

کی وفات ہوگئی۔

حضرت آدمؑ کی زبانی حضرت خدیجہؓ کی فضیلت:

حضرت عبدالرحمٰن بن زید سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا، البتہ میری ذریت میں سے ایک آدمی جسے نبی ہونے کی وجہ سے مجھ پر دو چیزوں میں فضیلت بخشی گئی ہے، اس کا نام احمد ہے، ایک یہ کہ اس کی بیوی اس کے لئے مددگار ثابت ہوگی، جبکہ میں اپنی بیوی کا مددگار ہوں دوسرے اللہ رب العزت ان کے ساتھ یہ مدد و احسان کا معاملہ کرے گا کہ ان کا شیطان ان پر مسلط نہ ہو سکے گا اور ان کے تابع ہو جائے گا اور میرا شیطان کافر ہی رہا۔

حضرت خدیجہؓ کی وجہ سے آیات کا نزول:

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب زمانہ فترت میں کافی عرصہ تک آپ پر وحی نازل نہ ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کے خوف اور ڈر کو دیکھتے ہوئے آپ کے رب نے آپ سے دوری و جاعدا اختیار کرلیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں:

"وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی، مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلٰی"

ترجمہ: "قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے، نہ رخصت کیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا، اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے"

اللہ تعالیٰ کا حضرت خدیجہؓ کو سلام کہلوانا:

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد یہ خدیجہ ہے جو آپ کے پاس ایک برتن لے کر آرہی ہیں جس میں سالن، پانی، کھانا (یہ راوی کا شک ہے) ہے، جب یہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے

سلام کہنا۔ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ انہیں جنت میں گھر کی بشارت دیجئے گا۔"

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مختلف طرق سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ! یہ جبریل امین ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، اور بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ جبریل امین نے فرمایا اے محمد! خدیجہ کو اس کے رب کی طرف سے سلام کہو، آپ نے فرمایا خدیجہ یہ جبریل امین ہیں جو تمہیں تمہارے رب کا سلام کہہ رہے ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے اور جبریل امین کو بھی سلام ہو۔

حضرت خدیجہؓ کو نبیؐ کا جنت میں گھر کی خوشخبری دینا:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دیجئے جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں ہر طرح کی آسائشیں موجود ہونگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک ہوا۔ اور حضور ﷺ نے مجھ سے اسوقت تک شادی نہ کی جب تک خدیجہ بقید حیات تھیں، رشک کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپؐ نے انہیں جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی تھی جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کوئی مشقت اور شور شغب نہ ہوگا۔

علامہ دولابی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ خدیجہ کا تذکرہ اس قدر کثرت سے فرماتے کہ مجھے ان پر غیرت آنے لگی آپ نے خدیجہ کے انتقال کے تین سال بعد مجھ سے شادی کی، اور اللہ رب العزت نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں ہر طرح سے سکون و

اطمینان ہوگا۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں ایسے محل کی بشارت دوں جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ کوئی مشقت ہوگی۔

حضرت خدیجہؓ کا جنت میں مقام:

علامہ ابن سری رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "یارسول اللہ! میری زندگی مجھے کوئی فائدہ نہیں دیگی حتیٰ کہ آپ میری والدہ کے متعلق جبرئیل امین سے دریافت فرمائیں کہ ان کا مقام کہاں ہے؟

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جبریل امین سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ خدیجہ جنت میں سارہ و مریم رضی اللہ عنہما کے درمیان ہیں۔

نبی کریمؐ کا حضرت خدیجہؓ کی بکثرت تعریف کرنا:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خدیجہ کا تذکرہ فرماتے تو بہت ہی ان کی تعریف فرماتے ایک دن مجھے غیرت آ گئی اور میں نے کہا یارسول اللہ! آپ کیوں اس لال باچھوں والی عورت کا تذکرہ بکثرت فرماتے ہیں، جبکہ اللہ رب العزت نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت فرمادی ہے۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بیوی عطا نہیں فرمائی۔ خدیجہ کی شان تو یہ تھی کہ جب سب لوگوں نے مجھ پر ایمان لانے سے انکار کردیا تو خدیجہ مجھ پر ایمان لائی۔ اور جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو خدیجہ نے میری تصدیق کی۔ جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو خدیجہ نے اپنے مال سے میری مدد کی۔ اور جب ساری عورتوں کی اولاد نے

مجھے محروم کیا تو اللہ نے خدیجہ کے ذریعے مجھے اولاد عطا کی۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری یہ بات سن کر شدید غضبناک ہوئے، چنانچہ میں نے دل میں یہ تہیہ کرلیا کہ آج کے بعد کبھی بھی خدیجہ کا ذکر برے انداز میں نہ کرونگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ خدیجہ کو بکثرت یاد فرماتے تھے، میں نے کہا یارسول اللہ! آپ قریش کی اس لال باچھوں والی بوڑھی عورت کو کیوں اتنا یاد کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے اچھی بیوی عنایت فرمادی ہے یہ سن کر نبی کریم ﷺ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایسا رنگ نزول وحی کے وقت آپ کے چہرے کا ہوا کرتا تھا۔ جسے دیکھ کر گمان کیا جاسکتا تھا کہ یہ رحمت کی وجہ سے ہے یا عذاب کے خوف کی وجہ سے ہے۔

علامہ دولابی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خدیجہ کا ذکر فرماتے تو خدیجہ کی تعریف کرتے کرتے نہ تھکتے تھے، ایک دن آپ نے اسی انداز میں دوبارہ خدیجہ کا تذکر کیا تو مجھے کچھ غیرت آگئی اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا سے بڑھ کر اچھی عورت آپ کے نکاح میں دے دی ہے۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر نبی ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ مجھے خود اپنی بات پر ندامت ہونے لگی اور میں نے دل ہی دل میں یہ دعا کی اے اللہ! اگر آج تیرے رسول کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے تو میں تاحیات کبھی بھی خدیجہ کا تذکرہ برے انداز سے نہ چھیڑونگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپؐ نے میری ندامت کو دیکھا تو فرمایا عائشہ تم نے کس طرح یہ بات کہی ہے؟ تمہیں معلوم ہے جب سارے لوگ مجھ پر ایمان لانے سے منکر ہوگئے تو خدیجہ نے مجھ پر ایمان لایا۔ اور جب سارے لوگ مجھے چھوڑ گئے تو خدیجہ نے مجھے ٹھکانہ دے کر قریب کیا۔ اور جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ نے میری تصدیق کی۔ اور جب تم لوگوں نے مجھے اولاد سے محروم کیا تو خدیجہ نے مجھے اولاد سے مالا مال کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ مجھ سے ایک ماہ تک قریب نہ ہوئے۔

آپ ؐ کا حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں سے حسن سلوک:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ غیرت مجھے خدیجہ پر آتی تھی اور آپ اسی کا تذکرہ بکثرت فرماتے تھے اور اگر کبھی کوئی بکری وغیرہ ذبح کرواتے تو اس کا گوشت آپ ؐ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی بھیجا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ سے میں کہا کرتی ایسا معلوم ہوتا ہے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے، آپ فرمایا کرتے "انها كانت و كانت" ۔ "یعنی وہ تو تھی اور تھی"

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ جب کوئی بکری ذبح کی جاتی تو آپ ؐ فرماتے کہ یہ گوشت کا تھوڑا سا حصہ خدیجہ کی سہیلیوں کو بھی بھیج دو، فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو غصہ دلا دیا آپ نے فرمایا مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک دن خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ؐ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انداز یاد آ گیا جس سے آپ کو بڑی راحت محسوس ہوئی، آپ نے فرمایا یہ ہالہ ہی ہو سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر سخت غیرت آئی میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس بوڑھی عورت کو کیوں یاد کرتے ہیں جس کے دانت گر جانے کے بعد صرف مسوڑھے ہی باقی رہ گئے تھے اور اب ایک زمانہ گزر چکا وہ اس دنیا سے بھی چلی گئی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر اچھی عورت مرحمت فرما دی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ غیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کھاتی تھی جبکہ میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ پایا بھی نہ تھا البتہ نبی کریم ﷺ بکثرت ان کا ذکر فرماتے اور جب کوئی گوشت وغیرہ کا موقع ہوتا تو آپ اس کی سہیلیوں کو

بھی بھیجا کرتے تھے۔

علامہ دولابی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی چیز بطور ہدیہ آتی تو آپ فرماتے اس کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فلاں سہیلی کے گھر لے جاؤ کہ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت کرتی تھیں۔

خواتین جنت میں افضل ترین خاتون:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی پاک ﷺ نے چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ ہیں۔ اس کے بعد فاطمہ بنت محمد (ﷺ) اس کے بعد مریم بنت عمران، اس کے بعد آسیہ (رضی اللہ عنھن اجمعین) جو فرعون کی اہلیہ تھیں۔

علامہ ابو عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، اس کے بعد فاطمہ بنت محمد اس کے بعد مریم بنت عمران، اس کے بعد آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں۔ اسی کے مثل ابوداؤد نے نقل کیا البتہ افضل خواتین میں مریم بنت عمران کا نام بھی مذکور ہے۔

تمام جہانوں کی بہترین عورت:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اس عالم کی سب سے بہترین عورتیں مریم بنت عمران اور خدیجہ ہیں، اور بعض طرق میں ہے کہ سب سے بہترین خاتون خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ اس حدیث کے راوی امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے زمین آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس سے مراد تمام عالم کی عورتیں ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل

کیا ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار مریم، پھر فاطمہ، پھر خدیجہ، پھر آسیہ ہیں۔ اسی کے مثل جو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سابق میں گزری اس میں بھی یہی ترتیب ہے کہ اول مریم پھر یہ تینوں عورتیں۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سارے عالم میں سب سے افضل عورت مریم بنت عمران، پھر فاطمہ بنت محمد، پھر خدیجہ پھر آسیہ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات:

امام ابوحاتم وابو عمر وو دولابی رحمۃ اللہ علیہم کی تصریح کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات قبل از ہجرت تین سال مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ساٹھ سال کی تھیں جب ماہ رمضان میں "الحجون" نامی جگہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

صاحب الصفوۃ فرماتے ہیں کہ قبر میں اتارنے کے لئے نبی کریم ﷺ خود نیچے اترے، اسوقت تک میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی سنت شروع نہیں ہوئی تھی۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے چچا ابو طالب کی وفات ایک ہی سال میں بعثت رسول ﷺ کے دس سال بعد ہوئی۔

علامہ دولابی نے حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز فرض ہونے سے پہلے ہوئی، نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں میں نے خدیجہ کا گھر دیکھا جو موتیوں سے بنا ہوا تھا۔

حل نے سیرت میں نقل کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ابو طالب کے تین دن بعد ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کی اولاد:

نبی کریم ﷺ سے آپ کی جو اولاد تھی اس کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے البتہ آپ سے قبل بھی ان کی کچھ اولاد تھیں جس میں ایک بچی تھی جس کا نام ھند بنت عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی اس بچی نے اسلام قبول کیا اور ایک شخص سے ان کی شادی ہوئی جسے ھند کہا جاتا تھا۔ اور انہیں ھالہ بھی کہا جاتا تھا اور اسی وجہ سے ان کی کنیت ابو ھالہ ٹھہری۔[1]

ھند بن ھند کے احوال:

علامہ ابن قتیبہ وابو سعد وابو عمر رحمہم اللہ کی تصریح کے مطابق حضرت خدیجہ کے بیٹے ھند بن ھند نبی کریم ﷺ کی تربیت میں رہے اور مسلمان بھی ہوئے اور واقعہ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اسی جنگ میں ان کی شہادت ہوئی۔

اور یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ بصرہ میں وباء طاعون پھیلی جس میں ان کا انتقال ہوا۔ اور سب لوگوں نے دوسرے جنازے چھوڑ دیئے اور ان کے جنازے میں شریک ہونے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ربیب ہیں۔[2]

یہ بڑے فصیح وبلیغ آدمی تھے۔ نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک انہوں نے ایسے جامع انداز میں بیان کیا کہ بعد کے لوگوں میں وہی مستند اول ٹھہرا جانے لگا۔ وہ فرمایا کرتے کہ میں خاندانی حسب نسب میں سب سے زیادہ باعزت شخص ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ میرے والد محترم ہیں اور خدیجہ میری والدہ ہیں۔ اور میرے بھائی قاسم ہیں اور ہمشیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔[3]

---

[1] ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ھند سے صیفی بن امیہ بن عائذ نے نکاح کیا تھا جو ان کے چچازاد تھے ان سے محمد بن صیفی پیدا ہوئے۔ انہی محمد کی اولاد کو حضرت خدیجہؓ کے اقربا ہونے کی وجہ سے "بنو الطاہرہ" کہا جاتا تھا"

[2] اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ھند بن ھند بن ابی ھالہ تو مرکے قتل کے دن حضرت مصعب بن زبیر کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ بات صحیح تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بصرہ میں طاعون کے دوران ان کی وفات ہوئی۔ یہی بات ابو عمر نے بھی "الاستیعاب" میں لکھی ہے۔ (اسد الغابہ ۴/۵ص۴۵)

[3] الاصابہ میں لکھا ہے: ھند بنت عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم کی والدہ حضرت خدیجہؓ ہیں۔ دار قطنی نے اپنی کتاب الاخوۃ میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ اسلام لائیں اور ان کی شادی صیفی بن امیہ سے ہوئی۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

دوسرا باب:

﴿صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب﴾

حضرت عائشہؓ کا نسب:

عائشہ بنت خلیفہ بلا فصل ابی بکر (رضی اللہ عنہ) ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو۔

حضرت عائشہؓ کی کنیت:

آپؓ کو بطور کنیت ام عبداللہ کہا جاتا تھا، ایک ضعیف روایت کے مطابق آپ کا حمل ساقط ہو گیا تھا، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے پڑی۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو میں ان کو لیکر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور آپؐ نے ان کے دہن میں اپنا لعاب مبارک ڈالا۔ اس طرح ان کے بطن میں سب سے پہلے داخل ہونے والی چیز نبی پاک ﷺ کا لعاب مبارک تھا اور آپ نے فرمایا ان کا نام عبداللہ ہے اور تم یعنی عائشہ ام عبداللہ ہو۔ آپ فرماتی ہیں اس وقت سے میری کنیت ام عبداللہ پکاری جانے لگی۔ البتہ میرا اپنا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ فرماتی ہیں کہ میں ابن زبیر کو لیکر آپ کے پاس آئی تو آپ نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی اور میری کنیت ام عبداللہ رکھی۔

الصفوۃ میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ میری کنیت وضع کیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہاری کنیت تمہارے بیٹے یعنی عبداللہ بن زبیر کے نام سے ہے۔

منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول

اللہ! آپ نے اپنی تمام ازواج کی کنیت وضع فرمائی، میری بھی کنیت وضع کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کنیت تمہاری ہمشیرہ کے بیٹے کے نام سے (ام عبداللہ) ہے۔

حضرت عائشہؓ کو موفقہ کا خطاب:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے جس عورت کے دو چھوٹے بچے فوت ہو گئے، تو روز قیامت اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ! جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو اس کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا اے موفقہ! جس کا ایک بچہ فوت ہو گیا وہ بھی جنت میں جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ جس کا ایک بچہ بھی چھوٹی عمر میں فوت نہ ہوا اس کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کے لئے میں شفاعت ہوں گا کہ میری وفات جیسا سانحہ ان کو کوئی اور پیش نہ آیا ہوگا۔ (موفقہ کا مطلب ہے جس کی بات کی تائید کی گئی ہو)

حضرت عائشہؓ کی تصویر کا رسول اکرم ﷺ کے پاس لایا جانا:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تم مجھے تین دفعہ خواب میں دکھائی گئی تھیں کہ جبرئیل امین تمہاری تصویر ریشم کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائے اور مجھ سے فرمایا یہ تمہاری بیوی ہے، میں وہ کپڑا کھول کر تمہارا چہرہ دیکھتا اور کہتا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گی۔[۱]

دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ ہونے کا اعزاز خداوندی:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ

۱۔ اسد الغابہ ۷/۱۸۹ — صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۶۰۹ — مسند احمد ۶/۴۱

جبرئیل امین میری تصویر ریشم کے کپڑے میں رکھ کر نبی ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جبریل امین نبی ﷺ کے پاس میری تصویر سبز رنگ کے ریشم کے کپڑے میں رکھ کر لائے اور فرمایا یہ عورت دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔ (ترمذی)

حافظ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جبریل امین میری صورت نبی پاک ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہے[1] آپ فرماتی کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میں چھوٹے بچوں والے کپڑے پہنتی تھی کہ میں عمر میں بہت کم تھی جب آپ نے مجھ سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حیاء ڈال دی۔

نبی کریمؐ سے آسمانوں میں شادی ہونا:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جبریل امین میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شادی ابوبکر کی بیٹی سے کر دی ہے۔ اور ان کے ہاتھ میں عائشہ کی تصویر تھی۔

نبی کریمؐ کا پیغام نکاح اور شادی:

حضرت ابو احمد الباھلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہوا تو خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا کس سے کروں؟ عرض کیا اگر چاہیں تو باکرہ لڑکی سے کر لیں اور چاہیں تو ثیبہ عورت سے کر لیں۔ آپ نے فرمایا کون باکرہ ہے؟ اور کون ثیبہ ہے؟

---

[1] الاصابہ ۱۹/۸

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر باکرہ لڑکی منظور ہو تو وہ اس آدمی کی بیٹی ہے جو ساری کائنات میں آپ کو بہت ہی محبوب ہے یعنی عائشہ بنت ابی بکر۔

اور اگر آپ کسی بیوہ عورت سے شادی کرنا چاہیں تو وہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان لا چکی ہے اور آپ کی پیروکار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ ان سے میرا تذکرہ کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سیدھی ام رومان[1] (یہ حضرت عائشہ کی والدہ ہیں) کے پاس چلی گئی اور ان سے کہا کہ تمہارے لئے بڑی عظیم بشارت ہے جس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پنہاں ہیں اس نے کہا وہ کیا بشارت ہے؟ میں نے کہا نبی کریم ﷺ عائشہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس نے کوئی حتمی جواب دینے کے بجائے کہا تھوڑا انتظار کر لو ابھی میرے شوہر ابوبکر آنے ہی والے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ کچھ ہی دیر بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے تو میں نے ان سے اسی بات کا تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کیا یہ ان کے لئے صحیح ہے کیونکہ یہ ان کے بھائی (ابوبکر) کی بیٹی ہے؟

جب نبی ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا ہمارا بھائی چارہ اسلامی بھائی چارہ ہے، کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ لہٰذا ابوبکر کی بیٹی میرے نکاح میں آ سکتی ہے۔

مطعم بن عدی کا قضیہ:

حضرت خولہ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح قبول فرمایا تو ام رومان نے کہا کہ مطعم بن عدی نے نکاح کا پیغام اپنے بیٹے کے لئے ہمارے ہاں بھیجا ہوا ہے ہم کیسے وعدہ خلافی کر سکتے ہیں۔ حضرت خولہ کا بیان ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطعم کے پاس گئے اور فرمایا آپ لوگوں نے ہماری بچی کا رشتہ مانگا تھا، اب آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔ مطعم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے پوچھا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے اگر ہم اپنے بیٹے کا نکاح تمہاری بیٹی سے کریں تو وہ اسے اس کے آبائی دین سے

---

[1] ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس۔ حیات نبوی میں ان کی وفات ہوئی ۶ ھ میں تھا۔ آپ ان کی قبر میں اترے اور فرمایا جو کوئی جنت کی حوروں کو دیکھنا چاہتا ہو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔ الاستیعاب ص ۱۹۳۵۔ اسد الغابہ ۷/۳۳۱

نکال دے گی اس کے بعد آپؐ نے مطعم کی طرف التفات کر کے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا بات تو یہی ہے جو تم نے سن لی اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان دونوں میاں بیوی کی رائے سن کر تشریف لے آئے اور انہیں اب وعدہ خلافی کا کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ ان کا نظریہ ہی الگ تھا۔

انعقاد نکاح:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خولہ سے کہا نبی کریم ﷺ سے جا کر کہو آپ کا پیغام مجھے قبول ہے آپؐ تشریف لے آئیے۔

جب نبی ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا۔ ابن سحاق کی تصریح کے مطابق آپؐ نے چار سو درہم مہر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ دو سال تک مکہ مکرمہ میں رہے پھر جب ہم مدینہ منورہ آئے تو موضع سخ میں داری الحارث بن الخزرج میں ٹھہرے تو اس وقت میں بچوں کے جھولے میں جھول رہی تھی اور میری عمر نو برس تھی میری والدہ آئیں اور مجھے جھولے سے اتارا اور ساتھ لے کر چلی یہاں تک کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر رک گئے اتنا چلنے سے میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ میری والدہ نے پانی سے میرا چہرہ دھویا اور میرے سر کے بالوں کو ٹھیک کیا اور رسول اکرم ﷺ کے پاس لے کر آئیں اس وقت گھر میں بہت سی عورتیں اور مرد حضرات جمع تھے میری والدہ نے کہا یہ سب تمہارے گھر والے ہیں اللہ تمہیں بابرکت فرمائے۔

شادی کی سادہ تقریب:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ تمام حضراتؓ گھر سے باہر چلے گئے جس کے بعد آپؐ سے ملاقات ہوئی۔ آپ فرماتی ہیں اللہ کی قسم میری شادی پر نہ اونٹ ذبح ہوئے اور نہ بکری ذبح کی گئی، البتہ ایک پیالہ تھا جس میں کچھ تھوڑا بہت کھانے پینے کو تھا اور وہ بھی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا میں

یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سعد رضی اللہ عنہ نے ہی بھیجا ہے۔

ایک اور روایت اور عمر عائشہؓ:

حضرات شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ایک روایت نقل ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اسوقت میری عمر چھ سال تھی۔ جب مدینہ میں بنی الحارث بن الخزرج کے گھر پہنچے تو مجھے سخت بخار ہوگیا جس میں میرے سر کے بال اتر اتر کر (کندھے تک[1]) چھوٹے چھوٹے سے رہ گئے تھے۔ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں تھی میری والدہ آئیں اور مجھے زور سے آواز دی تو میں اپنی والدہ کے پاس آگئی مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور چل دیں حتی کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر رکے اس وقت میرا سانس بے قابو ہو رہا تھا ہم کچھ دیر وہاں رکے تو میرا سانس بحال ہوگیا پھر انہوں نے میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور میرے سر کے بالوں کو تھوڑا سنوار دیا اور مجھے اس گھر میں داخل کر دیا میں نے دیکھا کہ اس گھر میں انصار کی کچھ عورتیں بھی تھیں جنہوں نے مجھے دیکھتے ہی خیر و برکت کی دعائیں دیں میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کیا تو انہوں نے بھی میری حالت تھوڑی بہت مزید سنواری اور پھر مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئیں آپ کو دیکھتے ہی مجھ پر آپ کا رعب طاری ہوگیا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چڑھتے سورج کی کرنیں آپ کے چہرے پر روشن ہو رہی ہوں۔ اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ یعنی چھ سال کی عمر میں شادی ہوئی اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔

نکاح اور رخصتی کا مہینہ:

حضرت ابو عمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ماہ شوال میں ہوا، اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کو پسند فرمایا کرتی تھیں کہ عورتوں کا نکاح بھی شوال میں ہو اور رخصتی بھی شوال میں ہو۔ آپ فرماتی

[1] روایت میں جمیمہ کے الفاظ ہیں یعنی بال اتر گئے لیکن اس وقت بھی کندھوں تک تھے جنہیں حضرت عائشہؓ چھوٹے بالوں سے تعبیر فرما رہی ہیں۔

ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں فرمایا اور رخصتی بھی شوال میں فرمائی۔ بھلا ایسی کونسی بیوی ہے جو آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شوال ہی میں شادی پسند فرماتے تھے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ سے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا اور رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خدیجہ کی وفات کے بعد اور مدینہ ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ احمد بن زہیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ خدیجہ کی وفات ہجرت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ مدت قیام:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی اور جب آپ کی رخصتی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور نو سال ہی نبی ﷺ کے ساتھ رہیں۔

دنیا و آخرت میں زوجہ ہونے کا اعزاز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا میں تو نبی پاک ﷺ کی بیوی تھیں ہی، البتہ آخرت میں بھی وہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہونگی۔ اس معنی پر مشتمل کچھ روایات تو ماقبل میں مذکور ہو چکی ہیں اور مندرجہ ذیل ایک روایت امام ابو حاتمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ فاطمہ ہرچند کہ آپ کی بیٹی ہے اور آپ کو انتہائی محبوب ہے لیکن میرا کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تم دنیا و آخرت میں میری بیوی رہو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس پر خوشی ہے آپ نے فرمایا تو میری دنیا و آخرت میں بیوی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابووائل سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار و حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تھا کہ لوگوں کو جنگ کے لئے جمع کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں انہوں نے کہا اے لوگو! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی اہلیہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی اتباع کرتے ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زیاد الاسدی کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عائشہ نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔

جنت میں زوجہ نبی ہونے کا اعلان:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ جنت میں آپ کی بیوی کون ہوگی؟ آپ نے فرمایا عائشہ تم انہیں میں سے ہو۔ آپ فرماتے ہیں اے عائشہ جب سے مجھے معلوم ہوا جنت میں تم میری بیوی ہو موت کی سختی میرے لئے آسان ہوگئی۔ آپ فرماتے ہیں میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا گویا میں اب بھی عائشہ کے ہاتھوں کی سفیدی جنت میں دیکھ رہا ہوں جس سے موت کی سختی میرے لئے آسان ہوگئی ہے۔

حضرت عائشہ حبیبہ مصطفیٰ ﷺ ہیں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن غالب کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے برے انداز میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا دفع ہو جا تجھ پر کتے بھونکیں کیا تو محبوبہ حبیب کائنات ﷺ کو برا کہتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی گواہی کہ عائشہؓ محبوبہ مصطفیٰ ہیں:

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ رات کا وقت تھا نبی کریم ﷺ تشریف لائے، فرماتی ہیں کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا جس کا ام سلمہ کو پتہ نہ چل سکا، فرماتی ہیں ادھر سے میں نے بھی اشارہ کیا تو ام سلمہ سمجھ گئیں اور کہا اچھا اب اگر ہم سے کوئی تمہارے پاس ہوگا تو وہ یوں دھوکے میں رہے گا جیسے میں اب دیکھ رہی ہوں پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بہت سخت سست باتیں کہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمادیا تم بھی بدلہ لے لو۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی کچھ سخت باتیں سنا ڈالیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہاں سے اٹھیں اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس چلی گئیں اور کہا آج مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت برا بھلا کہا اور تمہیں بھی ایسے ایسے کہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم جاؤ نبی کریم ﷺ سے کہو حضرت عائشہ نے ہمیں ایسے ایسے کہا ہے (یہاں گالی گلوچ کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ "قالت لنا وقالت لنا" کے الفاظ منقول ہیں) حضرت فاطمہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا۔ آپ نے سن کر فرمایا اے فاطمہ! رب کعبہ کی قسم تیرے والد عائشہ سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے علی رضی اللہ عنہ کو آ کر آپ کا ارشاد سنا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ عائشہ ہمیں یہ یہ کہتی ہے اور آپؐ نے یہ جواب دے دیا کہ رب کعبہ کی قسم عائشہ تیرے باپ کو محبوب ہے۔

وفات کے وقت تسلی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان رضی اللہ عنہ کے

---

[1] ذکوان کی کنیت ابو عمرو بھی یہ حضرت عائشہؓ کے غلام تھے۔ قریش کے امام تھے ان کے پیچھے عبدالرحمن بن ابی بکر نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سب میں اچھے قاری تھے۔ ذکوان ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں شہید ہو گئے تھے۔

طریق سے روایت ذکر کی ہے فرماتے ہیں کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا مرض وفات میں تھیں اور آپ کے سر کی طرف آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن کھڑے تھے اتنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ تو عبداللہ نے کہا ابن عباس اندر آنا چاہتے ہیں آپؓ نے فرمایا اندر آنے دو جب وہ تشریف لائے تو فرمایا بشارت ہو آپ کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف روح نکلنے کا فاصلہ ہے پھر ملاقات ہو جائے گی۔ کہ آپ تمام ازواج میں نبی ﷺ کو زیادہ محبوب تھیں اور آپ صرف پاکیزہ چیزوں سے محبت فرماتے تھے۔

رسول اکرمؐ کے پسندیدہ حضرات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ۔ انہوں نے عرض کیا مرد حضرات میں سے کون؟ آپؐ نے فرمایا عائشہ کا والد۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا عمر۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں آپؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا عائشہ۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ہم آپ سے آپ کے آل و عیال کے متعلق دریافت نہیں کر رہے بلکہ عام لوگوں کے متعلق سوال ہے؟ آپؐ نے فرمایا اگر میرے اہل و عیال کے علاوہ کوئی مجھے محبوب ہے تو عائشہ کے والد ابوبکر ہیں۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ لوگوں سے مراد اہل خانہ ہیں نہ کہ عامۃ الناس مراد ہیں اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارادہ عموم کا ہی ہے یعنی سب لوگوں میں چاہے وہ گھر کے ہوں یا باہر کے عائشہ ہی افضل ہے۔

حضرت عائشہؓ کو نظر بد سے بچانے کے لیے دم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ نظر بد سے بچنے کے لئے دم کیا کروں۔

حضرت عائشہؓ کی باری دو راتوں کی تھی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سودہ بنت زمعہ جب بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن اور رات مجھے دے دیئے اور آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی اس کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو دن قیام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے حصے کا اور ایک حضرت سودہ کا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے سودہ سے نکاح کیا۔

دن کی ملاقات میں حضرت عائشہؓ کا اعزاز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو باری باری اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس جاتے اور مجھ پر اختتام فرماتے۔ فرماتی ہیں کہ جب میرے پاس آتے تو گھٹنا مبارک میری ران پر رکھتے اور دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھتے اور منہ کے بل مجھ پر جھک جاتے۔

اے فاطمہؓ تم بھی عائشہؓ سے محبت کرو:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ کے طریق سے روایت ذکر کی وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا انہوں نے آ کر اجازت چاہی۔ آپؐ میرے ساتھ استراحت فرما رہے تھے، آپ نے اجازت دے دی۔ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! مجھے آپ کی ازواج مطہرات نے بھیجا ہے اور ان کا مطالبہ ہے کہ آپ ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں ان کے ساتھ انصاف کیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تو خاموش رہی مگر نبی کریم ﷺ

نے فرمایا اے بیٹی کیا تم اس شخص کو محبوب نہیں بنا سکتی جو مجھے محبوب ہو؟ انہوں نے عرض کیا "بالکل مجھے محبوب ہے۔ فرمایا پھر تم بھی عائشہ سے محبت کرو"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ نے جب نبی کریم ﷺ سے یہ جواب سن تو ازواج مطہرات کے پاس جا کر انہیں بتا دیا۔ انہوں نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا تم سے ہمیں کامیابی نہیں ملی۔ تم دوبارہ جا کر عرض کرو کہ ازواج مطہرات اللہ کا واسطہ دے کر کہہ رہی ہیں کہ آپ انصاف سے کام لیجئے۔ حضرت فاطمہ نے کہا میں اس کام کے لئے کبھی بھی نہیں جاؤں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا فرماتی ہیں کہ حضرت زینب حسب نسب میں میرے ہم پلہ تھیں اور ساتھ ساتھ تقویٰ وطہارت وخشیت میں ان سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ دیکھا نیز نبی کریم ﷺ بھی میرے بعد انہی سے زیادہ محبت فرماتے تھے نیز صدقہ وخیرات اور عبادت میں انہوں نے بڑی حد تک خود کو تھکا مارا تھا البتہ ان کا مزاج کسی حد تک ترش تھا لیکن اس کے باوجود اگر اپنی کوئی غرض سامنے آتی تو بلا جھجک فوراً رجوع بھی کر لیتی تھیں بہت دھڑی بہرحال ان میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔

فرماتی ہیں کہ انہوں نے آ کر اجازت چاہی نبی کریم ﷺ اسی طرح میرے ساتھ تھے جیسے فاطمہ کی آمد پر میرے ساتھ استراحت فرما رہے تھے۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی دیگر ازواج نے بھیجا ہے اور وہ آپ سے بنت ابی قحافہ کے معاملہ میں انصاف چاہتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کافی دیر تک مجھے برا بھلا کہا اور میں نبی کریم ﷺ کی اجازت کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ مجھے اجازت دیں تو کچھ کہوں جب زینب نے بہت دیر تک مجھے برا بھلا کہا اور مجھے بھی اندازہ ہو گیا کہ اگر میں جواباً کچھ کہوں گی تو آپ کو گراں نہ گزرے گا تو میں نے بھی جوابی کارروائی کے طور پر چند کلمات کہے جس سے زینب بالکل خاموش ہو گئیں یہ دیکھ کر نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہاں آخر یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جمع ہوئیں اور ان سے کہا جا کر نبی کریم ﷺ سے کہو کہ آپ کی تمام ازواج میرے پاس جمع ہو کر آئی تھیں اور کہا ہے کہ آپ بنت ابی قحافہ کے معاملہ میں ہم سے انصاف کیجئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ میرے ساتھ چادر میں لیٹے ہوئے تھے۔ عرض کیا کہ آپ کی تمام ازواج میرے پاس آئی تھیں اور کہا کہ نبی ﷺ سے کہو کہ بنت ابی قحافہ کے معاملہ میں ہم سے انصاف کریں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ گزارش سن کر آپ ؐ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ آپ ؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ؐ نے فرمایا اے فاطمہ! تم بھی عائشہ سے محبت کرو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی لے کر ازواج مطہرات کے پاس چلی گئیں اور بتا دیا۔ انہوں نے کہا فاطمہ کوئی فائدہ نہیں ہوا تم دوبارہ جاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کبھی بھی اس معاملہ میں بات کرنے کے لئے ان کے پاس نہیں جاؤں گی۔

سوکنوں کی بات کا جواب دینے کی اجازت ملنا:

اس کا کچھ حصہ تو حبیبہ مصطفیٰ ﷺ کے تحت گزر چکا ہے مزید ایک اور روایت اسی مفہوم کی ہے جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ زینب کب بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئیں اور سخت غصہ میں تھیں۔ آتے ہی نبی کریم ﷺ سے کہا "ہاں آپ کے لئے یہ ابوبکر کی بیٹی ہی کافی ہے کہ جب یہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ آپ کے لئے پھیلاتی ہے" فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئی لیکن میں نے اعراض کر دیا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم بھی بدلہ لے لو۔ میں نے بھی زینب کو خوب سخت و سست سنائیں میں نے دیکھا کہ زینب کے منہ کا تھوک تک خشک ہو گیا اور اس کے بعد کچھ بھی نہ بول سکیں تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ

کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔

لوگ خدمت نبوی میں ہدایا حضرت عائشہؓ کی باری میں بھیجتے:

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج میں دو گروپ تھے ایک گروپ میں حضرت عائشہ و حفصہ، وصفیہ وسودہ (رضی اللہ عنہن) تھیں اور دوسری جماعت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر تمام ازواج مطہرات تھیں۔

فرماتی ہیں کہ تمام لوگ جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے ہیں چنانچہ جب عام مسلمانوں میں سے کسی کے پاس نبی کریم ﷺ کے لئے کوئی ہدیہ وغیرہ ہوتا تو وہ تاخیر کرتے کرتے انتظار کرتا پھر جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے تو بھیج دیتا۔

ایک مرتبہ آپ کی ازواج نے یہ طے کیا کہ نبی کریم ﷺ سے کہا جائے کہ آپ لوگوں سے یہ فرما دیجئے کہ جو آدمی بھی ہدیہ وغیرہ بھیجنا چاہے میری ازواج میں سے میں جس کے گھر بھی ہوں بھیج دیا کرے عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کرے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات آپ سے کہی تو نبی ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر کچھ نہیں فرمایا جب ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا؟ آپ نے بتا دیا کہ خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تو ازواج مطہرات نے کہا دوبارہ بات کرنا اسی طرح تین بار تک آپ خاموشی اختیار کرتے رہے۔ پھر جب ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں مت تکلیف دو کیونکہ میرے پاس وحی الٰہی سوائے عائشہ کے بستر کے تم میں سے کسی کے پاس نہیں آتی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کا یہ جواب سن کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں معافی چاہتی ہوں۔

اس کے بعد ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا کہ جا کر نبی ﷺ سے کہو کہ آپ کی ازواج بنت ابی بکر کے معاملہ میں انصاف مانگ رہی ہیں۔ آپ نے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی کیا جس سے میں محبت کرتا ہوں تم نہیں کرو گی؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا بالکل میرے نزدیک بھی وہی محبوب ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جا کر آپ کا پیغام سنایا تو انہوں نے کہا دوبارہ جاؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد ازواج مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا اس نے آ کر خوب غصہ نکالا اور آپ ﷺ سے کہا حضور آپ کی بیویاں آپ سے بنت ابی بکر کے معاملہ میں انصاف مانگ رہی ہیں اس اثناء میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی آواز بلند بھی ہوگئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی کچھ برا بھلا کہہ دیا۔ وہ آپ کی اجازت کا انتظار کر رہی تھی جب کافی دیر تک بولتی رہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی جواب دیا جس سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر فرمایا یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

وحی حضرت عائشہؓ کے بستر میں نازل ہوئی:

امام احمد و ابو حاتم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ دیگر ازواج مطہرات نے مجھ سے کہا کہ تم نبی ﷺ سے کہو کہ آپ لوگوں سے فرما دیں میں جہاں بھی ہوں ہدایا بھیج دیا کریں کہ لوگ عائشہ کی باری کا انتظار کرتے ہیں جبکہ ہم بھی عائشہ ہی کی طرح خیر کی متلاشی ہیں۔ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے آپ سے عرض کیا کہ ازواج مطہرات کا کہنا ہے کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ میں جہاں بھی ہوں ہدایا بھیج دیا کریں۔ ازواج کا کہنا ہے کہ جس طرح عائشہ کو خیر و بھلائی محبوب ہے ہمیں بھی محبوب ہے۔ اور بخاری کے طریق میں ہے کہ جب میں نے تیسری دفعہ آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اے ام سلمہ مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف مت دو۔ اللہ کی قسم تم سب کے سوا میرے پاس وحی صرف عائشہ کے لحاف میں نازل ہوئی ہے۔

قرآن کریم حضرت عائشہؓ کے گھر میں نازل ہوتا تھا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات پر مجھے چار چیزوں میں فخر حاصل تھا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں شادی کی جبکہ میرے علاوہ کوئی بھی کنواری نہیں تھی۔ جب سے میں آپ کے عقد میں آئی قرآن میرے ہی گھر میں نازل ہوتا تھا کسی اور بیوی کے گھر میں نازل نہیں ہوتا تھا۔ اور میرے معاملہ میں صفائی کے لئے قرآن کریم نازل ہوا جو تا قیامت تلاوت کیا جائے گا۔ اور میرے نکاح سے پہلے دو مرتبہ جبریل امین میری تصویر لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

نبی کریمؐ کی حضرت عائشہؓ کے لئے دعا:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ایک دن میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ خوش ہیں تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو آپ نے فرمایا:

"اللھم اغفر لعائشة ماتقدم من ذنبھا و ماتاخر، وما اسرت و ما اعلنت"

ترجمہ: "اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دے اور جو چھپے ہوں یا ظاہر ہوں ان کو بھی معاف فرما دے"

نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوشی سے اسقدر شرمائی اور ہنسیں کہ آپؓ کا سر اپنی گود تک جھک گیا۔ یہ دیکھ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں میری دعا سے خوشی ہوئی ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! مجھے آپ کی دعا سے خوشی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا میں اپنی امت کے لئے ہر نماز میں یہی دعا کرتا ہوں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ آپ اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا

مانگ رہے ہیں کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی آپ فرما رہے تھے " اے اللہ عائشہ کی ایسی ظاہری و باطنی مغفرت فرما کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے اور آئندہ سے کوئی گناہ نہ ہو۔ پھر آپ نے فرمایا عائشہ کیا تمہیں اس سے مسرت ہوئی ؟ عرض کیا اس رب کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا مجھے بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے فرمایا اس رب کی قسم مجھے جس نے مبعوث کیا اپنی امت کے مقابلہ میں میں نے تمہیں کوئی خصوصیت نہیں دی۔ میں دن رات اپنی امت کے لئے یہی دعا کرتا رہتا ہوں ان کے لئے جو گزر گئے اور جو تا قیامت آئیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں اور ملائکہ آمین کہتے ہیں۔ (اس کے باوجود اس دعا میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خصوصیت دعا کے اعزاز سے نوازا امت کے لئے دعا عمومی ہوتی تھی)

روزے کی حالت میں نبی کریمؐ کا حضرت عائشہؓ سے پیار:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں ہوتے اور میرے چہرے پر جہاں چاہتے بوسہ دیتے ہے[1]

آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؐ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے؟ آپؐ کچھ دیر مسکرائیں پھر فرمایا ہاں بعض بیویوں کا بوسہ لیتے تھے (اور مراد خود ہی تھیں)[2]

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آپ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور فرماتی ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ کو شہوت پر قابو تھا تم میں سے کس کو ہے؟[3] ایک اور روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا تو آپ ایک لمحہ خاموش رہیں پھر آپ نے کہا جی ہاں۔[4]

نبی کریمؐ کا حضرت عائشہؓ کو خوش کرنا:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصوم
[2] مسلم کتاب الصوم
[3] شرح مسلم نووی ۲۲۱/۳
[4] مسند احمد ۲۷۳/۶

لائے، ابھی اجازت کے لئے باہر کھڑے تھے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خوب ڈانٹا۔ جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ ابوبکر کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو رہا تو آپ بیچ میں آ گئے اور بات ختم کروا دی۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دیکھا تم نے؟ میں کیسے اس (ابوبکر) کے اور تمہارے درمیان حائل ہو گیا۔ پھر ایک دن جب دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خوش تھے اور گفتگو فرما رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے اپنی خوشی میں شریک فرمالیجئے جیسے اس دن آپ نے مجھے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا دلچسپ واقعہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان بات بڑھ گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا تم ہمارے درمیان کس کو حکم بناؤ گی کیا عمر ٹھیک ہے؟ فرماتی ہیں میں نے کہا عمر نہیں، وہ سخت آدمی ہیں آپ نے فرمایا کیا ابوبکر پر راضی ہو کہ وہ فیصلہ کرے؟ عرض کیا ابوبکر ٹھیک ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا عائشہ ایسی ایسی بات کہتی ہے اور معاملہ اس طرح ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ کہہ دیا ''آپ اللہ سے ڈریں اور صرف حق بات کہیں'' فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے میری ناک پر ہاتھ مارا جس سے میری ناک لہولہان ہو گئی اور فرمایا تیرے ماں باپ نہ رہیں تو نبی ﷺ کو کہتی ہے کہ حق بات کہیے۔ آپؐ جو کہہ رہے ہیں کیا وہ حق نہیں؟ فرماتی ہیں کہ میری ناک کے نتھنے ایسے ہو گئے جیسے مشکیزے کا نچلا حصہ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے جب یہ سارا ماجرا دیکھا تو فرمایا ابوبکر ہم نے تمہیں اس لئے تو نہیں بلایا تھا فرماتی ہیں کہ گھر میں کھجور کی ایک سوکھی ٹہنی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر نے وہ اٹھائی اور میری پٹائی شروع کر دی میں بھاگ کر نبی کریم ﷺ کی کمر سے لپٹ گئی۔ حتی کہ

آپؐ نے فرمایا قسم ہے تمہیں ابوبکر! جواب تم نے مارا تو، ہم نے تمہیں اس لئے تو نہیں بلایا تھا۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ آپ سے دور جا کر کھڑی ہوگئیں، آپ نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا! ابھی تھوڑی دیر پہلے تو بڑے زور سے میری کمر سے لپٹی ہوئی تھی؟

حضرت عائشہؓ کی حمایت کرنا:

حافظ ابوالقاسم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے لئے عازم سفر ہوئے تو آپؐ کی ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ میرا سامان کچھ ہلکا تھا اور ایسے اونٹ پر تھا جو تیز چلتا تھا۔ اور صفیہ کا سامان قدرے بھاری تھا اور ایسے اونٹ پر تھا جو سست رفتار سے چلتا تھا حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ کا سامان صفیہ کے اونٹ پر رکھ دو اور صفیہ کا سامان عائشہ کے اونٹ پر رکھ دو تا کہ جلدی سے مسافت طے ہو سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ دیکھا تو کہا اللہ کے بندو یہ تو یہودی عورت حضور ﷺ پر غلبہ حاصل کر گئی ہے۔ آپ نے فرمایا ام عبداللہ تمہارا سامان ہلکا تھا اور صفیہ کا سامان بھاری تھا جس کی وجہ سے پورے قافلہ کو چلنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم نے اس کا سامان تمہارے اونٹ پر اور تمہارا سامان اس کے اونٹ پر رکھ دیا۔ فرماتی ہیں میں نے کہا کیا آپ نہیں کہتے تھے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں شک ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر اللہ کے رسول تھے تو انصاف کیوں نہ کیا!

فرماتی ہیں میری یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سن لی وہ آپؐ میں ذرہ برابر بات برداشت نہ کرتے تھے انہوں نے فوراً میرے منہ پر طمانچہ رسید کیا۔ آپ نے فرمایا ابوبکر ٹھہر جاؤ مہلت دو اس کو بات کر لینے دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ کیا آپ نے سنا نہیں وہ کیا کہہ رہی تھی آپ نے فرمایا ''غیرت مند عورت وادی کے اوپر سے نچلے حصے کو دیکھ نہیں سکتی''

نبی کریمؐ کا حضرت عائشہؓ کا مزاج شناس ہونا:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے عائشہ جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو میں جان جاتا ہوں؟ فرماتی ہیں میں نے پوچھا آپ کیسے جان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو"لا و رب محمد" یعنی محمد کا رب کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو"لا و رب ابراھیم" حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں ورنہ آپ میرے دل و جان میں پیوست ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی پسند نبی کریمؐ کی پسند بن جاتی:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کا تلبیہ کہتے ہوئے مکہ پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا تلبیہ کہا۔ فرماتے ہیں جب ہم سرف نامی جگہ پہنچے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماہواری آنا شروع ہوگئی، آپ تشریف لائے تو دیکھا کہ عائشہ رو رہی ہیں آپ نے فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ آپ نے عرض کیا میری حالت تو یہ ہے کہ مجھے ماہواری آنا شروع ہوگئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ تم غسل کرلو اور حج کا تلبیہ کہنا شروع کردو۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور تمام مواقف ادا کیے اور جب پاک ہوگئیں تو کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ میں سعی کی۔ آپ نے فرمایا عائشہ اب تم اپنے حج و عمرہ دونوں سے پوری طرح فارغ ہو چکی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ حرج محسوس ہو رہا ہے کیونکہ میں نے دوران حج بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ آپ کی عادت یہ تھی کہ آپ سہولت کو پسند فرماتے تھے۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی طواف کرنا چاہا تو آپ نے اسی کو پسند فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو آپ کے ساتھ بھیج دیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کیا۔

حضرت عائشہؓ کی عمرے سے واپسی کا نبی کریمؐ کو انتظار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ نے وادی محصب میں میرا انتظار کیا یہاں تک کہ تنعیم سے چل کر میں نے رات کے وقت اپنا عمرہ مکمل کیا آپ نے اعلان کر دیا کہ اب نکلو چنانچہ جب فجر سے کچھ قبل ہم بیت اللہ پہنچے تو طواف کیا۔ (بخاری ۲/۵)

حضرت عائشہؓ سے خاص طور پر سفر میں گپ شپ:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سفر کے لئے تشریف لے جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ فرماتی ہیں اسی طرح ایک سفر کے موقع پر میرا اور حفصہ کا قرعہ نکلا تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیں، آپؐ دوران سفر رات کے وقت میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے گفتگو فرماتے اور چلتے رہتے۔

فرماتی ہیں ایک دن حفصہ نے مجھے کہا کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے اونٹ پر آ جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں اور ایک دوسرے کے اونٹ کا سفر دیکھیں؟ حضرت عائشہ ﷺ فرماتی ہیں میں نے مان لیا اور حفصہ میرے اونٹ پر سوار ہو گئیں اور میں حفصہ کے اونٹ پر۔ نبی کریم ﷺ رات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے قریب تشریف لائے تو اس پر حفصہ تھیں آپ نے سلام کیا اور اس کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ جب اس رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو نہ پایا تو انہیں حضرت حفصہ پر بڑی غیرت آئی۔ جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہؓ گھاس میں پاؤں ڈال کر بیٹھ گئیں اور تمنا کرنے لگیں کہ اللہ کوئی بچھو یا سانپ بھیج دے جو مجھے ڈس لے، آپؐ تو اللہ کے رسول ہیں، میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتی ہے[1]

حضرت عائشہؓ کو اونٹنی دینا اور نرمی کا حکم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے نبی پاک ﷺ نے ایک اونٹنی دی

---

[1] مسلم ۲/۳۰۱۵

جو کالے رنگ کی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئلہ ہو، اس میں نکیل نہیں تھی اور بڑی ضدی تھی آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی پائی جائے وہ اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس سے نرمی نکل جائے اس کو معیوب بنا دیتی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شریح ابن ھانی رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس اونٹ پر سوار ہوئیں تو وہ بدکنے لگا تو آپؓ نے بطور تادیب اس کو مارا تو آپؐ نے فرمایا عائشہ اس کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ اللہ رب العزت بھی رفیق ہیں اور نرمی کو پسند بھی فرماتے ہیں اور نرمی پر جس قدر عنایت فرماتے ہیں سختی پر عطا نہیں کرتے۔[1]

حضرت عائشہؓ پر نبی کریمؐ کا خاص احسان

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کسی ایسی وادی یعنی چراگاہ میں نزول فرمائیں کہ جہاں بعض درختوں سے جانور چر چکے ہوں اور بعض درخت ایسے ہوں جہاں ابھی تک جانور نہ چر سکے ہوں تو آپ کس جگہ اپنے اونٹ کو چرنے کے لئے چھوڑیں گے؟ آپؐ نے فرمایا میں اپنا اونٹ اس جگہ چرنے کے لئے چھوڑوں گا؟ جہاں جانور نہ چر سکے ہوں۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد[2] کسی اور باکرہ لڑکی سے شادی نہیں کی۔

اونٹ بدکنے پر حضرت عائشہؓ کے لئے نبی کریمؐ کی پریشانی:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سفر کے لئے نکلے جب ہم مقام جرف تک پہنچے تو واپس ہوئے اور میں ایک اونٹ پر سوار تھی اور یہ آخری زمانہ تھا (اونٹ بدک گیا تھا) میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے

---

[1] صحیح مسلم ۲۵۳/۱۵ [2] بخاری ۶/۷

سنا جبکہ آپ درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے واعروساہ۔ ہائے میری دلہن۔ فرماتی ہیں کہ میں ابھی اسی حال میں تھی کہ اعلان کیا گیا کہ میں لگام چھوڑ دوں اتنے میں کسی نے آواز دی کہ اونٹ کی لگام چھوڑ دو۔ تو میں نے لگام چھوڑ دی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو قابو کر لیا۔[1]

حضرت عائشہؓ کا سہیلیوں کے ساتھ نبی کریمؐ کے سامنے کھیلنا:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں میں چھوٹی بچیوں کے ساتھ آپؐ کی موجودگی میں کھیلا کرتی وہ میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب آپؐ تشریف لائے تو وہ چھپ جایا کرتیں مگر آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔[2]

آپؐ کے سامنے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کا ہنسی مذاق:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ کے لئے حلوہ تیار کیا اور لیکر آئی وہیں پر آپؐ کے پاس حضرت سودہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا سودہ تم بھی کھاؤ، انہوں نے انکار کیا، میں نے دوبارہ کہا سودہ کھاؤ ورنہ یہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی مگر اس پر بھی جب حضرت سودہ نے انکار کر دیا تو میں نے اپنے ہاتھ میں حلوہ اٹھا کر سودہ کے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر نبی ﷺ خوب ہنسے۔ پھر آپ نے مجھے پکڑ کر دبوچ لیا اور حضرت سودہ سے فرمایا اب تم اس کے چہرہ پر مل دو۔ چنانچہ حضرت سودہ نے باقی ماندہ حلوہ میرے چہرے پر مل دیا جسے دیکھ کر آپ نے پھر ہنسنا شروع کر دیا۔

حدیث ام زرع:

رسول اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہانیاں بھی سناتے چنانچہ آپ نے یہ کہانی سنائی۔

اس روایت کو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے تخریج کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

[1] مسند احمد ۲۴۸/۶ [2] مسلم ۹۵/۵

فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ گیارہ عورتیں آپس میں مل بیٹھیں اور عہد کیا کہ کوئی عورت بھی اپنے شوہر کی کوئی بات نہ چھپائے گی، ہر ایک سب کچھ کھول کھول کر بیان کرے گی۔

چنانچہ ان میں سے پہلی نے کہا میرا شوہر تو انتہائی لاغر اونٹ کے گوشت کی مانند ہے۔ جو کہ ایسے پہاڑ کی چوٹی پر ہو جس کا راستہ انتہائی دشوار گزار ہو اور نہ ہی موٹا تازہ ہے کہ اس کو وہاں سے منتقل کیا جائے۔

دوسری عورت نے کہا میں اپنے شوہر کے بارے میں کیا کہوں اس کی برائیاں تو زبان زد عام ہیں مجھے خطرہ ہے کہ میں اگر بیان کروں گی تو کچھ رہ نہ جائے۔ البتہ میں اپنے شوہر کے باطنی وظاہری عیوب کا تذکرہ کرتی ہوں۔

تیسری عورت نے کہا میرا شوہر تو لمبا ڈھینگا (بیوقوف) ہے، اس کی بیوی اتنی خوبصورت ہے لیکن کبھی التفات ہی نہیں کرتا مجھے اس نے ایسے لٹکا دیا ہے نہ چھوڑ کر راضی نہ اپنا کر راضی، یعنی معاشرت کے لحاظ سے براہی ہے۔

چوتھی عورت نے کہا میرا شوہر تو انتہائی ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے، نہ تو وہ کسی بات پر باز پرس کرتا ہے اور نہ کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اس کی مصاحبت سے آدمی اکتاتا بھی نہیں۔

پانچویں عورت نے کہا میرا شوہر تو جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو چیتے کی طرح غافل پڑا رہتا ہے اور جب گھر سے باہر جاتا ہے تو بڑا زیرک شیر کی سی شان والا ہوتا ہے البتہ مجھ سے شادی کر کے کوئی خاص توجہ نہیں کرتا۔

چھٹی عورت نے کہا میرا شوہر تو جب گھر آکر کھاتا ہے تو سب کچھ ہڑپ کر جاتا ہے اور پینے میں تل چھٹ تک نہیں چھوڑتا اور لپٹ کر سوتا ہے اور میرے جسم کو چھوتا تک نہیں کہ میرا بھی اس کو کچھ خیال آئے۔

ساتویں عورت نے کہا میرا شوہر تو عنین (نامرد) ہے اور پھر ساتھ ساتھ خاموش طبیعت بھی ہے اگر لڑنے پر آئے تو سر پھاڑ دے یا زبان سے ہی جھگڑا کرے، یا پھر زبان سے بھی جھگڑے گا اور سر بھی پھاڑ ڈالے گا۔

آٹھویں عورت نے کہا میرا شوہر تو انتہائی کریم اور نرم مزاج آدمی ہے۔

نویں عورت نے کہا میرا شوہر مالک ہے اور مالک کے تو کیا کہنے ہیں وہ سب سے بہتر ہے اس کے پاس باڑے میں بہت سارے اونٹ ہیں جو چراگاہیں چرنے کے لئے کم ہی بھیجے جاتے ہیں۔ اور جود وسخا ایسا کہ جب گھر میں مجلس وغیرہ لگتی ہے تو کچھ گانا بجانا بھی ہوتا ہے باجے کی آواز سن کر اونٹوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب ہمیں ذبح کیا جائے گا۔

دسویں عورت نے کہا کہ میرا شوہر تو بڑا باعزت شخص ہے اور جود وسخا تو اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور مہمان نواز بھی ہے اور مجلس کے قریب اس کا گھر ہے یعنی اس کے ہاں احباب کا آنا جانا بکثرت ہے اور مہمان نوازی بھی اسی کے بقدر ہے۔

گیارہویں عورت نے کہا میرا شوہر ابو زرع ہے اور ابو زرع کی تو کیا ہی شان ہے! اس نے مجھے اتنا زیور پہنایا کہ میرے کان زیور کے بوجھ سے جھکے جاتے ہیں۔ اور مجھے اتنا کھلایا پلایا کہ میں خوب موٹی تازی صحتمند ہوگئی۔ اور اس نے مجھے اتنی خوشیاں دیں کہ مجھے اپنی حالت دیکھ کر خوشی ہونے لگی، جب اس نے مجھ سے شادی کی تو میرا گھرانہ مالی لحاظ سے اتنا کمزور تھا کہ بھیڑ بکریاں پال کر گزارہ چلتا تھا۔ اس نے مجھ سے شادی کی اور ایسے گھر میں لایا کہ جہاں مال متاع کی خوب فراوانی تھی اور بھیڑ بکریوں کے بجائے اس گھر میں گھوڑے اور اونٹ پالے جاتے تھے اور اناج غلہ کے ڈھیر گھر میں رکھے جاتے تھے۔

میں اس کی برائی بیان نہیں کرتی، میں سوتی تو صبح کہیں جا کے بیدار ہوتی اور خوب سیراب ہو کر کھاتی پیتی ہوں، اور ابو زرع کی ماں (یعنی میری ساس) وہ بھی بڑی اچھی ہے، ساز و سامان کے لئے اس کے پاس بڑے بڑے صندوق ہیں اور گھر بھی ماشاء اللہ خوب کشادہ ہے۔

اور ابو زرع کا بیٹا دبلا سا ہے جسے بطور غذا بکری کے بچے کی ایک ران ہی کافی ہو جاتی ہے۔ اور ابو زرع کی ایک بیٹی ہے جو بہت اچھی ہے اور اپنے ماں باپ کی نہایت ہی فرمانبردار ہے اور خوب صحتمند خوبصورت ہے کہ پڑوسی دیکھ کر اس پر حسد کرنے لگے۔ اور ابو زرع کی باندی بھی بڑی اچھی ہے کہ گھر کی رازی باتیں باہر کسی کو نہیں بتاتی اور پھر گھر کو بھی صاف ستھرا رکھتی ہے اور کیا مجال کہ گھر کی کوئی چیز چرا کر لے جائے ہرگز نہیں۔

فرماتی ہیں کہ ایک دن تقریباً دودھ دوہنے کے وقت ابوزرع گھر سے نکلا تو اس نے راستے میں ایک عورت دیکھی جس کے پاس چیتے کی طرح کے دو بچے تھے وہ اس کی سرین کے نیچے دو اناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اس نے مجھے طلاق دیدی اور اس سے شادی کرلی۔

اس کے بعد میری شادی ایک ایسے آدمی سے ہوئی جو انتہائی شریف اور بکثرت سفر کرتا اور نیزہ ساتھ رکھتا تھا اس نے مجھ بکثرت مال ومتاع دینے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی دوگنی آسائشوں سے بھی نوازا اور کہا ام زرع خود بھی خوب کھاؤ پیو اور کچھ اپنے گھر والوں کو بھی دو البتہ اس نے مجھے جتنا کچھ دے رکھا تھا سب اگر جمع کیا جائے تو ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لئے تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی تھا جس کی کنیت ابوزرع تھی اور اس کی بیوی کو ام زرع کہا جاتا تھا وہ اس کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک سے پیش آتا تھا ایک دن ابوزرع گھر سے نکلا تو ایک ایسی عورت کے قریب سے اس کا گزر ہوا جو پشت کے بل چت لیٹی ہوئی تھی اور اس کے پاس دو بچے تھے جن کے پاس ایک انار تھا۔ اس عورت کی سرین اتنی موٹی تھی کہ پشت کے بل لیٹے ہوئے بھی سرین موٹی ہونے کی وجہ سے اس کی سرین اور کمر کے درمیان اتنی جگہ خالی تھی کہ اس کے نیچے سے ایک انار گزر سکتا تھا، وہ دونوں بچے انار کو ایک طرف سے پھینکتے تو انار دوسری طرف نکل جاتا وہ اسی طرح کھیل رہے تھے کہ وہاں سے ابوزرع کا گزر ہوا ابوزرع کو وہ عورت بہت اچھی لگی۔

اس نے ام زرع کو طلاق دیدی اور اس عورت سے شادی کرلی۔ پھر ام زرع نے بھی ایک دوسرے آدمی سے شادی کرلی اس نے بھی اس کو خوب نوازا۔ ام زرع خود کہتی ہے کہ اس نے مجھے بہت کچھ دیا یہ بھی دیا یہ بھی دیا فلاں فلاں۔۔۔ اور آخر میں کہا کرتی کہ اس نے مجھے جو کچھ دیا اگر سب ملایا جائے تو ابوزرع کے ایک چھوٹے سے برتن کے مقابلے میں بھی کم ہے۔ بعض طرق میں ہے آپؐ نے فرمایا عائشہ میں تمہارے لئے محبت اور رفق میں

ایسے ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لئے تھا نہ کہ جدائی اور طلاق کے معاملہ میں۔

اللہ اور اس کے رسول کے اختیار میں عائشہؓ کی سبقت:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور صحابہ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت نہ دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اجازت نہ دی۔ پھر نبی کریم ﷺ سے دونوں کے اندر آنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

جب دونوں حضرات آپؐ کے پاس اندر گئے تو دیکھا کہ آپ کے نزدیک آپ کی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی ہیں اور آپؐ خاموش تشریف فرما ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا میں ضرور نبی کریم ﷺ سے بات کروں گا کہ شاید آپ کچھ تھوڑا سا مسکرا جائیں اور آگے بات کی جاسکے کہ معاملہ کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بنت زید کو جانتے تھے (یعنی عمر کی اہلیہ) اس نے تھوڑی دیر پہلے مجھ سے نفقہ طلب کیا تھا اور میں نے اس کو بہت سخت پیٹا، یہ سن کر آپؐ اسقدر مسکرائے کہ آپ کی داڑھیں تک نظر آنے لگ گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا یہ جو ارد گرد بیٹھی ہوئی میری بیویاں تم دیکھ رہے ہو یہ بھی مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔

یہ بات سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ کو مارا اور حضرت عمر نے حفصہ کو بھی مارا اور کہا تم رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں۔ آپؐ نے دونوں کو منع فرمادیا کہ اب تم دونوں خاموش رہو۔ اور ازواج مطہرات نے کہا اللہ کی قسم اس مجلس کے بعد ہم عہد کرتی ہیں کہ حضور ﷺ سے کچھ بھی نہ مانگیں گی۔

اسی اثناء میں ہی آیت تخییر نازل ہوگئی۔ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتدا کی اور فرمایا اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ رکھتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کیا معاملہ

ہے؟ آپؐ نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

"یاایھا النبی قل لاّزواجک"

ترجمہ: "اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یارسول اللہ! کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی کلا و حاشا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ میں اللہ اور رسول کا ہی اختیار وانتخاب کروں گی۔ اور آپ سے میں درخواست کرتی ہوں کہ اپنی دوسری ازواج کو یہ مت بتائیے گا کہ میں نے آپ کو اختیار کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے دشمنی اور بغض سینے میں رکھنے والا بنا کر مبعوث نہیں فرمایا بلکہ مجھے معلم و مبشر بنا کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ سے جو عورت بھی پوچھے گی میں اس کو صاف صاف بتادونگا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے (یعنی عائشہ) کہا میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔ اس میں اپنے والدین سے ہرگز مشورہ نہ کرونگی۔ یہ سن کر آپ مسکرا دیئے اور پھر تمام حجروں میں تشریف لیکر گئے اور فرماتے عائشہ نے یہ کہا ہے پھر تمام ازواج بھی عائشہ کے مثل کہتی تھیں۔

رسول اللہؐ کا زندگی کے آخری ایام حضرت عائشہؓ کے ہاں بسر کرنا:

امام بخاریؒ نے ھشام کے طریق سے روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ آخر عمر میں بیمار ہو گئے ہر زوجہ مطہرہ کی باری کے اعتبار سے ان کے ہاں ٹھہرتے اور پوچھتے رہتے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ (آپؐ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا اشتیاق تھا) چنانچہ جب آپؐ میرے گھر تشریف لائے تو مطمئن ہو گئے۔

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مرض الموت کے دنوں میں تھے تو بار بار پوچھتے تھے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ آپ کا مقصد تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن کب آئے گا جب ازواج مطہرات نے آپ کی رغبت حضرت عائشہ کے گھر کی طرف دیکھی تو سب نے متفقہ طور پر عرض کیا کہ آپ جہاں رہنا

پسند کریں وہیں رہیں گے تو آپ حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہیں رہے حتی کہ وفات بھی وہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن باری میری ہی تھی۔ آپ کی روح اس حال میں قبض ہوئی کہ آپ میرے سینے اور گلے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس دن نبی کریم ﷺ کے لعاب سے میرا لعاب بھی مل گیا۔

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو بلا کر فرمایا کہ اب میں بیماری کی وجہ سے تم میں سے ہر ایک کے پاس نہیں جا سکتا اگر تم چاہو تو مجھے اجازت دیدو کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں رہوں۔ اس پر تمام ازواج نے اجازت دیدی۔

ابن اسحاقؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ جنت البقیع سے تشریف لائے تو مجھے سر میں درد محسوس ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی ''وارأساہ'' آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم درد تو میرے سر میں بھی ہو رہا ہے۔ پھر فرمانے لگے اے عائشہ کیا ہوا؟ اگر تم میری زندگی میں مرجاؤ گی تو میں تمہارے لئے اہتمام کروں گا تمہیں کفن پہناؤں گا اور تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا اور تمہیں دفن کروں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا'' مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اگر میرے ساتھ ایسا ہو گیا تو آپ واپس آ کر اپنی کسی زوجہ کے پاس رات گذار لیں گے۔

یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ مسکرانے لگے اور پھر آپ کے سر کا درد بڑھنے لگا جب حضرت میمونہ کے ہاں تھے تو شدت سے تکلیف محسوس ہونے لگی تو آپ نے ازواج مطہرات کو بلوا کر میرے گھر میں بیماری کے ایام گذارنے کی اجازت چاہی تو تمام ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دیدی۔

حضرت عائشہؓ اور آپ کے لعاب کا جمع ہونا:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے گھر میں میری باری میں میری گود میں سر رکھے ہوئے

وفات پائی۔ آپ حضرت عائشہ کے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر گھر میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں میں نے مسواک ان سے لی اور اسے اچھی طرح چبا کر نرم کیا اور پھر آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے اچھی طرح مسواک کی۔ پھر آپ کا لعاب مبارک زمین پر گرا، تو میں نے وہ دعا پڑھنی شروع کر دی جو نبی اکرم ﷺ بیماری کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے البتہ موجودہ بیماری میں آپ نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمانے لگے "الرفیق الاعلیٰ" اس کے بعد آپ کی روح مبارک جسم سے نکلنی شروع ہو گئی۔ تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں جس نے نبی ﷺ کے آخری دن میرے اور آپ کے لعاب کو جمع فرما دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت ذکر کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سینے سے یا فرمایا میری گود سے ٹیک لگا رکھی تھی، پھر آپ کو پیشاب کا تقاضا ہوا آپ نے برتن منگوایا اور فراغت حاصل کی اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

دعوت میں حضرت عائشہؓ کے بغیر جانے سے انکار:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک پڑوسی تھا جو کھانا بڑا عمدہ تیار کرتا تھا۔ ایک دن اس نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو بلانے کے لئے آیا تو آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ بھی ساتھ چلے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا میں بھی نہیں جاتا، وہ دوبارہ آیا اور چلنے کے لئے عرض کیا آپ نے فرمایا یہ بھی آئے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر جب وہ تیسری مرتبہ آپ کو بلانے آیا تو آپ نے پھر فرمایا۔ یہ بھی ساتھ ہو گی؟ اس نے کہا یہ بھی ساتھ چلے، پھر اس کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ ساتھ تھیں۔[1]

---

[1] مسلم ۲/۲۰۲

حالت حیض میں رسول اللہؐ کے بالوں میں کنگھی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مسجد میں اعتکاف فرمایا کرتے تو مسجد میں ہوتے ہوئے سر مبارک میرے حجرے میں داخل کرتے اور میں آپ کے کنگھی کیا کرتی اور آپ گھر میں قضاء حاجت کے لئے ہی تشریف لاتے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ میں حیض میں ہوتی تھی۔[1]

حضرت عائشہؓ کا رسول اللہؐ کو خوشبو لگانا:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ہاتھوں سے آپ کو حل و حرم میں خوشبو لگائی تھی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو احرام پہنتے وقت ایک عمدہ قسم کی خوشبو لگائی۔[2]

ایک برتن سے غسل کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور سرور کونین ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ کبھی آپ کا ہاتھ سبقت کر جاتا اور میں کہتی میرے لیے چھوڑو میرے لئے چھوڑو۔ فرماتی ہیں کہ ہم دونوں غسل جنابت کر رہے ہوتے تھے۔[3]

حضرت عائشہؓ کے بستر پر نماز:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ اس بستر پر کبھی کبھار نماز پڑھا کرتے جس پر ہم سویا کرتے تھے اور میں سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھی۔ یعنی میں قبلہ اور آپ کے درمیان ہوتی۔

حالت حیض میں ایک لحاف میں سونا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ لحاف میں سویا کرتی جبکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی اور ایک کپڑا لپیٹے ہوئے سوئی رہتی تھی۔

---

[1] بخاری ۲/۹۳، مسلم ۱/۵۹۵ [3] مسلم ۲/۲۶۹
[2] مسلم ۱/۴۲۰ [4] مسلم ۲/۱۳۶

آنحضرتؐ کا حضرت عائشہؓ سے دوڑ لگانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں سبقت لے گئی، پھر جب کچھ عرصہ بعد میرا جسم بھاری ہوگیا تو دوبارہ ہمارے درمیان مقابلہ ہوا جس میں آپؐ سبقت لے گئے، اس پر آپ نے فرمایا یہ اس جیت کے بدلے میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھی، اس وقت میں ایک لڑکی تھی میرا جسم بھی ہلکا تھا، آپ نے حضرات صحابہ سے فرمایا آگے نکل جاؤ، جب صحابہ آگے نکل گئے۔ تو آپ نے فرمایا چلو عائشہ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں۔ فرماتی ہیں میں دوڑ میں آپ پر سبقت لے گئی۔ آپ خاموش ہوگئے۔

فرماتی ہیں پھر جب میرا جسم بھاری ہوگیا اور میں بھول بھی گئی کہ میرا آپ سے دوڑ کا مقابلہ ہوا تھا، ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھی آپ نے صحابہ کو آگے بھیج دیا اور مجھے فرمایا عائشہ اب مقابلہ کرتے ہیں۔ اس دفعہ آپ جیت گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا یہ اس کے مقابلے میں ہے۔ (سیرت ملا)

نیکیوں کی ترغیب دینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ میرے گھر تشریف لائے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے، آپ تھوڑا سا آگے آگئے اور فرمایا عائشہ اللہ کے قرب کو خوب نبھاؤ، یہ طعام ایسا ہے کہ اگر ایک دفعہ کسی سے دور ہو جائے تو وہ کم ہی واپس ہوتا ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ کو بخار کی دعا سکھانا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے، آپ بیمار تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بخار ہو رہا ہے اور پھر بخار کو برا کہا۔ آپ نے فرمایا اسے مت برا کہو یہ تو اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تجھ

---

[1] جامع الصغیر سیوطی ۱/۳

کلمات تمہیں سکھا دیتا ہوں جب انہیں پڑھ لیا کرو گی تو بخار جاتا رہے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ایسے کہو:

اللهم ارحم جلدی الدقیق و عظمی الرقیق من شدة الحریق، یا ام ملدم ان کنت آمنت باالله العظیم فلا تصدعی علی الراس، ولا تغیری الفم، ولا تاکلی اللحم، ولا تشربی الدم، وتحولی عنی الی من اتخذه مع الله الها آخر.

ترجمہ: ''اے اللہ میری اس نرم جلد اور کمزور ہڈیوں پر شدت حرارت سے رحم فرما اے ام ملدم! اگر تو اللہ جل شانہ جیسی عظیم ذات پر ایمان رکھتی ہے تو میرے سر میں درد نہ کر اور میرے منہ کا ذائقہ تبدیل نہ کرنا اور میرے خون کو نہ چوسنا اور میرے گوشت کو نہ کھا جانا اور کسی ایسے شخص کی طرف منتقل ہو جا جس نے اللہ کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرا رکھا ہو ان کلمات سے آپ کا بخار جاتا رہا'' (سرخسی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کی ایک عورت میرے پاس آئی تو اس نے حضور ﷺ کا بستر مبارک دیکھا جو ایک چادر تھی جسے دوہرا کر کے بچھایا گیا تھا وہ اپنے گھر گئی اور ایک ایسا بستر بھیج دیا جو نرم تھا اور اون سے بھرا گیا تھا، جب آپ گھر تشریف لائے تو بستر دیکھ کر فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تھا اور گھر جا کر یہ بستر اس نے آپ کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ! اسے واپس بھیج دو میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ مجھے اچھا لگتا ہے میں اسے اپنے پاس ہی گھر میں رکھنا چاہتی ہوں آپؐ نے تین دفعہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ! اسے واپس کر دو اللہ کی قسم اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتے۔ (ابو معاویہ)

آنحضرتؐ کا حضرت عائشہؓ کو بیت اللہ کے اندر داخل کرنا:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میری بڑی خواہش تھی کہ میں بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھوں۔ ایک دن آپؐ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور حطیم میں داخل کر کے فرمایا اگر تم بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنا چاہتی ہو تو حطیم میں نماز پڑھ لو کیونکہ یہ بیت اللہ ہی کا حصہ ہے لیکن جب لوگوں نے کعبہ کی تعمیر کی تو کعبہ کو کم کر دیا اور اسے بیت اللہ سے نکال دیا۔

مرحومین کے لئے دعا سکھانا اور تکلیف سے بچانا:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ ایک رات جب حضور اکرم ﷺ میرے پاس تھے۔ آپ نے اپنے جوتے پاؤں کے پاس رکھ دیئے اور خاف بھی ناف تک کر دیا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد جب آپ کو یہ گمان ہوا کہ میں سو چکی ہوں تو آپ نے آہستہ سے جوتے پہنے اور اپنی چادر لی اور دروازہ کھول کر باہر نکلے اور آہستہ سے بند کر دیا فرماتی ہیں میں نے بھی چادر اوڑھی اور آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیا حتیٰ آپ بقیع تک تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے تین مرتبہ ہاتھ بلند کیا اور بڑی دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ جلدی سے واپس مڑے تو میں بھی واپس ہولی آپ نے تیز چلنا شروع کیا تو میں بھی تیز تیز چل دی۔ پھر آپ نے بھاگنا شروع کیا تو میں بھی بھاگنے لگی اور میں آپ سے آگے نکل گئی اور گھر میں داخل ہو کر جیسے ہی لیٹی تھی کہ آپ بھی پہنچ گئے اور فرمایا عائشہ تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا کچھ نہیں۔

آپؐ نے فرمایا بتا دو ورنہ مجھے وہ ذات ضرور خبر دے گی جو انتہائی پوشیدہ راز اور چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والی ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اور پھر ساری بات بتا دی۔ آپ نے فرمایا میرے آگے جو ایک سایہ تھا وہ تم تھیں؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! پھر آپ نے میرے سینے پر اس زور سے ہاتھ مارا کہ مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر زیادتی کریں

گے؟ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! جب بھی لوگ کچھ چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ جان لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے تھے جب میں نے انہیں دیکھا وہ اندر نہیں آسکتے تھے کہ تم نے لباس اتار رکھا تھا۔ انہوں نے مجھے پکارا اور تم سے پوشیدہ رکھا میں نے بھی تم سے پوشیدہ رکھتے ہوئے انہیں جواب دیا اور میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تم سو چکی ہو اٹھانا مناسب نہیں اور خوف تھا کہ تمہیں وحشت نہ ہو، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں بقیع جاؤں اور اہل بقیع کے لئے مغفرت کی دعا مانگوں میں نے کہا یا رسول اللہ! میں کیسے دعا کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ایسے کہا کرو، سلامتی ہو اس گھر کے مومنین و مسلمین کے لئے اللہ ان پر رحم فرمائے جو ہم سے پہلے آچکے ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے اور ہم بھی تمہارے پاس ہی آنے والے ہیں۔

نماز فجر سے پہلے حضرت عائشہؓ سے گفتگو فرمانا:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رات کی عبادت کے بعد جب فجر کی دو رکعتوں سے فارغ ہوتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو آپؐ مجھ سے گفتگو فرماتے تھے، اگر میں سو رہی ہوتی تو آپ فجر کی اذان تک آرام فرما لیتے اور ایک دوسری روایت کے مطابق اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی خواتین پر فضیلت:

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا انسانوں میں سے بہت سے افراد درجہ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سے معدودے چند افراد کو یہ فضیلت حاصل ہو سکی جن میں مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون اور حضرت عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے تمام انواع کے کھانوں پر ثرید کو فوقیت حاصل ہے۔ (بخاری ۳۶/۴)

حضرت عائشہؓ کی فضیلت پر امہات المومنین کی گواہی:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ زیاد بن سمیہ نے کچھ تحائف و اموال وغیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور صفیہ رضی اللہ عنہا سے معذرت کرتے ہوئے پیغام بھیجا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تم سے زیادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اگرچہ ابن سمیہ نے عائشہ کو ہم پر فضیلت دی ہے لیکن زیاد سے زیادہ فضیلت والے (حضور اکرم ﷺ) بھی ہم پر حضرت عائشہ کو فضیلت دیا کرتے تھے۔ (مجلس)

حضرت عائشہؓ کا جبریلؑ کو دیکھنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ احزاب کے بعد جب حضور اکرم ﷺ حمام میں غسل کے لئے جانے لگے تو جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دروازے کی جھریوں سے جبریل امین کو دیکھا کہ ان کا سر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔

جبریلؑ کا حضرت عائشہؓ کو سلام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دحیہ الکلبی (رضی اللہ عنہ) کے گھوڑے کی پیشانی پر ہاتھ مبارک رکھا ہوا ہے اور ان سے باتیں کر رہے ہیں۔ فرماتی ہیں جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ دحیہ سے کیا باتیں کر رہے تھے؟ میں نے آپ کو دیکھا تھا، آپ نے دوبارہ پوچھا کیا تم نے اس کو دیکھا تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ضرور دیکھا تھا آپ نے فرمایا عائشہ! وہ جبریل امین تھے اور تمہیں سلام کہہ رہے تھے۔ میں نے کہا ان پر بھی سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہترین ساتھی کی طرف سے بہترین جزاء خیر عطا فرمائے۔ وہ بہترین مصاحب اور بہترین آنے والے ہیں۔[1] (الصفوۃ)

---

[1] مسلم ۲/۳۰۳

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اس قدر زور سے چھلانگ لگائی کہ مجھے خوف محسوس ہونے لگا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ ایک ایسے آدمی کے پاس کھڑے ہیں جو گھوڑے پر سوار ہے اور سر پر سفید عمامہ باندھ رکھا ہے اور عمامے کا شملہ اس کے دو کندھوں کے درمیان ہے، آپ نے اس کے گھوڑے کی پیشانی پر ہاتھ رکھا ہوا ہے، میں نے کہا یارسول اللہ! آج آپ کی چھلانگ دیکھ کر میں ڈر گئی تھی، یہ آدمی کون تھا؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟ وہ کون تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے تو دحیہ کلبی نظر آرہے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ دحیہ نہیں بلکہ جبریل تھے۔

گھر میں کتے کی موجودگی پر جبریلؑ کا نہ آنا:

حضرت ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں نماز ادا فرمارہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک آدمی دیکھا جس پر کچھ علامتیں بھی ظاہر تھیں لیکن حضرت عائشہ کو معلوم نہ تھا کہ یہ کون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو بتایا میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک آدمی دیکھا تھا، آپؐ نے پوشاک لی اور باہر تشریف لے گئے دیکھا تو حضرت جبریل علیہ السلام کھڑے تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم (فرشتے) ایسے گھر میں نہیں داخل ہوتے جس گھر میں کتا، پیشاب یا تصویر رکھی ہوئی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ گھر تشریف لائے اور کتے کو ڈھونڈ کر اٹھا کر باہر پھینک دیا جس کے بعد جبریل امین گھر میں داخل ہوئے۔

حضرت جبریلؑ کا حضرت عائشہؓ کو سلام:

اس کا کچھ حصہ تو ماقبل میں گزر چکا ہے مزید ایک روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے تخریج کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! یہ جبریل امین ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا

ان پر بھی اللہ تعالیٰ سلامتی اور رحمت نازل فرمائے یا رسول اللہ! آپ تو وہ سب دیکھ سکتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت عائشہؓ کی برکت سے امت کے لیے سہولتیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ھشام عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک سفر کے موقعہ پر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھی اور میں نے ایک ہار پہن رکھا تھا جو میں اسماء رضی اللہ عنہا سے بطور عاریت لے کر گئی تھی، وہ راستہ میں کہیں گر کر گم ہو گیا تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو بتایا۔ آپ نے بعض صحابہ کو اس کی تلاش کے لئے روانہ فرمایا۔

تلاش کرتے کرتے انہیں نماز کا وقت ہو گیا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے انہوں نے بغیر وضو کے ہی نماز پڑھ لی، اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بتایا کہ یا رسول اللہ ہم نے تو بغیر وضو کے ہی نماز پڑھ لی تھی۔ اس کے بعد آیت تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عائشہ اللہ آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آپ پر جب بھی کوئی مشکل آتی ہے تو اللہ آپ کے لئے کوئی سبیل پیدا فرما دیتے ہیں اور اس میں مسلمانوں کے لئے برکت بھی ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت غصہ ہو گئے اور فرمایا عائشہ تم نے لوگوں کو یہاں روک رکھا ہے اور پانی بھی نہیں۔ اس پر آیت تیمم نازل ہوئی۔

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے فرمایا واللہ مجھے تو علم نہیں تھا کہ تم اتنی مبارک ہو۔

حضرت عائشہؓ کا تواضع:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

نے عرض کیا یہ آپ کے نیک بیٹوں میں سے ہیں اور آپ کی عیادت کے لئے آئے ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا چلو آنے دو۔

گھر میں داخل ہونے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اماں جی آپ کے لئے بشارت ہے کہ آپ کے اور حضور ﷺ کی ملاقات کے درمیان صرف روح نکلنے کا فاصلہ ہے۔ حضور کے نزدیک تمام ازواج میں آپ سب سے زیادہ محبوب تھیں اور آپ پاک چیزوں سے ہی محبت رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ موضع ابواء میں آپ کا ہار گم ہو گیا تھا اور تمام لوگوں نے اس حال میں صبح کی تھی کہ ان کے پاس پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً" (المائدہ:٦)

"اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو"

پس یہ حکم نازل ہونا بھی آپ ہی کی برکت سے تھا کہ جس میں اللہ نے امت کے لئے سہولت فرما دی۔

اور مسطح رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی عجیب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں سے آپ کی برأت نازل فرما دی۔ اب کوئی مسجد ایسی نہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو اور آپ کا ذکر نہ ہو۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابن عباس چھوڑو اس تذکرے کو اور میرے تزکیہ کو میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میں بالکل بھلا دی جاؤں کہ میرا تذکرہ بھی نہ ہو۔

واقعہ افک اور سیدہ عائشہؓ کی براءت:

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ افک کو امام زہری کی سند سے حضرت سعید بن المسیب وعروہ بن زبیر وعلقمہ بن وقاص وعبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے اور یہ تمام حضرات نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے واقعہ افک اور اہل افک نے جو کچھ آپؓ کی شان میں کہا اس کو نقل کرتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بری فرما دیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے مندرجہ حدیث کا کافی سارا

حصہ مجھے بیان کیا جبکہ انہیں حضرات میں سے بعض دوسروں سے زیادہ ثقہ اور اچھی یادداشت رکھتے ہیں اور واقعہ کو محفوظ کرنے میں بھی اثبت ہیں۔ اور ہر ایک کی بیان کردہ حدیث مجھے جدا جدا بھی خوب یاد و محفوظ ہے جبکہ ان میں سے ہر ایک کی بیان کردہ حدیث دوسرے کے بیان کی تصدیق بھی کرتی ہے۔

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا" ازواج مطہرات کے متعلق نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی آپؐ سفر پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے جس کا بھی قرعہ نکلتا آپؐ اس اہلیہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ (غالباً غزوہ بنی المصطلق تھا) کے موقع پر آپؐ نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا تو اس میں اتفاق سے میرا ہی قرعہ نکلا چنانچہ اس سفر کے موقع پر میں آپؐ کے ساتھ نکلی اور اس وقت حجاب کا حکم بھی نازل ہو چکا تھا۔

چنانچہ اثناء سفر طریقہ کار یہ تھا کہ میں ایک ھودج میں بیٹھ جاتی تھی جو باپردہ تھا چند صحابہ آتے اور اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے اور سفر شروع ہو جاتا۔

پھر جب آپؐ غزوہ سے فارغ ہوئے اور مدینہ منورہ واپسی کا سفر شروع ہوا، راستے میں رات کے وقت آپؐ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ جب لشکر ٹھہر گیا تو میں قضائے حاجت کے لئے لشکر گاہ سے باہر گئی اور واپس آئی تو میں نے اپنے سینہ پر ہاتھ لگایا تو میرے گلے پر جو ہار تھا وہ کہیں ٹوٹ کر گر چکا تھا، اب میں اس کی تلاش میں واپس لوٹ گئی اور ہار تلاش کرنے میں لگ گئی اسی تلاش میں مجھے کافی دیر لگ گئی۔

ادھر آپؐ نے کوچ کرنے کا حکم فرمایا تو جو صحابہ میرا ھودج اونٹ پر رکھنے کے لئے مامور تھے وہ آئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ میں ھودج کے اندر ہوں اس کو اٹھایا اور اونٹ پر رکھ دیا انہیں کچھ پتہ نہ چل سکا کہ میں ھودج میں نہیں ہوں کیونکہ اس وقت عورتیں زیادہ وزن دار نہ ہوتی تھیں اور پھر کھانا پینا بھی نہایت ہی کم مقدار میں ہوتا تھا اور اس وقت تک میں خود بھی کم عمر تھی اور ہلکی پھلکی تھی جس کی وجہ سے ھودج کا ہلکا ہونا اٹھانے والوں کو معلوم نہ ہو سکا۔

چنانچہ میرا ھودج اونٹ پر رکھ کر اونٹ کو اٹھا دیا گیا اور قافلہ کا سفر شروع ہوگیا اور مجھے بارا س وقت ملا جب قافلہ اچھا خاصا سفر طے کر چکا تھا۔ میں جب اپنی جگہ آئی تو وہاں نہ بندہ نہ بشر۔ میں نے سوچا کہ اب میں وہیں بیٹھ جاتی ہوں جہاں تھی تا کہ جب اہل قافلہ مجھے گم پائیں گے تو ضرور تلاش کے لئے واپس لوٹیں گے۔ میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے نیند کا غلبہ ہونے لگا۔

دوران سفر نبی کریم ﷺ کی ایک عادت مبارکہ یہ بھی ہوا کرتی تھی کہ آپ ایک آدمی کو مقرر فرمایا کرتے تھے کہ قافلہ سے پیچھے رہے اور انہی راہوں سے ہوتا ہوا آئے جہاں سے قافلہ گزرے تا کہ اگر اہل قافلہ میں سے کسی کی کوئی چیز گر جائے یا گم ہو جائے تو اسے اٹھا کر لے آئے۔ چنانچہ اس قافلہ کے پیچھے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا وہ رات بھر اس قافلہ کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ تقریباً رات کے کسی پچھلے پہر وہ میری اسی جگہ تک پہنچے جہاں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دور سے انہیں کسی انسان کا سایہ سا نظر آیا جب وہ میرے قریب آئے تو چونکہ حجاب سے قبل وہ مجھے دیکھ چکے تھے اس لئے فوراً پہچان لیا اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا ان کے یہ پڑھنے سے میری آنکھ کھل گئی اور میں بیدار ہوگئی اور فوراً اپنے چہرے کو چادر سے ڈھانپ لیا فرماتی ہیں اللہ کی قسم نہ اس آدمی نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اس کے منہ سے سوائے انا للہ کے کچھ اور سنا بس انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور میں سوار ہوگئی اور وہ آگے آگے اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتے گئے حتیٰ کہ ہم قافلہ کے پاس تقریباً دوپہر کے قریب پہنچ گئے۔

بس اس کے بعد جو تباہی کے دھانے کھلے ہر کوئی اپنی سی ہانک رہا تھا اور مدینہ میں جو آدمی بھیڑیے کی طرح سب سے زیادہ چیختا پھرتا تھا اور میرے متعلق طرح طرح منہ پھٹ فحش گوییاں کر رہا تھا وہ منافقوں کا سردار ابن ابی بن سلول تھا اس کو جب یہ موقع ملا تو تہمت درازی میں اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

چنانچہ میں مدینہ منورہ پہنچ کر تقریباً ایک ماہ تک بخار میں مبتلا رہی، اور دوسرے لوگ بھی منافقوں کی زد میں آکر طرح طرح چہ میگوئیاں کر رہے تھے، لیکن مجھے اس سب معاملہ

کی کچھ خبر نہ تھی، البتہ اتنا ضرور ہوا کہ بیماری کے دنوں میں نے محسوس کیا کہ نبی پاک ﷺ کا وہ التفات میری طرف نہ تھا جو کہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ بلکہ آپؐ گھر تشریف لاتے تو فرمایا کرتے وہ کیسی ہے یعنی میرا نام لینا بھی آپؐ گوارہ نہ کرتے، مجھے اس چیز سے بڑا قلق ہوتا اس کا مجھے اس دن پتہ چلا جب کہ قضاء حاجت کے لئے میں ام مسطح کے ساتھ مدینہ سے ایک رات باہر گئی (دراصل قدیم زمانہ عرب حضرات اپنے گھروں میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء نہیں بنایا کرتے تھے اور چونکہ ہم لوگ خود بھی عرب ہی تھے تو ہمارا معاملہ بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھا، اس لئے خواتین بھی قضائے حاجت کے لئے رات کے وقت گھر سے باہر نکلتی تھیں)

چنانچہ میں اور ام مسطح جو بنت ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبد مناف اور اس کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ اور ام مسطح کا ایک بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا۔ میں اور ام مسطح قضائے حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر کے لئے چل دیں۔ راستے میں ام مسطح کی چادر کسی چیز سے الجھ گئی اور وہ گر گئی۔ اس نے فوراً کہا ہلاکت ہو مسطح کے لئے میں نے کہا تم کیوں اتنا برا کلمہ زبان سے نکال رہی ہو اور اور بیٹے کو کس لئے بددعا دے رہی ہو؟ پھر اس کی خصوصیت کا کچھ تو لحاظ کرو وہ بدری صحابی ہے۔ اس نے کہا اوبھولی رہنے دے تجھے نہیں معلوم اس نے تیرے بارے میں کیا کچھ کہا ہے؟ میں نے کہا اس نے کیا کہا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام مسطح نے مجھ پر جس چیز کا انکشاف کیا وہ میرے لئے انتہائی جان لیوا ٹھہری کہ لوگ میرے متعلق کس کس قسم کی لن ترانیاں گھڑے بیٹھے ہیں؟ ایک پہلے سے بیماری نے میرا حال برا کر رکھا تھا اوپر سے یہ خبر جلتی پر تیل کا کام کر گئی۔ میں جب گھر آئی تو کچھ دیر بعد آپؐ تشریف لائے اور سلام کیا پھر فرمایا وہ کیسی ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اپنے والدین سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔ فرماتی ہیں دراصل میرا مقصد یہ تھا کہ والدین سے مل کر میں پوری طرح اس واقعہ کی تفصیل معلوم کروں گی آپ نے اجازت دے دی۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے والدین کے پاس آئی اور والدہ سے پوچھا اماں جی یہ لوگ میرے بارے میں کیا کچھ کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی خدارا اپنے اوپر کچھ رحم کرو بخدا تم ایک ایسے آدمی کی زوجہ ہو جس کے پاس تمہارے علاوہ بھی بیویاں ہیں اور پھر وہ بھی تم سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ مجھے یہ سن کر بڑا تعجب ہوا میں نے کہا سبحان اللہ! لوگ میرے بارے میں اب اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ساری رات میری آنکھوں میں کٹ گئی آنسو تھے کہ بند نہ ہو پا رہے تھے اور صبح ہوئی تو پھر بھی میرا رونا جاری تھا۔

چونکہ اس وقت تک وحی نازل نہیں ہوئی تھی آپ ﷺ نے حضرت علی اور اسامہ بن زید کو مشورے کے لئے بلایا کہ اب اپنے اہل وعیال یعنی عائشہ کو چھوڑ دوں۔ فرماتی ہیں کہ اسامہ نے جو مشورہ دیا اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اسامہ نبی کریم ﷺ کے اہل وعیال کے متعلق ایسا گمان نہیں رکھتے کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ کسی ایسی برائی میں ملوث ہوں اور پھر انہیں آپ ﷺ کے اہل خانہ سے محبت بھی تھی فرمایا یا رسول اللہ آپ کے اہل خانہ کے متعلق ہمیں بھلائی ہی کا علم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ پر عورتوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں اس کے سوا بھی عورتیں موجود ہیں البتہ باندی سے پوچھ گچھ کر لیں تو تصدیق ہو جائے گی۔

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا بریرہ! عائشہ کے متعلق تمہیں آج تک کوئی شک وشبہ کی بات نظر آئی ہو تو بتاؤ؟ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں آج تک کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ جس پر کوئی عیب جوئی کی جا سکے، البتہ اتنی سی بات ہے کہ یہ ابھی نو عمر ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں جسے بکری آ کر کھا جاتی ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا اے اہل اسلام! اس واقعہ میں مجھے اس منافق شخص کی باتوں سے بڑی تکلیف پہنچی ہے کون ہے جو مجھے اس شخص کی باتوں سے پہنچنے والی تکلیف کا ازالہ کرے۔ بخدا میں نے اپنے اہل خانہ میں آج بھلائی ہی دیکھی ہے اور جس آدمی پر یہ لوگ الزام تراشی کر رہے ہیں

اس کی زندگی میرے سامنے ہے میں نے آج تک اسے پاکیزہ کردار کا حامل پایا ہے اور اگر کبھی میرے گھر آیا بھی تو میرے ساتھ آیا، اس میں تو خیر ہی نظر آتی ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی سن کر حضرت سعید بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ! میں آپ کے لئے اس آدمی سے نمٹوں گا اگر وہ قبیلہ اوس کا ہے تو اسے قتل کروں گا اور اگر ہمارے بھائی بند قبیلہ خزرج سے ہے تو آپ حکم دیجئے اس کا نفاذ میں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دوسری طرف سے قبیلہ خزرج کے رئیس سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، ہر چند کے اس سے قبل وہ نہایت نیک اور صالح آدمی تھے لیکن اس وقت انہیں خاندانی حمیت نے متاثر کر دیا اور کہا اے سعد بن معاذ! بخدا قبیلہ خزرج کے اس آدمی کو نہ تو قتل کیا جائے گا اور نہ تم اس کی قدرت رکھتے ہو، اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے) انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے سعد! بخدا تم غلط کہہ رہے ہو اور نہیں معلوم تم منافقوں کی طرفداری کس لئے کر رہے ہو؟ کیا تم خود بھی منافقین کی صفوں میں شریک ہونا چاہتے ہو؟ اس کے بعد دونوں قبیلے آپس میں جھگڑنے لگے حتی کہ قتل و قتال تک کی نوبت آ گئی، جبکہ نبی کریم ﷺ سامنے ممبر پر تشریف فرما تھے۔ آپؐ انہیں بارہا خاموش کراتے رہے حتی کہ ان لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا وہ دن بھی روتے دھوتے گزرا اور پھر اگلی رات بھی اسی حال میں گزری کہ رات بھر ایک پل کے لئے بھی آنکھ نہ لگی اور رونا برابر جاری تھا میرے والدین کو بھی یہ گمان گزرنے لگا کہیں میں رو رو کر مر ہی نہ جاؤں، فرماتی ہیں کہ وہ میرے پاس اسی حال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت بھی آ کر میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی اور کچھ دیر بعد نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جبکہ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد سے اب تک آپ میرے پاس نہیں بیٹھتے تھے اور ایک ماہ تک میرے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔

پھر آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا: اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ

باتیں معلوم ہوئی ہیں، اگر تو تم اس گناہ سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری براءت کی تصدیق فرمائیں گے اور اگر خدانخواستہ گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کرو کیونکہ ارتکاب معصیت کے بعد بندہ جب اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

فرماتی ہیں جب نبی کریم ﷺ اپنی بات کہہ کر فارغ ہوئے تو میرے آنسو قدرتی طور پر رک گئے اور آنکھیں بالکل خشک ہو گئیں۔ میں نے اپنے والد (ابوبکر) سے کہا میری طرف سے نبی کریم ﷺ کو جواب دو انہوں نے فرمایا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا جواب دوں؟ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر میں نے خود ہمت کر کے بات کرنی شروع کی اور کہا کہ میں خود ابھی نوعمر لڑکی ہوں قرآن کریم کے متعلق میرا ابھی کوئی گہرا علم نہیں البتہ اتنی بات مجھے سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم لوگوں نے میرے ایک اپنے ناکردہ جرم کے متعلق اتنا سنا ہے کہ اس کی تصدیق تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی ہے اور اب تم لوگ مجھے مجرم تصور کر چکے ہو۔ اب اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا تو تم لوگ ہرگز میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں گناہ کا اعتراف کرلوں (اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں) تو تم لوگ میری تصدیق کرو گے۔ اب میرے لئے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے گم ہو جانے پر صبر کرتے ہوئے فرمایا (فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ)۔

فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں آ کر اپنے بستر پر لیٹ گئی اور میں جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری براءت کی تصدیق فرمائیں گے البتہ یہ بات تو میرے وھم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی متلو نازل فرمائیں گے بلکہ میں تو یہ امید لئے بیٹھی تھی کہ نبی کریم ﷺ کو خواب کے ذریعے سے میری براءت کی خبر کی جائے گی۔ فرماتی ہیں کہ آپ ابھی اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے اور گھر کا کوئی فرد باہر نہ گیا تھا کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور جسم اطہر پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جسم پر بدلی چھانے لگی اور وحی کا ثقل اتنا ہوتا تھا کہ سخت سردی کے زمانے میں نزول وحی کے وقت آپ کے جسم اطہر سے ایسے پسینہ بہتا تھا گویا پانی بہایا جا رہا ہو۔ جب آپ کی کیفیت صحیح ہوئی تو تبسم فرمایا اور سب سے پہلا

کلمہ ارشاد فرمایا عائشہ تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت فرمادی ہے۔ یہ دیکھ کر میری والدہ نے فرمایا اٹھو اور نبی کریم ﷺ کا شکریہ ادا کرو میں نے کہا نہ میں کسی کی تعریف کروں گی نہ شکریہ بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤں گی کہ میری براءت نازل فرمائی ہے۔

سیدہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی برأت میں نازل شدہ آیات شریفہ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (النور:۱۱تا۲۰)

نو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ کیا کرتے تھے ان آیات کے نزول کے بعد قسم کھا کر فرمایا اس نے بھی عائشہ کے متعلق طرح طرح کی باتیں کی تھیں لہٰذا اس کا خرچہ پانی میرے ہاں سے بند ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اِلٰى اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (النور:۲۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے نزول کے بعد فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں پھر آپؓ نے حضرت مسطح پر اسی طرح خرچ کرنا شروع کردیا جیسے پہلے کرتے تھے۔ اور فرمایا آج کے بعد مسطح کا خرچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے میرے متعلق پوچھا تو فرمایا میں نے اس میں بھلائی ہی دیکھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تمام ازواج میں یہی تھیں جو میری ہم پلہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طہارت و تقویٰ کے سبب ان کی حفاظت فرمائی اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے آکر اس سے جھگڑنا شروع کردیا اور پھر دوسروں کی طرح ہلاکت کا شکار ہوئی۔

امام ابن شہابؒ سے منقول ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں اہل افک میں سے حضرت حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش اور دیگر بعض دوسرے لوگ تھے

میرے علم کے مطابق ایک جماعت ہی ہے۔ اور جس آدمی نے سب سے بڑھ چڑھ کر اس واقعہ کو طول دیا وہ منافقوں کا سردار ابن ابی بن سلول تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنہیں اللہ نے ہر برائی سے منزہ فرمایا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا پسند نہیں کرتی تھیں اور فرماتی تھیں یہ وہی ہے جس نے یہ شعر کہا:

فان ابی ووالداہ و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

حضرت عائشہؓ کی دس منفرد خصوصیات:

حضرت نظام الملک ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی امالی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس صفات مرحمت فرمائی گئیں جو پہلے کبھی کسی عورت کو نہ ملیں فرماتی ہیں۔ (۱) میری پیدائش سے پہلے حضور اکرم ﷺ کو میری تصویر دکھائی گئی۔ (۲) اور جب مجھے اپنے نکاح میں لیا تو میں باکرہ تھی۔ (۳) آنحضرت ﷺ نے میرے سوا کسی دوسری باکرہ سے شادی نہ کی۔ (۴) جب آپ پر وحی مبارک نازل ہوتی تو آپ میرے پاس ہوتے۔ (۵) آسمانوں سے میری برات نازل ہوئی۔ (۶) میں ساری دنیا میں سب سے زیادہ آپ کو محبوب تھی۔ (۷) جب آپ کو دنیا و آخرت کا اختیار دیا گیا تو اس وقت بھی آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (۸) جب وصال ہوا تو میری ہی باری کا دن تھا۔ (۹) آپ کی تدفین بھی میرے ہی گھر میں ہوئی۔ نظام الملک نے پوری دس خصلتیں ذکر کی ہیں اور آٹھ کے ذریعے ان کی تفسیر بھی کی ہے۔

حضرت عائشہؓ کا علم

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (اصحاب رسول) پر جب بھی کوئی حدیث مشکل گزرتی اور سمجھ میں نہ آتی تو جب عائشہ سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا تو اس کا علم انہیں کے پاس پایا جاتا۔

مروی احادیث کی تعداد:

حافظ عبدالغنی اور دوسرے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دس احادیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں، جن میں سے ایک سو چوہتر احادیث کو حضرات شیخین نے تخریج کیا ہے اور چون احادیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منفرداً نقل کی ہیں۔ اور اسی احادیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

علم فرائض کی ماہر حضرت عائشہؓ:

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت مسروق سے نقل کیا کہ وہ قسم کھا کر فرماتے کہ میں نے اکابر صحابہ کو فرائض کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے ہوئے دیکھا۔

علم تفسیر کی ماہر حضرت عائشہؓ:

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد باری تعالیٰ:

"اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا" (البقرۃ:۱۵۸)

ترجمہ: "تحقیقاً صفا اور مروہ یادگار نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی۔ اور جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے تو کچھ گناہ نہیں اس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں۔ کے متعلق پوچھا اور کہا کہ واللہ کوئی گناہ نہیں اس آدمی پر جو ان دونوں (صفا و مروہ) کا طواف نہ کرے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے بھانجے تم نے بہت بری بات کہہ ڈالی اگر یہ آیت کریمہ اس طرح ہوتی جیسے تم بیان کر رہے ہو تو صاف طریقہ سے کہہ دیا جاتا کہ جو ان کا طواف نہ کرے اسے کوئی گناہ نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بتوں کے نام پر تلبیہ پڑھا کرتے تھے۔ اور جب کوئی بتوں کے نام پر تلبیہ پڑھتا تو اس وادی کا طواف کرنے میں بڑا حرج سمجھتا تھا۔

جب انصار نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یارسول اللہ ہمیں صفا مروہ میں طواف کرتے ہوئے حرج محسوس ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صفا و مروہ میں طواف مسنون قرار دیا گیا ہے پس کسی کے لئے اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ علم تو آج تک مجھے بھی معلوم نہ ہو سکا البتہ میں نے اہل علم حضرات کو یہ فرماتے سنا کہ کچھ لوگ پچھلے زمانہ میں ایسے تھے جیسا کہ عائشہ نے ذکر کیا وہ بتوں کے نام پر تلبیہ پڑھتے تھے اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے طواف بیت اللہ کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمایا اور صفا و مروہ کا ذکر ترک کیا تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ اگر ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں تو کوئی حرج ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

"ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ"

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ آیت مبارکہ دونوں فریقین کے بارے میں نازل ہوئی یعنی وہ لوگ جو زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ کا طواف کرنے کو گناہ سمجھتے تھے اور وہ لوگ جو جاہلیت میں تو طواف کرتے تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد طواف بین الصفاء والمروۃ کو گناہ سمجھتے تھے۔

ماہر مختلف علوم وفنون:

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر علم قرآن و فرائض اور حلال و حرام شعر و تاریخ عرب نیز نسب اور فقہ و طب میں کوئی نہ دیکھا۔

علم طب میں رسائی:

حضرت عروہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے

اماں جی میں آپ کے تفقہ پر کوئی تعجب نہیں کرتا کیونکہ آپ حضور اکرم ﷺ کی زوجہ ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ اور آپ کے علم شعر اور تاریخ عرب پر بھی مجھے کچھ تعجب نہیں کیونکہ آپ صدیق اکبر[1] رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور وہ خود ایک بہت بڑے تاریخ دان تھے۔ البتہ آپ کے علم طب پر مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ وہ آپ نے کیسے حاصل کیا؟ اور کہاں سے حاصل کیا؟

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا اے عریہ (یہ عروہ کی تصغیر ہے، عرب حضرات پیار سے بھی نام کی تصغیر کرکے پکارتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ نام کو بگاڑ کر پکارنا یہ سخت گناہ ہے جیسے ہمارے ہاں عبدالرحمٰن کو مانا اور عبدالکریم کو کرمایا کرموں کہہ کر پکارتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہئے، ہمیشہ اچھے نام رکھے جائیں اور اچھے ناموں سے پکارا جائے، اچھے اور اسلامی ناموں کی کتب ہمارے بازاروں میں دستیاب ہیں بہرحال نام بگاڑنے سے کلی اجتناب ضروری ہے)

فرمایا عروہ! آخری عمر میں نبی کریم ﷺ مریض ہوگئے تھے، اور عربوں کے وفود ہر طرف سے نبی پاک ﷺ کی عیادت کے لئے آیا کرتے تھے اور بطور علاج تجاویز دیا کرتے تھے اور میں انہیں تجاویز سے آپکا علاج کیا کرتی تھی پس یہ طب بھی آپ کی آخری عمر کی مرہون منت ہے۔ (مسند احمد ۶/۶۷)

علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام زہریؒ سے نقل کیا فرماتے ہیں کہ اگر تمام ازواج مطہرات اور ساری عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے بڑھ کر ہے۔

(الاصابہ ۸/۱۸)

ابن عمرؓ کی معلومات کا رد کرنا:

امام مسلمؒ نے حضرت عروہ بن زبیر کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (اور ہمیں آپؓ کے مسواک کرنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی) میں

نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا ابوعبدالرحمان! کیا نبی کریم ﷺ نے ماہ رجب میں کبھی عمرہ کیا تھا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں کیا تھا میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا آپ سن رہی ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن فرمارہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رجب میں عمرہ فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ ابن عمر کی مغفرت فرمائے اللہ کی قسم حضور ﷺ نے کبھی رجب میں عمرہ نہ کیا اور جب بھی عمرہ کیا میں ساتھ ہوتی تھی۔ ابن عمر سن رہے تھے۔ (مسلم ۳۹۲/۲)

حضرت عائشہؓ کا زہد:

امام بخاریؒ نے حضرات ابن ایمن کے طریق سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا آپ نے ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ انہوں نے فرمایا میری اس خادمہ کو دیکھو یہ اس چادر کو گھر کے اندر اوڑھنے سے بھی انکار کرتی ہے۔ اور فرمایا نبی کریم ﷺ کے زمانے میں میرے پاس ایک ایسی ہی چادر تھی۔ مدینہ منورہ میں جو عورت بھی زفاف وغیرہ جیسے موقع میں خوبصورتی کے لئے تیار ہوتی تو میری یہ چادر بطور عاریت منگوالیا کرتی تھی۔[1]

حضرت عائشہؓ کے مکارم وصدقات:

حضرت محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام ذرہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس مال بھیجا جو تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار کی مالیت تھی۔ آپؓ نے ایک برتن منگوایا اور اسے تقسیم کرنا شروع کردیا اور آپؓ خود بھی روزے سے تھیں۔ آپ نے تقسیم کردیا اور شام کو آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔

جب شام ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے کہا افطار لاؤ۔ تو وہ خادمہ خشک روٹی اور کچھ تھوڑا سا زیتون لے آئی۔ حضرت ام ذرہ نے عرض کیا آج سارا دن آپ

---

[1] طبقات ابن سعد ۴۳/۲

نے جو مال تقسیم کیا اگر اس میں سے کچھ تھوڑا سا رکھ کر شام کے افطار کے لئے گوشت وغیرہ کا انتظام کر لیتی تو اچھا ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب یاد دلا کر مجھے غصہ مت دلا اور اس وقت یاد دلاتی تو میں کچھ منگوا لیتی۔ ا

حضرت عطاءؒ سے منقول ہے فرمایا ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سونے سے بھرا ہوا ایک طبق بھیجا جس میں جواہر کی قیمت ایک لکھ درہم تھی۔ آپ نے ازواج نبی میں تقسیم فرما دیا۔

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ ستر ہزار کی بھاری بھرکم رقم تقسیم فرما دیتی تھیں اور اپنی قمیض پر پیوند لگے ہوتے۔

امام بخاریؒ نے حضرت عروہ کے طریق سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو بھی مال و متاع آیا کرتا آپ اسے صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ (بخاری)

حضرت ابو معاویہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو جانور لے کر حج کے لئے روانہ ہوئیں راستے میں دونوں گم ہو گئے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دو اور بھیج دیئے پھر آپ کو پہلے والے دونوں جانور مل گئے آپ نے سب کو قربان کر دیا فرمایا سنت یہی ہے۔

حضرت بریرہؓ کی آزادی اور اس کی برکات:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ بریرہ میں تین صفات تھیں۔ اس کے گھر والوں نے چاہا کہ اسے فروخت کر دیں اور ولاء کی شرط اپنے لئے رکھ لیں۔ چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپؐ نے فرمایا اس کو خرید لو اور تم اسے آزاد کر دو پس ولاء اسی کو ملتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اسے آزاد کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو اپنے خاوند کے ساتھ رہو یا الگ سے شادی کر لو۔ تو اس نے خاوند کو چھوڑ دیا۔ لوگ بریرہ رضی اللہ عنہا کو بطور صدقہ چیزیں بھیج دیا کرتے تھے اور بریرہؓ ہمیں بطور ہدیہ کے دیا کرتی تھیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ بریرہ رضی اللہ عنہا

ا بخاری ۲۱۶/۳

پر تو صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اس لئے کھالیا کرو چونکہ آپ کی آل پر مال صدقہ حرام ہے اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا جب صدقہ کے ذریعہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی ملک تام ہوگئی تو وہ خود اس میں جو تصرف کرتیں ان کے لئے جائز تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی چیز بطور ہدیہ بھیجنا بریرہ رضی اللہ عنہا ہی کا تصرف تھا۔ اور یہی ہے تبدل ملک سے تبدل احکام کا وقوع۔ اور یہ حدیث دلیل ہے اس کی کہ ملک کے بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا خوف خدا اور تقویٰ:

امام احمدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میرے رضاعی چچا میرے گھر تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں حضور ﷺ سے مشورہ کرونگی جب آپ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا آج میرے رضاعی چچا تشریف لائے تھے اور گھر میں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے رضاعی چچا تم سے مل سکتے ہیں انکا پردہ نہیں وہ محرم ہیں۔ میں نے کہا مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں آپ نے فرمایا "وہ تمہارا چچا ہے تم سے ملنے آسکتا ہے"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ کے چچا ابن ابی قعیس نے اجازت چاہی جبکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا میں تمہارا رضاعی چچا ہوں میرے بھائی کی بیوی نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ آپؓ نے پھر بھی اجازت نہ دی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے تذکرہ فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا وہ سچ کہہ رہا تھا وہ تمہارا محرم ہے۔

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی آپؓ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت عبدالرحمان ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ابن عباس آپ کے صالح بیٹوں میں سے ہیں اور عیادت کرنا چاہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ انہوں نے

آ کر آپ کی تعریف کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابن عباس! اس تزکیہ کو چھوڑ دو میں تو یہ چاہتی تھی کہ بالکل بھلادی جاؤں۔

رسول اللہ کی بددعاؤں کا دعا بن جانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے آپ کے ساتھ ایک قیدی بھی تھا۔ میرے پاس کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں میں ان عورتوں میں لگ کر غافل ہوگئی۔ حتی کہ وہ قیدی نکل کر بھاگ گیا۔ آپؐ نے انہیں بددعا دے دی۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور حکم دیا کہ اس قیدی کو لایا جائے تو تھوڑی ہی دیر میں وہ قیدی آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہاتھوں کو الٹ پلٹ رہی تھی آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوگیا؟ عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے مجھے بددعا دی تھی میں اس کے وقوع کے انتظار میں ہوں آپؐ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے فرمایا:

اللهم انما انا بشر و آسف و اغضب كما تغضب البشر، فايما مومن او مومنة دعوتك عليه بدعوة فاجعلها عليه زكاة و طهوراً.

ترجمہ: ''اے اللہ میں بشر ہوں اور صفات بشر سے میں بھی متاثر ہوں کبھی افسوسناک اور کبھی غیض وغضب میں آجاتا ہوں۔ میں جس کسی مسلمان مرد یا عورت پر تجھ سے بددعا کروں تو اسے اس کے لئے پاکیزگی اور طہارت کا ذریعہ بنادے''

امام بخاریؒ نے حضرت عوف بن مالک بن طفیلؓ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے کسی شخص کو کچھ عطیہ دیا تو اس پر ابن زبیر نے کہا کہ تدارا عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے باز آجائیں ورنہ میں ان پر پابندی عائد کرونگا (یعنی میں انہیں رقم نہیں دیا کروں گا)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو انہیں بڑا تعجب ہوا فرمایا کیا یہ بات ابن

زبیر نے کہی ہے؟ تو انہیں بتایا گیا کہ واقعتاً ابن زبیر نے کہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا قسم ہے مجھے میں ہمیشہ کے لئے ابن الزبیر سے بات نہیں کروں گی جب ناراضگی کافی طویل ہوگئی تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سفارش کروائی۔ آپؓ نے حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود سے درخواست کی کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے چلو۔

چنانچہ وہ دونوں حضرات چادروں میں لپٹ کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ایک چادر لپیٹے موجود تھے اور باہر کھڑے ہو کر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ پوچھا گیا کیا ہم سب آسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سب آجاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہ تھا کہ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ ہیں جب وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ پردے کے پیچھے چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے اللہ کا واسطہ دینے لگے اور دونوں حضرات نے بھی بہت منت سماجت کی کہ آپ ضرور ابن زبیر کے ساتھ بات کر لیجئے اور قطع تعلق ختم کر دیجئے اور مزید انہیں یاد دلایا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے۔

جب انہوں نے بہت زیادہ لجاجت کی اور انہیں تذکیر کی تو آپؓ بھی رونے لگیں اور فرمایا میں نے نذر مانی تھی مجھے آج علم ہوا کہ نذر کتنی سخت چیز ہے یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات کی آپؓ اتنا روئیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھر گیا۔[1]

ایلاء کے بعد سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس آمد رسولؐ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا تو میں ایام شمار کیا کرتی تھی جب انتیس راتیں گزر گئیں تو آپؐ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے قسم اٹھائی تھی کہ ایک ماہ تک نہیں آئیں گے۔ اور ابھی تو میرے شمار کے مطابق انتیس راتیں ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا

[1] بخاری کتاب الادب ۸/۲۴

مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی عبادت کا حال:

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کثرت سے روزے رکھا کرتی تھیں۔

حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ آپؓ طویل زمانے تک روزہ رکھتی تھیں گویا صائم الدھر ہوں آپ یوم فطر یا یوم اضحیٰ کے دن افطار فرماتی تھیں۔

حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ میں جب صبح کے وقت کام کے لئے نکلتا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتا اور سلام کیا کرتا۔ ایک دن میں حسب معمول گیا تو دیکھا کہ آپ کھڑی ہیں اور تسبیح کر رہی ہیں (نماز پڑھ رہی ہیں) اور یہ آیت تلاوت فرما رہی ہیں:

"فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ"

ترجمہ: "پس احسان کیا اللہ تعالیٰ نے ہم پر اور زہریلے عذاب سے بچا لیا" (طور: ۲۷)

آپؓ یہ آیت تلاوت فرماتیں اور دعا کر کے روتیں اور بار بار تلاوت کرتی جاتیں۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا آپؓ اتنی دیر مشغول رہیں کہ میں خود اکتا گیا اور میں وہاں سے بازار اپنی ضرورت کے لئے چل دیا۔ پھر جب میں واپس لوٹا تو دیکھا کہ آپ اسی طرح کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں اور رو رہی ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی حیاء:

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس میں بغیر پردے کے جایا کرتی تھی اور یہی گمان کرتی کہ اس میں حضور اور میرے والد ہی تو ہیں ان سے کیا پردہ کرنا پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں کبھی بھی پردے کے بغیر نہ گئی کیونکہ مجھے عمر سے حیا مانع تھی۔[1]

---

[1] مسند احمد ۶/۲۰۲

حضرت عائشہؓ کی غیرت:

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت ﷺ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے فرماتی ہیں کہ مجھے سخت غیرت آئی جب آپ واپس تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ تمہیں کیا ہوا؟ کیا غیرت آ گئی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے جیسی عورت ہو اور شوہر آپ جیسا دونوں جہاں کا سردار تو پھر مجھے غیرت کیوں نہ آئے گی؟

آپؐ نے فرمایا تمہیں شیطان نے بہکایا ہے میں نے عرض کیا میرے پاس بھی شیطان آئے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (یعنی تابع ہو گیا) [1]

امام ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب غزوہ خیبر سے واپسی پر آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے انصار کی عورتوں نے آ کر مجھے بتایا کہ آپ تشریف لا چکے ہیں اور صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ ہے۔

چنانچہ میں نے وہاں جا کر صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو مجھے سخت نفرت ہوئی اور میں نے چہرہ بھی بگاڑا۔ آپؐ نے مجھے دیکھا اور میری نفرت کو اچھی طرح بھانپ لیا اور میں جلدی سے واپسی کے لیے نکل کھڑی ہوئی۔ آپؐ نے مجھے پکڑ لیا اور فرمایا عائشہ! کیسی ہو؟ میں نے کہا ایک یہودی عورت دوسری یہودی عورتوں کے ہمراہ بیٹھی گئی ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے کہ حضرت زینب تشریف لائیں تو آپ نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ زینب ہے تو آپؐ نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔ (متفق علیہ)

حضرات شیخینؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ

---

[1] مسند احمد

نبی کریم ﷺ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھا۔ آپ کی عادت تھی جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی تمام ازواج کے پاس تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے تشریف لے جاتے، ایک دن جب حسب معمول نماز سے فارغ ہوئے تو حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس غیر معمولی طور پر کچھ دیر رک گئے۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی کسی رشتہ دار نے شہد بھیجا تھا۔ اس کا شربت تیار کر کے حضور ﷺ کو پلایا تھا جس کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی۔

میں نے سوچا آج تو ضرور کوئی حیلہ کرنا چاہئے چنانچہ میں نے جا کر سودہ سے کہا ابھی تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ تمہارے پاس آئیں گے جب تشریف لائیں تو کہنا کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ (یہ ایک خاص قسم کا گوند ہوتا ہے جو چراگاہوں میں پایا جاتا ہے) تو وہ تجھ سے کہیں گے کہ میں نے حفصہ کے پاس شہد کا شربت پیا ہے پھر تو کہنا شاید کہ شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہوگی۔ صفیہ تم بھی کہنا میں بھی کہوں گی۔

سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دوران آپؐ دروازہ پر آ موجود ہوئے اور میں شاید انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات بتا بھی دیتی لیکن آپؐ عائشہ کے قریب آئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں انہوں نے عرض کیا آپ سے یہ بو کس چیز کی آرہی ہے؟ آپؐ نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہوگی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا جب آپ صفیہ کے پاس گئے تو اس نے بھی ایسے ہی کہا۔ پھر جب دوبارہ آپ کا حفصہ کے پاس جانا ہوا تو انہوں نے شربت پیش کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا ضرورت نہیں (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) سودہ رضی اللہ عنہا نے افسوس سے کہا سبحان اللہ! ہم نے تو شہد سے آپؐ کو محروم کر دیا؟ میں نے کہا چپ ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ شہد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا اور اتفاق کرنے والی حضرت عائشہ و حفصہ تھیں۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ دیکھو حضور کو اس کی کچھ

---

[1] بخاری ۵۷/۷ مسلم ۱۸۵/۴

زیادہ عادت پڑ گئی ہے کہ اس کی باری کے علاوہ بھی اس کے پاس آتے ہیں اور شہد نوش فرماتے ہیں جب حضور ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں تو تو ناک پکڑ لینا جب تجھے کہیں کہ کیوں ناک پکڑ رکھی ہے؟ تو کہنا مجھے آپ سے کچھ بو آ رہی ہے معلوم نہیں کس چیز کی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ شہد زینب بنت جحش کے پاس تھا اور وہیں آیت نازل ہوئی:

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ" (التحریم ۱)

حضرت ام سلمہؓ کا پیالہ توڑ دینا:

امام نسائی رحمۃ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کر کے لائی آپ کے پاس صحابہ بھی موجود تھے۔ اور حضرت عائشہ بھی وہیں تشریف لے آئیں آپؓ نے ایک بڑی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ ان کے ہاتھ میں تول کے بقدر ایک پتھر تھا۔ انہوں نے وہ کھانے والا پیالہ لیا اور اس پر پتھر مار کر توڑ دیا جس سے پیالے کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پیالے کے ٹکڑے جمع کئے اور فرما رہے تھے "غارت امکم" تمہاری والدہ کو غیرت آ گئی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کا پیالہ اٹھا کر حضرت ام سلمہ کو دے دیا اور حضرت ام سلمہ کا ٹوٹا ہوا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدیا[۱]

حضرت صفیہؓ کا پیالہ توڑ دینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت عمدہ کھانا بنایا کرتی تھیں میں نے اس سے بڑھ کر لذیذ کھانا تیار کرنے والی کوئی عورت نہ دیکھی، ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کر کے حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا تو مجھ سے نہ رہا گیا میں نے وہ برتن لیا اور کھانے سمیت توڑ ڈالا۔ بعد میں مجھے خود بڑا افسوس ہوا۔ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا برتن کے مقابلے میں برتن دینا ہوگا اور کھانے کے مقابلے میں کھانا۔[۲]

۱۔ بخاری ج ۲/۷۹۳ ۲۔ مسند احمد ج ۶/۱۴۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر بڑی غیرت آتی تھی جو آپؐ کے لئے خود کو بطور ہدیہ پیش کیا کرتی تھیں میں کہا کرتی کیا کوئی عورت خود کو بطور ہدیہ بھی پیش کرتی ہے؟ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ"

ترجمہ: "آپ جس کو چاہیں ہٹادیں جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں"

(الاحزاب:۵۱)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ کا رب بھی آپ کی خواہشات پوری کرنے میں لگا ہے۔

امراء کی نظروں میں حضرت عائشہؓ کا احترام:

امام بخاریؒ نے حضرت یوسف بن ماھکؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مروان بن الحکم کو حضرت معاویہ نے حجاز مقدس کا والی مقرر کیا تھا۔ ایک دن اس نے خطاب کیا جس میں اس نے یزید بن معاویہ کی بیعت کے متعلق بات کی۔ تو حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ باتیں کہیں جو اس کو سخت گراں گزریں اس نے حکم جاری کیا کہ ان کو پکڑ کر گرفتار کرلیا جائے؟ آپ فوراً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے جس کی وجہ سے وہ آپ کو نہ پکڑ سکے۔

حضورؐ کے گھر میں برکت:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو ہمارے پاس کچھ گیہوں تھے۔ ہم کافی عرصہ تک اسی سے کھاتے رہے۔ پھر ہم نے خادمہ سے کہا کہ ان کو تول کر دیکھو۔ جب سے خادمہ نے تولا اس وقت سے وہ گیہوں کم ہونا شروع ہو گئے۔ اگر نہ تولتے تو جب تک چاہتے اسی سے کھاتے رہتے۔

حضرت عائشہؓ کی وفات:

علامہ واقدیؒ فرماتے ہیں کہ آپؓ کی وفات بروز منگل سترہ رمضان ۵۸ھ انھا دن

ہجری میں ہوئی اور بعض حضرات نے ستاون ہجری نقل کیا ہے۔ آپؓ نے وصیت فرمائی کہ مجھے اپنی مصاحبات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان دنوں خلیفہ مروان مدینہ میں والی تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی۔

آپؓ کی لحد مبارک میں چار افراد اترے تھے عبداللہ وعروہ یہ دونوں تو حضرت زبیر کے بیٹے تھے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر و عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔ اور آپؓ نے وصیت حضرت عبداللہ بن زبیر کے لئے فرمائی تھی۔

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہوگی جو بہت زیادہ بالوں والے اونٹ پر سوار ہوگی اور اس کے آس پاس بہت سے لوگ قتل کیے جائیں اور وہ موت سے بچ جائے گی؟ ابو عمر یہ حدیث لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حدیث علامات نبوت میں سے ہے اور اس کی اسناد مشہور ہیں۔

ابو سعید نے "شرف نبوت" میں لکھا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے میری ساتھیوں (ازواج مطہرات) کے ہمراہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ آپ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ (بخاری)
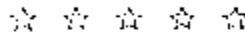
تیسرا باب:

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام حفصہ بنت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھا، ان کی نسبت قرشیہ عدویہ ہے اور ان کی والدہ زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ حضور اکرم ﷺ کی زوجیت سے قبل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ انہیں کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی اور مدینہ میں کچھ عرصہ بعد حضرت خنیس رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر سے تشریف لائے تو ان سے نکاح فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت حفصہؓ سے نکاح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میری بیٹی حفصہ کا شوہر اصحاب رسول اللہ میں سے بدری صحابی تھا (دراصل جو حضرات صحابہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے ان کی مغفرت فرما دی گئی تھی، لہٰذا یہ ایک بڑی عظیم منقبت ہے، اس لئے جن صحابہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی ان کے نام کا جب بھی صحابہ میں تذکرہ چلا کرتا تو بطور خاص یہ بھی ذکر کیا جاتا کہ "وکان ممن شھد بدراً" یعنی انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی) اس کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خنیس کی وفات کے بعد میں نے عثمان (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں۔

انہوں نے مجھے کہا کہ مجھے اس معاملہ میں تھوڑا سوچ لینے دو پھر وہ ایک دن مجھ سے ملے اور کہا کہ میں شادی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے اس معاملہ میں بات کی تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا تو مجھے بڑا رنج ہوا کہ میں انہیں اپنی (یعنی عثمان اور ابوبکر) بیٹی کے ساتھ نکاح کے لئے کہہ رہا اور عثمان (رضی اللہ عنہ) نے تو انکار کر

دیا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ فرماتے ہیں کہ ابھی میں اسی سوچ بچار میں تھا کہ کچھ دن بعد حضور اکرم ﷺ نے میری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو میں نے بلا کسی تاخیر کے اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔

رسول اکرمؐ کا راز اور راز دار:

پھر کچھ ایام گزرنے کے بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے اسی معاملہ میں مجھ سے بات کرتے ہوئے فرمایا اے عمر! کچھ ہی دن پہلے جب تم نے اپنی بیٹی کے نکاح کا پیغام مجھے دیا تھا تو میں نے تمہیں کوئی جواب نہ دیا تھا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم مجھ سے ناراض ہوئے ہو۔ میرے تمہیں کوئی جواب نہ دینے کی وجہ واللہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ حضور اکرم ﷺ تمہاری بیٹی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن یہ ایک راز کی بات تھی جسے میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے پہلے افشاء کرنا مناسب نہ سمجھا بخدا اگر آنحضرت ﷺ نکاح نہ فرماتے تو میں خود نکاح کر لیتا۔ اس لئے میں نے اس وقت تمہیں کوئی حتمی جواب نہ دیا تھا۔

پیغام نکاح کی ایک اور روایت:

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول ﷺ وفات پا گئیں اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئیں۔ تو ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے عثمان! کیا تم حفصہ سے نکاح کرنے کو تیار ہو؟ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ حفصہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تمہیں اس سے بہتر رشتہ مل جائے تو کیسا ہے؟ فرمایا کہ تمہاری بیٹی حفصہ سے میں نکاح کر لوں اور عثمان کا نکاح میں اپنی بیٹی یعنی ام کلثوم سے کر دیتا ہوں جو اس سے بہتر ہے۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ربعی بن حراش کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی بیٹی سے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے انکار کر دیا یہ بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ آپؐ کے پاس تشریف لے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عمر! کیا میں تمہیں ایسے داماد کے متعلق نہ بتاؤں جو تمہارے لئے عثمان سے بھی زیادہ بہتر ہو اور عثمانؓ کو ایسے سسر بتا دوں جو اس کے لئے تم سے بہتر ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضرور بتایئے یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ حفصہ کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے اور میری بیٹی عثمان کے نکاح میں آ جائے۔[1]

مولف عظام علامہ مجد الدین المطیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تینوں احادیث میں بظاہر تعارض سا نظر آتا ہے۔ (جب احادیث میں کہیں تعارض ہو تو حضرات محدثین اسے رفع کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار فرماتے ہیں جیسے تطبیق، ترجیح، ناسخ منسوخ، تعارض کو رفع کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ تطبیق بین الاحادیث ہے یعنی تمام متعارض احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے، اس سے تمام احادیث کو معمول بھا بنانا آسان ہو جاتا ہے) لہذا یہاں بھی مذکورہ بالا تینوں احادیث میں جمع و تطبیق ممکن ہے بایں ہمہ کہ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ آپؐ نے ارادہ ترک فرما دیا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود رد فرما دیا۔ پھر جب یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی پہلی حالت کا دکھڑا سنانے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سارا ماجرا سن کر ان کی تسلی کے لئے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کا نکاح ہجرت کے تین سال بعد ہوا۔ اور حضرت ابوعبیدہ نے دوسرا سال ذکر کیا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ۸/ ۹۲

جنت میں اہلیہ ہونے کا اعزاز:

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قیس بن زید رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔ جب ان کے دونوں ماموں (قدامہ و عثمان ان کے پاس آئے تو انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے کسی عداوت یا کسی عیب اور نقص کی وجہ سے طلاق نہیں دی، اسی وقت آپؐ بھی تشریف لے آئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کرلیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے جبریل امین نے حکم دیا ہے کہ میں حفصہ سے رجوع کرلوں اور فرمایا کہ یہ انتہائی عبادت گزار اور بکثرت روزے رکھنے والی ہے اور جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوں گی۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اسے طلاق مت دو اس لئے کہ یہ انتہائی زہد و تقویٰ اور قائم بامراللہ صفات کی حامل ہے اور جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوگی۔

ممکن ہے کہ آپ نے طلاق دی نہ ہو بلکہ صرف ارادہ ہی فرمایا اور معاملہ کی خطرناک صورتحال کو دیکھ کر حضرت حفصہ اور دوسرے حضرات نے یہ سمجھ لیا ہو کہ آپ نے طلاق دے دی۔ جیسا کہ پہلی روایت میں مذکور ہوا۔ اور جبریل علیہ السلام نے آکر اس ارادے سے باز رہنے کا حکم منجانب اللہ سنا دیا ہو جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کو مراجعت کا حکم دیا گیا۔ یا یہ کہ اس پر مراجعت کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ مراجعت کہتے ہی واپس لوٹنے کو ہیں چاہے وہ قول کے اعتبار سے ہو یا مکان کے اعتبار سے۔

حضرت حفصہؓ سے رجوع حضرت عمرؓ پر شفقت تھی:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اس کی خبر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے اپنے سر پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ آج

۱؎ ابن الاثیر اسد الغابہ ۶۶/۷

کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی بیٹی کی بھی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں رہی۔ دوسرے دن ہی حضرت جبریل آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ حفصہ سے رجعت کیجئے تاکہ عمر پر گراں نہ گزرے۔[1]

حضرت حفصہؓ کی دل جوئی اور خلافت شیخینؓ کی بشارت:

ارشاد باری تعالیٰ:

"وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا"

"اور جبکہ پیغمبر نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی"

(تحریم: ۳)

حضرات مفسرین فرماتے ہیں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور اس گھر میں آپ کی ایک کنیز حضرت ماریہ قبطیہ بھی تھیں۔ اور حضرت حفصہ کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں۔

آپؐ نے اپنی کنیز سے ملاقات کی اور جب حفصہ رضی اللہ عنہا گھر تشریف لائیں تو معلوم ہونے پر بہت روئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری باری میں اور میرے گھر میں یہ صرف اور صرف میرے ساتھ آپ نے ایسا کیا میں سمجھتی ہوں کہ تمام ازواج میں مجھے ہی آپ کمتر خیال کرتے ہیں اس لئے آپ نے ایسا کیا۔

نبی رحمت ﷺ نے جب دیکھا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ دل برداشتہ ہیں تو آپ نے فرمایا حفصہ رضی اللہ عنہا میں تمہیں بھی ضرور بضرور خوش کروں گا، اور فرمایا آج میں تمہیں ایک ایسا راز بتاتا ہوں کہ اس وقت پوری کرۂ ارض میں یہ راز کسی کے پاس نہیں البتہ تم اسے ہرگز ہرگز افشا نہ کروگی، اور جہاں تک تم اس کنیز کے مسئلہ میں دل برداشتہ ہو تو میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ باندی آج کے بعد مجھ پر حرام ہے۔ اور تمہارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر خلیفۃ المسلمین ہوں گے اور ان کے بعد تمہارے والد محترم خلیفۃ المسلمین بنیں گے۔[2]

۱۔ ابن اثیر ۱۹۶/۸

فضیلت کے اظہار کا ایک جملہ:

امام ابوداؤدؒ نے امام زہریؒ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما نے روزہ رکھا ہوا تھا کہ ان کے پاس کسی نے کھانا بطور ہدیہ بھیجا تو انہوں نے روزہ توڑ کر کھانا کھالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو حفصہ مجھ سے آگے بڑھ گئی کیونکہ وہ بھی اپنے باپ کی بیٹی تھی، حق گوئی میں، جرأت و جسارت میں، تفضل و تقدم میں، اور نبی ﷺ سے عرض کیا کہ کھانا آیا تھا ہم نے کھالیا۔ آپؐ نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس روزہ کی جگہ پر ایک روزہ رکھنا ہوگا۔

حضرت حفصہ کے نسبی رشتہ دار بدری حضرات:

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے چچا حضرت زید اور ان کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ اور آپؓ کے ماموں حضرت عثمان، عبداللہ، قدامہ یہ تینوں مظعون کے بیٹے اور آپ کے ماموں زاد سائب بن عثمان رضی اللہ عنہم نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ (اور یہ ایک بہت بڑی تعداد ہے)

حضرت حفصہؓ کی وفات:

علامہ واقدی کی تصریح کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۵ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ساٹھ برس تھی۔

دوسرا قول ۴۱ھ کا ہے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ تیسرا قول ۲۷ھ کا ہے یہ خلافت عثمان کا دور تھا۔

آپ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام وصیت کی جیسا کہ ان کے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ وغیرہ کی وصیت کی تھی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

چوتھا باب:

فضائل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کا نسب اس طرح ہے "ہند بنت ابی امیہ علامہ ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق ابو امیہ کا نام حذیفہ ہے۔ اور حافظ عبدالغنی المقدسی نے بصیغہ تمریض مسمی سہیل کا بھی ذکر کیا ہے بہرحال یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور یہ قبیلہ قریش کے انتہائی سخی و جواد قسم کے شخص تھے انتہا یہ کہ یہ مشہور تھی "زاد الرکب" کے لقب سے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن عبدالمطلب۔ اور جس نے انہیں آپ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی قرار دیا وہ غلطی پر ہے۔ اس لئے کہ اپنے سابقہ شوہر کے چچا کی بیٹی تھیں۔ اور ان کے باپ شریک بھائی حضرت عبداللہ وزھیر تھے جو آپ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔

پہلا نکاح اور ہجرت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے قبل ابوسلمہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی کنیت آپ کے نام پر غالب رہی۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ھلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ہے۔ ان سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چار بچے ہوئے۔ سلمہ، عمر، رقیہ، زینب۔ اسلام کی سب سے پہلی ہجرت میں جو ارض حبشہ کی طرف ہوئی تھی یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف کی، اس طرح آپ کو دونوں فضیلتیں حاصل ہو گئیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو عورت مہاجرہ بن کر پالکی میں سوار ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئی وہ یہی تھیں۔ نیز لیلیٰ بنت ابی حثمہ کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہجرت کے چار سال بعد ہوا۔

سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو وہاں ہمیں بہت ہی اچھا حسن سلوک ملا اور ہم اپنے دین کے معاملہ میں بالکل پرامن تھے، وہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے غرض ہمیں ہر طرح سے اطمینان تھا، جب قریش مکہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجیں۔

چنانچہ انہوں نے کچھ سامان وغیرہ جمع کیا جو بطور ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جانا تھا۔ پھر انہوں نے وہ مال و متاع دیکر عبداللہ بن ربیعہ المخزومی اور عمرو بن العاص (یہ دونوں اس وقت تک حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے) کو بھیجا۔ انہوں نے جا کر بادشاہ کی خدمت میں وہ تحائف پیش کیے اور بتایا کہ ہم قریش مکہ کے سفیر ہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے خاندان کے کچھ لوگ آئے ہیں اور انہوں نے آپ کی پناہ لے رکھی ہے اور انہوں نے اپنے آبائی دین کو ترک کر کے نیا دین (اسلام) اختیار کر رکھا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ بادشاہ حقیقت میں خدا ترس اور سلیم الفطرت انسان تھا اور انتہائی زیرک شخص تھا فوراً معاملہ کی سنگینی کو بھانپ گیا اور صاف انکار کر دیا۔

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے اپنا اونٹ تیار کر کے مجھے اس پر بٹھایا اور میری گود میں میرے بیٹے سلمہ کو بھی بٹھایا اور سفر کا آغاز کر دیا، جب قبیلہ بنو المغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم کے لوگوں نے ہمیں دیکھا تو وہ راستہ میں آ گئے اور کہا کہ ابو سلمہ یہ تمہاری طرف سے زیادتی ہے اور تم ہم لوگوں پر خواہ مخواہ حاوی ہو رہے ہو، آپ خود غور کرو کہ ہم تمہیں کس طرح چھوڑ دیں جبکہ ہماری بیٹی بھی تمہارے ساتھ ہے یہ کیسے اتنے دور دراز سفر کو طے کرے گی؟ اور ابو

سلمہ کے ہاتھ سے اس اونٹ کی نکیل بھی چھین لی اور مجھے بھی ان سے لے لیا۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ لوگ بھی بہت غصہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان لوگوں نے ابو سلمہ سے اس کی بیوی جدا کی ہے تو ہم بھی ان کے پاس اپنا بیٹا نہیں چھوڑیں گے فرماتی ہیں کہ انہوں نے میرا بیٹا مجھ سے لے لیا اور بنو عبدالاسد کے چند لوگ آئے اور میرے بیٹے کو لیکر چلے گئے۔ اب صورتحال یہ ہوگئی کہ مجھے میرے قبیلہ والوں نے روک لیا تھا اور ابو سلمہ اکیلے ہی مدینہ منورہ تشریف لے گئے، نہ میرا بیٹا تھا، نہ میرا شوہر۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طرح میرے بیٹے اور شوہر نیز میرے درمیان ہمارے قبیلے کے لوگوں نے جدائی ڈال دی تھی۔ میں روزانہ صبح کے وقت بستی سے باہر نکل جاتی اور دور ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی۔ ایک دن میرا ایک چچا زاد میرے قریب سے گزرا تو اس نے میری یہ بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر خاندان والوں سے بات کی اور کہا کہ تم لوگوں نے کیوں اس بے چاری کو شوہر سے جدا کر رکھا؟ تم لوگوں کو رحم کیوں نہیں آتا؟ اس پر میرے قبیلہ کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر کے پاس جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ فرماتی ہیں کہ انہیں دنوں قبیلہ عبدالاسد کے لوگوں نے میرا بیٹا بھی مجھے واپس لوٹا دیا تھا۔

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنا اونٹ تیار کیا اور بچے کو گود میں لیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر شروع کر دیا اور میں تنہا جا رہی تھی میرے قبیلہ والوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کسی کو ساتھ کر دیتے میں نے یہی خیال کیا کہ راستے میں جہاں کوئی قافلہ ملے گا تو مدینہ تک ساتھ ہو جاؤں گی ابھی میں مقام تنعیم تک ہی پہنچی تھی کہ مجھے قبیلہ بنی عبدالدار کا آدمی عثمان بن ابی طلحہ مل گیا۔ اس نے کہا اے بنت ابی امیہ کہاں جا رہی ہو؟ میں نے کہا مدینہ منورہ اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں۔ اس نے کہا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ میں نے کہا بخدا اللہ کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں اور یہ میرا بیٹا ساتھ ہے۔ جب اسے تصدیق ہوگئی کہ میں اکیلی ہی ہوں تو اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چلتا

شروع کر دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بخدا پورے عرب میں میں نے اس جیسا کریم النفس آدمی نہیں پایا۔ جب ہم کسی منزل پر پہنچتے تو وہ اونٹ کو بٹھا دیتا اور پھر دور ہو کر کھڑا ہو جاتا جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو اونٹ کو تھوڑا سا دور کر کے اس سے کجاوہ وغیرہ اتارتا اور اس کو کسی درخت سے باندھ دیتا پھر دور جا کر کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ جاتا۔ اور جب ہم دوبارہ سفر کا ارادہ کرتے تو وہ اونٹ کو میرے پاس لا کر بیٹھا دیتا اور تھوڑا دور ہو کر کھڑا ہو جاتا اور مجھے کہتا اب سوار ہو جاؤ جب میں اچھی طرح سنبھل کر بیٹھ جاتی تو آ کر اونٹ کی نکیل پکڑ کر اسے اٹھاتا اور آگے آگے چلنا شروع کر دیتا۔ پورے راستے میں وہ اسی طرح حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا رہا حتی کہ اس نے مجھے مدینہ منورہ تک پہنچا دیا۔ جب قبیلہ عمرو بن عوف کے مکانات نظر آئے تو اس نے مجھے کہا تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے، اس نے مجھے ابوسلمہ کے پاس چھوڑا اور پھر مکہ مکرمہ واپس چلا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بخدا ابوسلمہ کے اہل خانہ پر جتنے مصائب ٹوٹے شاید ہی اسلام میں کسی پر اتنے مشکل حالات آئے ہوں اور فرماتیں کہ عثمان بن ابی طلحہ جیسا کریم آدمی میں نے کبھی نہ دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ام سلمہؓ سے نکاح:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب بھی کسی ایمان والے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ ایسا طریقہ اختیار کرے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یعنی صبر و رضا اختیار کرے اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھے اور یوں دعا کرے "اللھم اجرنی فی مصیبتی وا خلف لی خیراً منھا" ترجمہ: اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے بدلے مجھے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ سے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا تو مجھے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یاد آیا، میں نے دل میں سوچا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟

جبکہ ابو سلمہ تو اصحاب رسول میں سے تھے اور انہوں نے سب سے پہلے ہجرت بھی کی لیکن میں نے ارشاد نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ بالا دعا پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صورت میں عظیم الشان بدل عطا فرما دیا۔

فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے تو بچے بھی ہیں دوسرا میں ایک غیرت مند عورت بھی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں بچوں سے مستغنی کرے اور ان سے غیرت بھی رفع کر دے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو سلمہ کے انتقال پر میں نے کہا ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ وہ تو صحابی بھی تھے پھر اللہ نے مجھے صبر دے دیا اور میں نے دعا کی تو نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہو گیا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آج میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے بہت ہی بھلی لگی، معلوم نہیں میں اس پر پورا اتر سکوں گا یا نہیں؟ پھر فرمایا کہ ارشاد ہے ''جس کسی مومن کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للہ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر و ثواب عطا فرما اور اس کا بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر و ثواب عطا فرما دیتے ہیں اور بہت لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل بھی عطا فرما دیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں وہ حدیث مبارکہ یاد آ گئی جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سن رکھی تھی البتہ دلی طور پر رنج و غم کی وجہ سے بڑا اضطراب تھا لیکن یہ دعا کی اے اللہ مجھے ابو سلمہ سے بہتر بدل عطا فرما۔ پھر کہا ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ کوئی نہیں؟ کوئی نہیں؟ فرماتی ہیں کہ میں نے فرمان نبوی کی تعمیل کے لئے دعا پڑھ لی۔

جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا آپؓ نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو فرمایا مرحباً برسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم۔ اور فرمایا میرے اندر تین عادتیں ایسی ہیں کہ شاید آپ انہیں پسند نہ فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ میں بہت غیرت مند ہوں۔ دوسرا یہ کہ میرے بچے بھی ہیں۔ تیسرا یہ کہ یہاں میرا کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جو شادی کرا سکے۔

اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہوئے اور آکر فرمایا تم نے آپ ؐ کے پیغام کو کیوں رد کیا؟ انہوں نے عرض کیا اے ابن خطاب میرے ساتھ یہ یہ مسئلہ ہے پھر آپ ؐ خود تشریف لائے اور فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تم سے اس چیز کو ختم کردے اور بچوں کے معاملے کی فکر مت کرو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کفایت فرمائیں گے اور جو تم نے یہ کہا کہ یہاں تمہارا کوئی رشتہ دار نہیں تو بات ایسی ہے کہ در حقیقت تمہارے رشتہ داروں میں یہاں کوئی ایسا نہیں کہ جو مجھے ناپسند کرے پھر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے میرا نکاح کرا دو لہٰذا بیٹے نے نکاح کرا دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے جو کچھ فلاں بیوی کو دیا ہے تمہیں بھی اس سے کم نہیں دوں گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کے بیٹے سے پوچھا آپ ؐ نے فلاں عورت کو کیا دیا تھا؟ اس نے کہا اسے دو مٹکے دیئے تھے جن سے وہ اپنی ضروریات پوری کرلی اور ایک چکی اور ایک تکیہ جو چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پھر آپ ؐ واپس تشریف لے گئے۔

پھر جب آپ ؐ گھر تشریف لائے تو ام سلمہ نے شرم کے مارے اپنی سب سے چھوٹی بچی زینب کو گود میں لے لیا جب آپ نے اسے دیکھا تو واپس تشریف لے گئے دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس بچی کو اٹھا کر لے گئے اور کہا یہ مجھے دے دو اس کی وجہ سے آپ اپنے گھر سے باہر ہیں۔

پھر آپ ؐ تشریف لائے تو وہ بچی ان کے پاس نہیں تھی آپ نے پوچھا وہ "زناب" یعنی زینب کہاں ہے؟ عرض کیا اسے عمار اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ؐ نے اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔[1]

---

[1] طبقات الکبریٰ ۸/۱۰۰

آپ ﷺ کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ جس طرح عام طور پر عورتوں میں غیرت ہوتی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بالکل ختم ہوگئی تھی۔ یہ اسی دعا کا اثر تھا جس کا سابقہ ذکر ہوا۔

بیٹا اپنی والدہ کے نکاح کا ولی بن سکتا ہے:

حضرت مولف عظام علامہ محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا والدہ کا نکاح کرا سکتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ان کا وہ بیٹا نکاح کرانے کا اہل اس لئے ٹھہرا تھا کہ وہ عصبہ تھا اور وہ بیٹا عصبہ اس طرح بن سکا تھا کہ حضرت ابوسلمہ اور ام سلمہ یہ دونوں آپس میں چچا زاد تھے اور وہ بیٹا گویا کہ ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا تھا اور اس وقت ان کے عصبات میں سے اس بیٹے کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا[1]

نکاح کے پیغام کی دوسری روایت:

یہی مذکورہ بالا روایت ایک دوسرے طریق سے نقل کی گئی ہے جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں اس وقت چمڑے کی دباغت کر رہی تھی، میں نے اس کام کو وہیں موقوف کر دیا اور آپ ﷺ کو اجازت دے دی آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کو بٹھایا اور تکیہ پیش کیا جب آپ ﷺ اطمینان سے بیٹھ گئے تو پھر آمد کا مدعا بیان کرتے ہوئے مجھے پیغام نکاح دیا۔

جب آپ ﷺ اپنی بات کہہ کر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے بہت غیرت آتی ہے، خدانخواستہ آپ کو مجھ میں کبھی کوئی ایسی چیز نظر آ جائے جو آپ کو ناپسند ہو تو پھر میں اللہ کے عذاب سے کہاں بچ سکوں گی؟ اور میری عمر بھی کافی ہو چکی ہے اور مستزاد یہ کہ میرے بچے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہاں تک غیرت کا معاملہ ہے تو انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ اسے رفع فرما دیں گے اور جہاں تک عمر کی بات کرلی ہو تو اس وقت میری عمر بھی کچھ کم نہیں بلکہ تمہارے مثل ہی ہے اور جو تمہارے بچے ہیں تو وہ میرے بھی ہیں

[1] نسائی ۸۱/۶

تم اس کی فکر مت کرو۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا آپ کا حکم بسر و چشم مجھے قبول ہے۔ پھر آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

اسی روایت میں نبی کریم ﷺ کی آمد کا تذکرہ ہے اور بچی کا ذکر بھی نیز یہ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا لیا تھا۔ کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے رضاعی بھائی تھے۔ جب آپ نے تشریف لا کر زینب کو نہ پایا تو فرمایا این زناب........ پھر آپ نے فرمایا میں آپ کے پاس رات کو آؤں گا۔ فرماتی ہیں میں نے آپ کے لئے گیہوں اور چربی سے حریرہ سا تیار کیا جب آپ گھر آئے تو پیش کیا پھر آپ صبح تک میرے گھر میں ٹھہرے رہے۔ ایک روایت میں ہے آپ ان کے پاس تین دن ٹھہرے پھر فرمایا اگر چاہو تو مزید رک جاؤں گا یعنی مزید چار دن تاکہ سات دن ہو جائیں۔

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی آپ تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھیں۔

نکاح کا سال:

حضرت ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ شوال میں نکاح ہوا اور رخصتی بھی شوال ہی میں ہوئی۔

باری کے ایام میں خصوصیت:

امام مسلمؒ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو میرے پاس تین دن تک ٹھہرے، اور فرمایا کہ تیرے اہل خانہ پر کوئی دشواری نہیں، اگر تم چاہو تو سات دن تک تمہارے پاس ٹھہر لوں گا اگر تمہارے پاس سات دن ٹھہروں تو تمام بیویوں کے پاس بھی سات دن تک ٹھہروں گا۔[1]

اسی روایت کو امام دار قطنیؒ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ ان کے پاس

---

[1] طبقات ابن سعد ۸/۱۰۳ مسلم حدیث ۳۴۳

تشریف لائے تو فرمایا تمہارے شوہر (یعنی خود آپ ؐ پر) پر کچھ بھی گراں نہیں اگر چاہو تو تمہارے پاس تین دن ٹھہروں گا اور یہ صرف تمہاری خصوصیت ہوگی اور اگر تم چاہو تو تمام بیویوں کے پاس سات دن مقرر کرلوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ میرے پاس تین دن ٹھہر لیجئے تاکہ میری خصوصیت برقرار رہے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر تم چاہو تو سات دن تمہارے ساتھ رہوں اور اگر چاہو تو تین دن رہوں اور پھر باری شروع کروں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ تین دن ٹھہر جایئے۔

نیز یہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کے پاس قیام کرنے بعد آپ ؐ جانے لگے تو حضرت ام سلمہ نے آپ ؐ کو کپڑوں سے پکڑ لیا۔ آپ ؐ نے فرمایا چاہو تو مزید ٹھہرلوں گا اور ایام شمار کرنے جائیں گے۔ یعنی باکرہ کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے تین دن ہوں گے۔

مولف عظام حضرت محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ان شئت سبعت عندک و سبعت عندھن'' ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا کہ جب ان کے پاس سات دن ٹھہریں گے تو باقی ازواج مطہرات کے پاس بھی سات سات دن ٹھہریں گے۔ لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ تو عقد نکاح کی وجہ سے تین دن کی مستحق ہیں، اگر باری ہی سات سات ایام کی ہو تو پھر انکا استحقاق جو عقد جدید کی وجہ سے بنتا ہے وہ کیسے پورا ہوگا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ ؐ نے انہیں اختیار دے دیا تھا کہ اگر سات دن چاہو تو سات دن تمہارے حق میں ایسے ہی شمار ہوں گے جیسے ان میں سے کسی کی باری ہو اور استحقاق عقد جدید ساقط ہو جائے گا لہٰذا آپ نے جو اجازت دی تھی وہ باری کو سات سات دن بنانے کی اجازت دی تھی نہ کہ حق عقد کو سات دن بنانے کی اجازت دی تھی۔ علماء کی یہی رائے ہے۔

حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایک توجیہہ مزید کی جا سکتی ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں ان کے پاس سات سات دن ٹھہرونگا جیسا ''سبعت

عند حسن'' میں مذکور ہوا۔ یعنی ان کا حق تین دن ہے وہ پورا کر دونگا اور باقی کے چار دن ان ایام کے مقابلے میں ہونگے جو تمہارے پاس ہیں۔ گویا کہ آپؐ نے تمام ازواج کے لئے سات دن مقرر فرمائے کیوں کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام ازواج ثیبہ تھیں، بنا بریں حضرت عائشہ کا حق سات دن سے زیادہ بنتا تھا لیکن وہ مغلوب تھیں اور یہ بیویاں زیادہ تھیں۔ یہ توجیہ موافق قیاس کے بھی ہے کہ ہر ایک کے لئے سات سات ایام مقرر ہوں۔ البتہ نئی بیوی کے استحقاق کو ساقط کر دینا خلاف قیاس ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ دو احادیث پر عمل کرنا اس سے بہتر ہے کہ ایک کو ساقط کر دیا جائے اور دوسری کو معمول بہا بنایا جائے۔

حضرت ام سلمہؓ کا اہل بیت میں داخل ہونا:

علامہ دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ و حسین و حسن رضی اللہ عنہم پر ایک کالے رنگ کی چادر ڈالی اور فرمایا اے اللہ! میں اور میرے یہ اہل بیت تجھ سے دعا کرتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آگ سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے بھی یہی دعا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ تم بھی میرے اہلبیت میں سے ہو۔[1]

حضرت ام سلمہؓ اہل بیت میں سے ہیں:

حضرت عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ میں ایک دن زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے ایک حدیث بیان کی وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کہ آپؐ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پہلو کے ایک طرف اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پہلو کے دوسری طرف بٹھایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جھولی میں بٹھایا اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

---

[1] مسند احمد ۶/۳۰۴

''اللہ کی رحمت اور اس کی برکات اے اہل بیت تم پر ہوں بیشک وہ حمید اور مجید ہے''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا تو رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ان حضرات کے لئے یہ خصوصیت فرما دی اور مجھے چھوڑ دیا ساتھ میری یہ بیٹی بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم اور تمہاری بیٹی اہلبیت میں سے ہو۔

روزہ کی حالت میں بوسہ لینا:

امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ آپ روزے کی حالت میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔[1]

امام مسلم نے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے روزہ کی حالت میں بوسے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس سے پوچھو، انہوں نے فرمایا آپ بوسہ لے لیا کرتے ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی مغفرت فرما دی گئی ہے، یعنی ہمارے لئے کیا حکم؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ تقویٰ وخشیت اختیار کرنے والا ہوں۔

روزانہ کی ملاقات کی ابتداء ام سلمہؓ سے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے، اور ابتداء ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فرماتے کہ وہ عمر میں بڑی تھیں، اور اختتام میرے گھر پر فرماتے۔

ماہواری کی حالت میں فراش رسول میں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بستر میں سو رہی تھی کہ

[1] بخاری ۱۹۲۹

مجھے حیض آ گیا آپؐ نے پوچھا کیا تمہیں حیض آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا اپنی حالت صحیح کر دو اور پھر لوٹ آؤ فرماتی ہیں میں نے لباس تبدیل کیا اور پھر آ کر آپؐ کے پاس سو گئی۔[1]

ایک برتن سے غسل:

امام مسلمؒ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں میرے لئے چھوڑ دو میرے لئے چھوڑ دو۔ اسی مفہوم کی روایت پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بھی گزری ہے۔[2]

عطاء میں خصوصیت:

امام احمدؒ نے حضرت موسیٰ بن عقبہؒ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو فرمایا اے سلمہ! میں نے بادشاہ نجاشی کے لئے کچھ کپڑے اور چند اوقیہ مشک بطور ہدیہ بھیجے ہیں، اور مجھے سخت خدشہ ہے کہ میرے تحائف پہنچنے سے پہلے ہی وہ آدمی وفات پا چکا ہوگا اور وہ مال میرے پاس واپس لوٹ آئے گا، پس اگر ایسا ہوا تو وہ مال تمہارا ہوگا۔

فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا خدشہ حقیقت میں ظاہر ہو گیا اور وہ بھیجے گئے تحائف آپؐ کے پاس لوٹ آئے، آپؐ نے تمام ازواج مطہرات کو ایک ایک اوقیہ خوشبو عنایت فرما دی اور باقی ماندہ کپڑے اور خوشبو حضرت ام سلمہ کو دے دی۔

حضرت ام سلمہؓ کی شان اتباع:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے سوچا کہ اس کا انتقال بھی

---

[1] بخاری ۸۳/۱ مسند احمد ۳۰۰/۶ [2] مسلم ۲۶۱

کس غریب الدیار حالت میں ہوا ہے کہ اس پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ میں اس کو اتنا روؤں گی کہ یاد کیا جائے گا اور فرماتی ہیں کہ میں نے اس کے لئے تیاری بھی کر رکھی تھی دریں اثنا ایک عورت میری ہمنوائی کے لئے آ رہی تھی کہ آپؐ نے اس کا استقبال کیا اور فرمایا کیا تو اب اس گھر میں دوبارہ شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اس لعین کو دو دفعہ نکالا ہے۔ فرماتی ہیں یہ سن کر میں نے رونا ترک کر دیا۔

امت کے لئے ایک سہولت:

مسلم ہی کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے سر کے بال بہت زیادہ گھنے ہیں کیا غسل جنابت میں ان کی مینڈھیاں کھولنا ضروری ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں بلکہ تین دفعہ ہاتھوں میں پانی بھر کر سر پر ڈالو اور پھر پورے بدن پر پانی بہادو تو پاک ہو جاؤ گی"۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ملنے والی اس اجازت سے پوری امت کے لئے آسانی ہو گئی۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کے پیچھے کی جانب سے سوار ہو کر طواف کر لینا، فرماتی ہیں کہ میں نے طواف کیا اور نبی کریم ﷺ نماز میں "والطور و کتاب مسطور" تلاوت فرما رہے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت مکہ مکرمہ میں تھیں اور آپؐ نے وہاں سے خروج کا ارادہ فرمایا لیکن اس وقت تک ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف نہیں کیا ہوا تھا، آپؐ نے فرمایا جب سب نماز پڑھ رہے ہوں تو تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا، انہوں نے ایسا ہی کیا ابھی لوگوں نے نماز بھی مکمل نہیں کی تھی کہ آپ طواف کر کے نکل گئیں۔[2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو سلمہ سے میری اولاد ہے اور میں ان پر خرچ وغیرہ بھی کرتی ہوں اور انہیں چھوڑ بھی نہیں سکتی کہ آخر وہ میرے بھی بیٹے ہیں کیا مجھے اس پر کوئی اجر و ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا

---

[1] مسلم ۱/۱۲۵ [2] بخاری ۱/۱۸۷

ہاں تم ان پر جو کچھ بھی خرچ کرو گی اس کا اجر تمہیں ضرور ملے گا۔[1]

صلح حدیبیہ میں حضرت ام سلمہؓ کی بہترین رائے:

امام احمدؒ نے حضرت مسور بن مخرمہ کے طریق سے واقعہ صلح حدیبیہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب آپ ﷺ نے کفار مکہ سے صلح کی اور صلح نامہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اٹھو اور قربانی کرو پھر حلق کرلو۔ آپ ﷺ نے یہ حکم تین دفعہ ارشاد فرمایا پھر بھی ان میں سے کوئی بھی تعمیل حکم کے لئے تیار نہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور واقعہ ذکر فرمایا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ واقعی یہی چاہتے ہیں؟ پھر ایسا کریں کہ باہر جا کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنا جانور ذبح کریں اور حجام کو بلوا کر اپنا حلق کروالیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ نے دیکھا تو سب نے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور پھر مل جل کر ایک دوسرے کا حلق کرنا شروع کر دیا، البتہ غم کی یہ کیفیت تھی کہ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے۔[2]

حضرت ام سلمہؓ کی وفات:

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۰ھ یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۹ھ رمضان یا شوال۔ اور صحابی جلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حضرت محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور آپ کی قبر میں آپؓ کے بیٹے عمر اور سلمہ جو کہ ابو سلمہ سے تھے داخل ہوئے نیز عبداللہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن وھب بن زمعہ بھی قبر میں اترے اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت چوراسی سال عمر تھی۔

---

[1] مسلم ص ۴۰۱۳ [2] مسند احمد ۴/ ۳۲۳

حضرت ام سلمہؓ کی اولاد:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تین بچے تھے (۱) سلمہ رضی اللہ عنہ جو سب سے بڑے تھے (۲) عمر اور (۳) زینب جو سب سے چھوٹی تھیں۔ اور خوش قسمتی سے یہ تینوں حضور اکرم ﷺ ہی کی گود میں پلے بڑھے تھے۔

البتہ نبی کریم ﷺ سے کس بچے نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح کرایا تھا اس میں روایات مختلف ہیں۔ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق عمر نامی بیٹے نے نکاح کرایا تھا۔

اور علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے سلمہ کا ذکر کیا ہے اور اکثر اہل علم اور حضرات محققین کی رائے بھی یہی ہے اور انہی کے نکاح میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ کو دیا تھا اور خلافت عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک زندہ رہے البتہ حضرات محدثین فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے ان کی کوئی روایت محفوظ نہ ہو سکی!!!

ان کے بیٹے عمر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایات موجود ہیں جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپؓ کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ ان کی پیدائش حبشہ ہی میں ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین اور فارس کا حاکم انہیں بنایا تھا ۸۳ھ مدینہ منورہ میں خلافت عبدالملک میں ان کی وفات ہوئی۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب یہ بھی حبشہ ہی میں پیدا ہوئیں اور واپسی پر بھی ساتھ تھیں۔ ان کا پیدائشی نام برہ تھا نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر کے زینب نام رکھا۔

ان کے متعلق منقول ہے کہ آپؐ ایک دفعہ غسل فرما رہے کہ یہ بچی تھی اور آپؐ کے قریب چلی گئی آپؐ نے پانی کے چند چھینٹے ان کے چہرے پر مار دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بوڑھی ہوگئیں تھیں لیکن جوانی کی رونق جب بھی ان کے چہرے پر بحال تھی ان کی شادی عبداللہ بن زمعہ بن الاسود سے ہوئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے کی "افقہ النساء" خاتون تھیں۔[2]

---

[1] اسد الغابہ ۱۸۳/۴　　[2] الاستیعاب ۱۸۵۵/۴

پانچواں باب:

﴿فضائل ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب (رضی اللہ عنہا)﴾

ان کا تعلق خاندان قریش میں سے حرب بن امیہ کے قبیلہ سے تھا جو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے دادا تھے، انہیں کی طرف منسوب کر کے اس پورے خاندان کو اموی کہا جاتا ہے، خلفاء بنو امیہ اور اموی خلفاء کے نام سے تاریخ کے بڑے بڑے واقعات بنتے ہیں، الغرض حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی نسبت القرشیہ الاموی کہا جاتا ہے، یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد تھیں۔ ان کا نام رملہ اور ہند بتایا جاتا ہے، البتہ کنیت نام پر غالب ہے، ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص تھیں۔

نبی کریم ﷺ کے عقد میں آنے سے قبل ان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا، حبشہ کی طرف جب دوسری دفعہ مسلمانوں نے ہجرت کی تو یہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔ لیکن بدقسمتی سے وہاں جا کر ان کے شوہر مرتد ہو کر نصرانی بن گئے اور اسی ارتداد کی حالت میں انتقال ہو گیا اور یہ دین اسلام پر ثابت قدم رہیں بعد میں آپؐ سے نکاح ہوا۔

رسول اللہؐ کا ام حبیبہؓ سے نکاح:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات میں نے خواب میں اپنے شوہر کو بہت بری حالت میں دیکھا اور اس کی صورت بہت بھیانک دکھائی دی، مجھے بہت خوف لاحق ہوا، میں نے دل میں سوچا بخدا اس کی یہ حالت بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے، کیا دیکھتی ہوں کہ صبح میرا شوہر کہتا ہے اے ام حبیبہ! میں نے دین کے معاملہ میں بہت غور و فکر کیا، مجھے نصرانیت سے بڑھ کر کوئی دین بھلا نہ معلوم ہوا، جبکہ میں پہلے نصرانی ہی تھا پھر میں نے اسلام قبول کر لیا، لیکن اب میں دوبارہ نصرانیت کی طرف لوٹ چکا ہوں۔ میں نے کہا ہرگز

ہرگز یہ تمہارے لیے بہتر نہیں، پھر میں نے اسے وہ خواب سنایا جو میں نے دیکھا تھا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور لا پرواہ ہو گیا اور شراب پیتا رہا اور اسی حال میں اس کو موت نے آ لیا۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار پھر خواب دیکھا کہ مجھے کوئی ''ام المومنینؓ'' کہہ کر پکار رہا ہے، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے شادی کریں گے۔ میری عدت پوری ہوتے ہی میرے پاس نجاشی کا پیامبر آیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی، دیکھا تو وہ ایک باندی تھی جسے ''ابرھہ'' کہا جاتا تھا وہ بادشاہ کی خصوصی خدمت گار تھی، اس نے اندر آ کر مجھے کہا بادشاہ سلامت کا پیغام ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خط میرے پاس آیا کہ میں تمہاری شادی ان سے کرادوں میں نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں خوشیاں نصیب کرے تم نے بہت بڑی خوشخبری دی ہے مزید اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے کہ اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کرو جو تمہاری طرف سے عقد نکاح میں شریک ہو سکے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا، مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ میں پھولے نہ سما رہی تھی میں نے اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دونوں کنگن اور پاؤں کے کڑے اور چاندی کی جتنی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں سب اتار کر اس کو دے دیں۔

جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام اہل اسلام کو جمع کیا اور ایک بڑا ہی جاندار خطبہ دیتے ہوئے توحید و شہادت بیان کی جس کے الفاظ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

''الحمد لله الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار، اشهد أن لا اله الا الله، و اشهد ان محمداً رسول، أرسله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره علىٰ الدين كله ولو كره المشركون''

خطبہ دینے کے بعد نجاشی نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد و مطالبہ کو قبول کیا اور میں اس کا مہر چار سو دینار مقرر کرتا ہوں، پھر اس نے وہ چار سو دینار اسی وقت مجلس میں لوگوں

کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی سے استغفار کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نبی ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو ہر چند کہ مشرکین کو یہ پسند نہیں۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کے پیغام کو قبول کر لیا اور میں ام حبیبہ کا نکاح آپ ؐ سے کراتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ ؐ کے لئے یہ نکاح بابرکت بنائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے دینار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے۔ پھر جب نکاح ہونے کے بعد لوگ اٹھ کر جانے لگے تو بادشاہ نے کہا بیٹھ جایئے اور کہا کہ انبیاء کرام کی سنت ہے جب شادی کرتے ہیں تو اس موقع پر مہمانوں کو کھانا پیش کیا کرتے ہیں پھر بادشاہ نے کھانا منگوایا جسے تمام اہل مجلس نے کھایا اس طرح یہ تقریب سعید اپنے منتہیٰ کو پہنچی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے مہر کی رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے ''ابرھہ'' کو دوبارہ بلایا اور اس سے کہا کہ اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا بس وہ تو ایسا وقت تھا کہ میں خود بھی خالی ہاتھ تھی میرے پاس کچھ نہ تھا یہ پچاس مثقال سونا ہے اسے لے لو اور اپنی ضرورت پوری کر لو، اس نے انکار کرتے ہوئے ایک تھیلی نکال کر میرے سامنے رکھ دی جس میں وہ سب کچھ موجود تھا جو میں نے اسے دیا تھا اور کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں آپ سے کچھ بھی نہ لوں کیونکہ میں خود بھی بادشاہ ہی کی خدمت گار ہوں، البتہ اتنی بات ضرور آپ کو بتاتی ہوں کہ میں نے دین محمد کی اتباع کر رکھی ہے اور اللہ کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ اور بادشاہ نے اپنی تمام ازواج کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جو بھی خوشبو ہو تمہارے پاس ضرور بھیجیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگلے دن وہ باندی بہت ساری قسم قسم کی خوشبویات اور مختلف تحفے تحائف لے کر حاضر ہوئی پھر جب میں مدینہ آئی تو وہ سب کچھ میرے پاس تھا، آپ وہ تمام چیزیں دیکھتے اور کوئی ناگواری نہ فرماتے۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ ابرھہ نے مجھے کہا کہ میں تم سے ایک ضروری بات کہتی ہوں وہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں نے آپ کے ہی دین کی اتباع کر رکھی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اس نے مجھے اچھی طرح تیار کیا، اس دوران جب بھی وہ میرے پاس آتی تو کہتی ''میری ضرورت کو مت بھولنا'' آپؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نبی کریم کے پاس پہنچی تو میں نے آپ کو وہاں کے تمام حالات بتائے اور پھر خطبہ کا تذکرہ بھی کیا اور خصوصی طور پر ابرھہ کی بات بھی ذکر کی اور اس کا سلام بھی پہنچایا آپؐ نے کچھ دیر تبسم فرمایا اور پھر جواب دیتے ہوئے ''وعلیھا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' فرمایا۔

نکاح میں ام حبیبہؓ کا کون وکیل تھا؟

علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ کی طرف سے وکیل کون تھا؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں مذکورۃ الصدر روایت میں سعید بن العاص ہیں اور دوسری روایت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے کہ یہ ان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن سعید نے نکاح کرایا تھا کہ یہ ان کے والد کے چچا کے بیٹے تھے۔ نیز ایک اور روایت میں نجاشی کا ذکر بھی ہے، البتہ تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ نجاشی پیغام نکاح لے کر آیا تھا اور پھر عقد نکاح بھی اسی نے کیا گویا وہ حضور ﷺ کی طرف سے وکیل تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وخالد رضی اللہ عنہ حضرت ام حبیبہ کی طرف سے وکیل تھے اس طرح تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

منقول ہے کہ آپؐ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس نکاح کا پیغام دیکر بھیجا تھا اس نے شادی کرادی اور چار سو دینار مہر بھی دے دیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا، اور یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ نے حضرت شرحبیل کو لینے کے لئے بھیجا تھا۔ ممکن کہ آپؐ نے عمرو کو پیغام کے لئے بھیجا ہو اور شرحبیل کو لانے کے لئے بھیجا ہو اور یہ نکاح ہجرت کے ساتویں سال ہوا، اگر یہی تاریخ صحیح ہو تو پھر حضرت عثمان آپؐ کے نکاح میں شریک نہ تھے کیونکہ آپؓ کی واپسی واقعہ بدر سے پہلے ہوئی تھی اور غزوہ بدر ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا۔

حضرت ام حبیبہؓ کا مہر:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے ایک قول بصیغہ تمریض نقل کیا کہ آپ کا نکاح مدینہ منورہ آنے کے بعد ہوا، لیکن مشہور یہی ہے کہ حبشہ میں ہوا تھا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ نجاشی نے چار ہزار درہم مہر مقرر کیا تھا جبکہ ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم تھے۔

ابوسفیان کا ردعمل:

جب آپؐ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور مکہ میں تھے اور نبی کریم ﷺ سے لڑائی کی ٹھان رکھی تھی، کسی نے ان سے کہا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمہاری بیٹی سے نکاح کرلیا ہے، انہوں نے کہا "ذلک الفحل الذی لا یقدع انفه" یہ وہ نر ہے جس کی ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔ (یہ جملہ کسی کے بڑے پن کے اظہار کے لئے بولا جاتا تھا)

نکاح کی ایک اور روایت:

حضرت رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ابتداء مسلمانوں میں کوئی خاص وقعت نہیں تھی (دراصل ان کا تعلق روساء قریش سے تھا حرب بن امیہ ان کے والد تھے انہوں نے بھی ابتدائے اسلام میں دشمنی کی انتہا کردی تھی یعنی کسی طرح بھی نبی کریم ﷺ کو چین کا سانس نہیں لینے دیتے تھے اور پھر حضرت ابوسفیان بھی اسلام لانے سے قبل انہیں کے ساتھ تھے اور مسلمانوں سے جنگ وجدال ان کا معمول تھا، اس لئے ان کے ہاتھوں پہنچی ہوئی تکلیف تو مسلمانوں کو بہرحال احساس دلاتی تھی، اس لئے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اس وقت تک یعنی ان کے ابتدائے اسلام میں پسند نہیں کرتے تھے) انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! تین چیزیں مجھے مرحمت فرمادیجئے۔

آپؐ نے فرمایا مانگو کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی انتہائی حسین وجمیل عورت ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سے نکاح کرلیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے مجھے قبول ہے۔ پھر عرض کیا میرے بیٹے معاویہ کو خصوصی طور پر

اپنے پاس رکھیں جو خط و کتابت کا سلسلہ ہو اسی سے کام لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ بھی منظور ہے پھر انہوں نے عرض کیا مجھے لشکر کا امیر مقرر فرما دیجئے تاکہ میں کفار سے قتال کرسکوں جیسا کہ پہلے میں مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام حبیبہ کا نکاح کرایا۔ مشہور پہلے والی بات ہے۔

پہلے شوہر کے نام کی تصحیح:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ عبید اللہ نے حضرت ام حبیبہ کو ساتھ لیکر ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں جا کر وہ بیمار ہو گیا جب اس کی وفات کا وقت ہوا تو اس نے کہا کہ میں آپؐ کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی ان سے کر دی جائے۔ اور پھر نجاشی نے شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ ام حبیبہ کو مدینہ بھیج دیا۔ البتہ اس روایت میں جو عبداللہ نقل کیا گیا یہ ام حبیبہ کے شوہر کا نام نہیں وہ تو عبید اللہ تھا اور نصرانی ہو گیا تھا۔ لیکن عبداللہ ام حبیبہ کا بھائی تھا جو اسلام پر ثابت قدم رہا اور غزوہ احد میں شہید ہوا۔

ام حبیبہؓ کا اپنے والد ابو سفیان سے سلوک:

علامہ ازھریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو سفیان مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے وہ غزوہ مکہ کے متعلق آپ سے بات کرنا چاہتے تھے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو عہد نامہ لکھا گیا تھا اس میں مزید کچھ مہلت عنایت فرما دیجئے آپ نے قبول نہ فرمایا۔

پھر وہ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور جب نبی کریم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے وہ بستر لپیٹ دیا۔ تو ابو سفیان نے کہا کیا یہ بستر میرے لائق نہیں یا میں اس بستر کے لائق نہیں تو آپؓ نے فرمایا یہ بستر حضور اکرم ﷺ کا ہے اور تم ایک مشرک انسان ہو جو ظاہر و باطن سے نجس ہو۔ تم اس بستر کے قابل نہیں ہو۔ اس نے کہا

---

[1] صحیح مسلم ۳۰۷/۱۵

بیٹی مجھ سے دور ہو کر تمہیں شرلاحق ہو گیا ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کی رسول اکرمؐ کو اپنی بہن سے شادی کی پیشکش:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری ہمشیرہ سے بھی شادی کرلیں، آپؐ نے فرمایا کیا یہ تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نہیں چاہتی کہ میں اکیلی ہی آپ کی مالک بن جاؤں بلکہ میں چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس خیر و برکت میں شریک ہو جائے۔

آپؐ نے فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں (یعنی ایک بہن پہلے سے نکاح میں ہو اور پھر دوسری بھی ساتھ ہی نکاح میں آ جائے) فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ آپؐ ابو سلمہ کی بیٹی سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اگر وہ میری پرورش میں نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لئے جائز نہ تھی کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور اس کے والد کو ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا تم مجھے اپنی بیٹیاں اور بہنیں مت پیش کرو۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

اتباع سنت میں حضرت ام حبیبہ کی شان:

امام مسلمؒ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے والد کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے خوشبو منگوائی اور اپنے ہاتھوں پر ملی، اور فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، البتہ بیوی اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے گی۔

امام مسلمؒ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی دن رات میں روزانہ بارہ رکعت پڑھے تو اس کے لئے جنت میں گھر

بنایا جاتا ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے یہ حدیث سنی ہے انہیں نہیں چھوڑا۔

حضرت ام حبیبہؓ کے نکاح کے بارے میں قرآن کا نزول:

حضرت ابوصالحؒ نے ارشاد باری تعالیٰ:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے دوستی کر دے'' (الممتحنة. ۷)

کی تشریح و مراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر نقل کیا ہے آپؓ نے فرمایا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے داماد بنے۔

حضرت ام حبیبہؓ کی وفات:

علامہ ابن الجوزی اور ابن عبدالبر مالکی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۴۴ھ میں ہوئی۔

حضرت ام حبیبہؓ کا خوف آخرت:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اے عائشہ میرے اور تمہارے درمیان بھی ایسی اونچ نیچ ہو گئی ہو گی جیسا کہ عموماً سوکنوں میں ہوتا ہے میں معافی چاہتی ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں بھی معاف فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کامل مغفرت فرمادے اور اگر کوئی غلطی ہو بھی تو اس کو نظر انداز فرمادے اور تمہاری بخشش فرمادے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھے خوش کر دیا اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوشیاں نصیب فرمائے۔ اور پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان سے بھی اسی طرح معافی مانگی۔

چھٹا باب:

﴿فضائل ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد الشمس القرشیہ رضی اللہ عنہا﴾

ان کی والدہ ام الشموس بنت قیس بن زید بن عمر تھیں، حضرت سودہ نبی کریم ﷺ سے قبل اپنے ایک چچازاد کے نکاح میں تھیں جسے سکران[1] بن عمرو کہا جاتا تھا اور اس کا ایک بھائی سہیل بن عمرو تھا۔ بنی عامر بن لوی سے ان کا تعلق تھا۔ ان کے شوہر نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے، پھر جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو ان کے شوہر کا انتقال مکہ ہی میں ہوا۔ پھر آپؐ نے ان سے شادی کر لی۔ امام زہریؒ سے ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح سے پہلے ان سے مکہ ہی میں نکاح کیا یہی قول امام قتادہ اور ابو عبیدہ کا بھی ہے اور ابن قتیبہ نے صرف یہی قول نقل کیا ہے اور امام زہریؒ کی دوسری روایت جسے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ان سے نکاح کیا۔

رسول اللہؐ کا حضرت سودہؓ سے نکاح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہو گیا تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ چاہیں تو باکرہ سے شادی کر لیں، اور چاہیں تو کسی بیوہ سے نکاح کر لیں۔

آپؐ نے فرمایا باکرہ کون لڑکی ہے؟ اور بیوہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا باکرہ لڑکی تو آپ کے محبوب خلیل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ ہے۔ اور اگر بیوہ سے شادی کرنا

1. طبقات ۵۲/۸

چاہیں تو وہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان بھی لائی ہے آپ کی پیروکار بھی ہے۔

آپ نے فرمایا ان سے میرا تذکرہ کرو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جاکر ام رومان (رضی اللہ عنہا) سے تذکرہ کیا تو انہوں نے اس پیغام کو قبول کرلیا اور نکاح کے لئے رضامند ہوگئیں یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بھی گزر چکی ہے۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد سودہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئی ان کے والد بہت بوڑھے تھے اور گھر میں ہی رہتے تھے ان پر ضعف طاری ہو چکا تھا۔ میں نے انہیں زمانہ جاہلیت کے مطابق تحیہ و سلام کیا اور کہا ''انعم صباحا (دراصل زمانہ جاہلیت میں استقبالیہ کلمات مختلف انداز میں کہے جاتے تھے اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے تھے، مثلاً صبح کے وقت انعم صباحا، عم صباحاً، صباح الخیر اور شام کے وقت انعم مساء، عم مساء، مساء الخیر وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اسی طرح کے کلمات ہمارے ہاں بھی بعض لوگ کہتے ہیں جیسے شب بخیر وغیرہ۔

کہتے ہیں یہ تمام چیزیں زمانہ جاہلیت کے زمرے میں آتی ہیں۔ اسلام کی جامعیت دیکھئے کہ ایسی تعلیم ارشاد فرمائی جس سے ہمیشہ کے لئے سلامتی کی دعا ملتی ہے یعنی ''السلام علیکم'' لہٰذا تمام طریقے ترک کر کے ہمیں اسلام کا بتایا ہوا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ جب انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں حکیم کی بیٹی خولہ ہوں، تو انہوں نے بڑی اپنائیت سے استقبال کیا اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (یعنی حضور اکرم ﷺ) سودہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو بڑے اچھے آدمی ہیں۔ تم نے اپنی سہیلی (یعنی سودہ) سے پوچھا وہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کیا اسے یہ رشتہ پسند ہے انہوں نے کہا جاکر نبی ﷺ سے کہو کہ آپ تشریف لے آئیے۔

حضرت سودہؓ کے بھائی کا ردعمل:

فرماتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور انہوں نے آپ سے سودہ کا نکاح کرا دیا۔ جب عبد بن زمعہ جو حضرت سودہ کے بھائی ہیں گھر تشریف لائے تو انہیں

معلوم ہوا کہ آپؐ سے سودہ کا نکاح ہو گیا ہے چونکہ وہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالنی شروع کر دی کہ یہ وہ آدمی جس سے ہم دور بھاگ رہے ہیں وہ گھر کا فرد بن بیٹھا ہے اور جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو فرمایا کرتے کہ میں اس وقت بیوقوف تھا کہ اپنے سر میں مٹی ڈال رہا تھا کہ سودہ کا نکاح آپ سے کیوں ہوا؟ جبکہ یہی عین خوش قسمتی کی بات تھی۔ اس روایت کو دوسرے حضرات نے بھی اختصار سے نقل کیا ہے۔[1]

حضرت مولف عظام علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت اور اس روایت میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہ سے پہلے نکاح کیا ہو اور حضرت سودہ سے بعد میں۔ اور پھر حضرت سودہ کی رخصتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوئی ہو، کیونکہ تزویج کا اطلاق عقد نکاح اور رخصتی دونوں پر ہوتا ہے۔ مگر متبادر نکاح ہی ہے نہ کہ رخصتی۔

حضرت سودہؓ کا اپنی باری حضرت عائشہؓ کے نام کرنا:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب سودہ (رضی اللہ عنہا) بوڑھی اور ضعیف ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مقرر کر دیا اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جس دن آپ میرے پاس تشریف لاتے ہیں وہ میں نے عائشہ کے نام کر دیا اس کے بعد آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو دن ٹھہرا کرتے تھے یعنی ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کے لئے ایک دن ایک رات مقرر فرما رکھی تھی۔ البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کر دیا تھا تا کہ آپؐ کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سودہ رضی اللہ عنہا

[1] مسند احمد ۶/۲۱۱

وہ پہلی عورت ہیں جس سے آپؐ نے میرے نکاح کے بعد شادی کی۔[1]

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ سودہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی، میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسی کے رنگ میں رنگی جاؤں۔ جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن بھی مجھے دے دیا۔ (مسلم)

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ سودہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں تھیں، جب بوڑھی ہو گئیں تو آپؐ نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے طلاق نہ دیجئے اور اپنے ہی نکاح میں رہنے دیجئے میں آپ سے کوئی مطالبہ نہیں کروں گی، بلکہ میں یہ پسند کرتی ہوں کہ کل قیامت میں آپ کی ازواج مطہرات میں سے ہی اٹھائی جاؤں۔ اور میں نے اپنی باری کا دن بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں طلاق نہ دی وہ آخری دم تک آپ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت سودہؓ کی شان میں نزول آیت:

ارشاد باری تعالیٰ:

”وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا“

ترجمہ: ”اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال ناراضگی بے پرواہی کا ہو“

علامہ ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سودہ کے بارے میں نازل ہوئی مشہور یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مطلق ہے کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ اس عورت کے بارے میں ہے جو ایسے خاوند کے نکاح میں ہو جو اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہو تو وہ عورت اپنے اس شوہر سے کہے کہ تو دوسری شادی کر لے اور مجھے طلاق نہ دے اور تجھے میری طرف سے مکمل آزادی ہے یہی مفہوم

---

[1] بخاری ۷۷۱/۲

مندرجہ ذیل آیت کا ہے:

"فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا"

ترجمہ: ''سو دونوں کو کوئی گناہ نہیں کہ باہم ایک دوسرے سے خاص طور پر کوئی صلح کرلیں''

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت ایسے آدمی کے بارے میں ہے جو اپنی پہلی بیوی کے بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے جدائی اختیار کر کے دوسری شادی کرنا چاہتا ہو۔ اور عورت کہے کہ تو مجھے اپنے پاس رکھ لے اور جس طرح چاہے میرے لئے تقسیم کر دے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اگر دونوں باہم راضی ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے[1]

حضرت سودہؓ کا بکثرت صدقہ دینا:

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپ کی ملاقات کس بیوی سے ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا جس بیوی کا ہاتھ زیادہ لمبا ہوگا۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے لکڑی لے کر ہاتھ ناپنے شروع کیے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا پایا فرماتی ہیں کہ آپؐ کے وصال کے بعد سودہ کا انتقال سب سے پہلے ہوا اور وہ بکثرت صدقہ دیا کرتی تھیں[2]

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ کا لمبا ہونا دراصل صدقہ و خیرات دینے کا عمل تھا۔ کیونکہ صدقہ دینا آپ کو بڑا محبوب تھا۔

مولف کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات محققین نے تصریح کی ہے کہ اس واقعہ کو نقل کرنے میں بعض رواۃ حدیث سے غلطی ہوئی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث بھی اس پر متنبہ نہ ہوئے اور دوسروں کا کیا کہنا۔ دراصل یہ صفت یعنی بکثرت صدقہ و خیرات دینا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں پائی جاتی

[1] بخاری ۶۲/۶ مسلم ۲۳۰/۸ [2] مسلم ۲۱۸/۵ طبقات ابن سعد ۱۰/۸

تھی۔ کیونکہ انہیں کے متعلق احادیث مبارک میں یہ جملہ نقل کیا جاتا اور حضرت زینب کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا جبکہ حضرت سودہ کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا اس لحاظ سے مذکورہ روایت میں بھی زینب ہی کی قرین قیاس ہے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کا حلوہ ملنے کا قصہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذاق میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر حلوہ مل دیا تھا جواباً رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر حضرت سودہ سے فرمایا کہ تم بھی اس کے مل دو۔ حدیث گذر چکی ہے۔

حضرت سودہؓ کے لئے نرمی:

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ لیلۃ المزدلفہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے اور لوگوں کا رش بڑھنے سے پہلے چلی جاؤں۔ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم والی تھیں۔ آپؐ نے اجازت دے دی اور ہم وہیں آپ کے ساتھ رہے اور صبح کو آپؐ کے ساتھ روانگی ہوئی۔

حضرت سودہؓ کی شان اتباع:

امام احمدؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا اس دفعہ آخری حج ہے پھر ہم محصور ہو جائیں گے آپؓ فرماتے ہیں کہ تمام ازواج نے آپ کے ساتھ حج کیا البتہ زینب بنت جحش اور سودہ رضی اللہ عنہا شریک نہ ہوئیں وہ فرماتیں کہ جب سے ہم نے حضور سے یہ سنا ہے ہم میں سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔

حضرت سودہؓ کی وفات:

علامہ ابن عبد البرؒ کی تصریح کے مطابق حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت عمر کے آخری زمانہ میں ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ آپؓ کا انتقال مدینہ منورہ ۵۴ھ شوال میں ہوا۔

ساتواں باب:

فضائل حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا نکاح آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا، جب انہوں نے طلاق دیدی تو آپؐ سے ہجرت کے پانچویں سال ان کی شادی ہوئی، اور بعض مورخین کے نزدیک تیسرے سال ہوئی۔ انہوں نے خود بھی ہجرت کی تھی[1]

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آکر حضور اکرم ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی، تو آپؐ نے فرمایا: امسک علیک زوجک" یعنی اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو، اس پر یہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

"وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ"

ترجمہ: "اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے، جس کو خدا ظاہر کرنیوالا تھا" (الاحزاب۔ ۳۷)

پیغام نکاح اور آسمانوں میں منظوری و نکاح:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی، تو آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاکر زینب کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دیدو، فرماتے ہیں جب آپؐ نے مجھے یہ حکم دیا تو مجھ پر بڑا گراں گزرا، تاہم میں ارشاد کی تعمیل کے لئے روانہ ہوگیا اور ان کے گھر پہنچ کر میں نے دروازے کی طرف پیٹھ کرکے کہا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

---

[1] حضرت زینب کے تفصیلی حوال۔ السیر والمغازی ابن اسحاق۔ سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب میں کوئی بھی اقدام کرنے سے پہلے اپنے اللہ سے مشورہ کرونگی، اور اس کے بعد اپنے گھر میں نماز کے لئے کھڑی ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا"

ترجمہ: "پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت متعلق نہ رکھی یعنی اس کو طلاق دیدی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا"

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ تشریف لائے اور بغیر اجازت گھر میں داخل ہوگئے۔[1]

نام کی تبدیلی:

منقول ہے کہ جب آپ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا "برہ" پھر آپ نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔[2]

ایک جاہلی رواج کی تبدیلی:

علامہ ابن عبد البرؒ نے ایک روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا ایک طرف تو محمد (ﷺ) بیٹے کی بیوی کو باپ پر حرام قرار دیتے ہیں اور خود اپنے بیٹے یعنی زید کی بیوی سے نکاح کر لیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ"

ترجمہ "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"

(الاحزاب: ۴۰)

اور فرمایا گیا:

"اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ"

"اے مومنو! لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو

[1] ابن کثیر ۳/۴۲۰ [2] اسد الغابۃ ۵/۴۶۳

یہی بات خدا کے نزدیک درست ہے" (الاحزاب: ۵۰)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زید کو زید بن حارثہ کہہ کر پکارا جانے لگا جبکہ اس سے پہلے زید بن محمد کہا جاتا تھا۔

حضرت زینبؓ کا تفاخر:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ:

"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا"

ترجمہ: "جب زید نے اس سے متعلق کوئی حاجت نہ رکھی تو ہم نے اس سے تمہارا نکاح کر دیا" (الاحزاب: ۳۷)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی تو آپ بطور فخر ازواج مطہرات سے کہا کرتیں تمہاری شادی تو تمہارے والدین نے کرائی ہے اور میری شادی اللہ نے ساتویں آسمان سے کرائی ہے۔ (ترمذی)

حضرت زینبؓ کی شادی پر ولیمہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی پر ایسا شاندار ولیمہ کیا کہ ہم نے کسی دوسری زوجہ کی شادی پر نہ دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ثابت نے پوچھا اس ولیمہ میں کیا پیش کیا گیا تھا؟ آپؓ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے اس ولیمہ میں کھانا اور گوشت پیش کیا تھا اور اس کثرت سے تھا کہ لوگ باقی چھوڑ کر چلے گئے۔[1]

حضرت زینبؓ کی شان میں نزول آیات:

امام ترمذیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت:

---

[1] بخاری ۱۵۲/۹ بخاری ۳۱/۲ مسلم ۵۹۷/۳ مسند احمد ۱۷۲/۳

"وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ" نازل ہوئی۔

ترجمہ "اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا" (الاحزاب ۳۷)

تو حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور شکایت کی اور طلاق کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے آپ سے مشورہ طلب کیا آپ نے فرمایا تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمان وحی میں سے کسی آیت کو چھپانا چاہتے تو آپ مندرجہ ذیل آیت چھپاتے:

"وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ"

ترجمہ: "اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے"

(الاحزاب ۳۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان کیا کہ ان کو قبول اسلام کی توفیق بخشی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ احسان کیا کہ آزاد کر دیا تھا:

"وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ . الى قوله وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا."

ترجمہ "اور اللہ سے ڈر اور تو دل میں وہ چھپاتا ہے جو اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ کے زیادہ لائق ہے کہ تو اس سے ڈرے"

پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو منافقین نے

کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کی ابوت کی صریح نفی کر دی گئی فرمایا:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ"

ترجمہ: "محمد نہیں باپ کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر" (الاحزاب ۴۰)

حضرت زید رضی اللہ عنہ اس وقت چھوٹے سے بچے تھے جب انہیں آپؐ نے منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا پھر یہ آپؐ کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ مکمل جوان ہو گئے اور لوگ انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔ یہ بات صحیح نہ تھی پس اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

"اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ"

"اے مومنو! لے پالکوں کو تم ان کے اصلی باپوں کے ناموں سے پکارا کرو اور اگر تم کو ان کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں"

یعنی انہیں فلاں بن فلاں یا فلاں کا بھائی فلاں کہو یہ درست ہے۔

ایک ضعیف روایت:

منقول ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کرایا تو کافی عرصہ تک حضرت زینب ان کے ساتھ رہیں۔ پھر ایک دفعہ آپؐ کا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر جانا ہوا وہاں آپؐ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا جو کہ انتہائی خوبصورت اور خاندان قریش کی خوبصورت عورتوں میں سے تھیں۔ آپؐ کو وہ بھلی لگ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا "سبحان مقلب القلوب" حضرت زید سمجھ گئے کہ یہ آپؐ کو اچھی لگی ہیں۔ آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں، کیونکہ اس میں کچھ غرور بھی ہے اور ساتھ ساتھ زبان دراز بھی ہے اس سے مجھے بڑی

تکلیف ہوتی ہے آپؐ نے فرمایا اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو، پس اللہ نے مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں۔

"وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ"

یعنی اللہ نے اسلام کے ذریعے احسان کیا وانعمت علیہ اور آپ نے عتاق کے ذریعہ احسان کیا کیونکہ آپؐ نے انہیں زمانہ قبل از اسلام میں سوق عکاظ سے خریدا تھا اور پھر آزاد کر کے متبنی بنایا تھا۔ (مذکورہ روایت پر بے شمار تفاسیر میں اعتراضات کئے گئے ہیں جن میں مذکورہ روایت کو کمزور بتایا گیا ہے ملاحظہ کریں معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

یعنی مطلب یہ ہوا کہ آپؐ نے زاد و تزوج کو چھپانا چاہا اور اللہ نے ظاہر کر دیا کہ حضرت زید نے طلاق دیدی اور آپؐ نے ان سے شادی کر لی۔ اور پھر اس کا نزول قرآن کریم میں بھی فرمادیا۔

علامہ قرطبی کی فیصلہ کن بات:

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشق زینب کی بات ایسا آدمی کہہ سکتا ہے جو عصمت انبیاء سے مطلقاً جاہل ہو یا پھر سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے کہہ رہا ہو تو ایسا آدمی سراپائے کفر ہے۔

حکیم ترمذی کی روایت:

حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں ایک روایت حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی بتادیا تھا کہ زید طلاق دے گا اور آپؐ اللہ کی طرف سے ہی حضرت زینب سے شادی کریں گے۔ پھر جب حضرت زید نے آپؐ سے شکایت کی کہ زینب سخت طبیعت ہے اور نشوز بھی ہے لہذا میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں، تو آپؐ نے بطور نصیحت ان سے فرمایا کہ تم اپنی اس بات میں اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو، جبکہ نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ زید اس کو فارغ کر دے گا اور پھر آپ ہی سے زینب کی شادی ہوگی۔ یہی ساری بات تھی جو اللہ نے بذریعہ

وحی اپنے پیغمبر ﷺ کو بتادی تھی اور آپ اسی کو چھپا رہے تھے اور باوجودیکہ معلوم تھا کہ ان سے آپ ہی شادی کریں گے لیکن پھر بھی طلاق دینے کا حکم بھی صادر نہیں فرما رہے تھے مبادا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اپنے آزاد کردہ کو طلاق کا حکم دے کر خود اس کی بیوی سے شادی کرلی، یہ ایک مباح چیز تھی اس میں کوئی حرج نہیں تھا لیکن آپ کو لوگوں سے خوف تھا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات ناپسند گزری کہ لوگوں سے ڈرا جائے جبکہ اللہ ہی زیادہ لائق ہے کہ ہر حال میں اس سے ڈرا جائے۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں مذکورہ بالا آیت کریمہ کی یہ توجیہ سب سے عمدہ ہے، اور اہل علم کا اتفاق بھی اسی پر ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتے تھے کہ آپ پر جو کچھ بھی نازل ہوا یہ آیت آپؐ پر بہت گراں گزری اور وتخشی الناس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا کہ زینب آپ کی زوجہ بننے والی ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں طلاق دیدیں گے۔

حضرت زینبؓ کا پیدائشی نام

علامہ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو ان کا نام برہ تھا آپ نے تبدیل کر کے برہ کو زینب کردیا۔

جب حضور اکرم ﷺ کا نکاح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا آپ گھر تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ ام سلمہ اپنی بیٹی کو برہ کہہ کر پکار رہی ہیں، آپؐ نے فرمایا تم خود اپنا تزکیہ مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ تم میں نیک کون ہے اور فاسق کون ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو اس بچی کا نام ہے، آپ نے فرمایا اسے تبدیل کردو، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا نام رکھوں؟ آپؐ نے فرمایا اس کا نام زینب رکھ دو۔

حضرت زینب کی شادی اور حجاب کا حکم:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا، جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو اکثر چلے گئے البتہ کچھ لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول ہو گئے اور وہیں بیٹھے رہے، آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، پھر کچھ دیر بعد وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، میں نے جا کر نبی ﷺ کو بتایا تو آپ گھر تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ"

ترجمہ: "مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو۔ سوائے یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے کھانے کی" (الاحزاب ۵۳)

امام بخاریؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب سے شادی کے موقعہ پر روٹی اور گوشت سے لوگوں کی تواضع کی، فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر لوگوں (صحابہ) کو دعوت دی۔ وہ لوگ تھوڑی تھوڑی جماعت کی صورت میں آتے اور کھانا کھا کر تشریف لے جاتے۔ میں اسی طرح بلاتا رہا حتیٰ کہ جب کوئی باقی نہ رہا تو میں نے عرض کیا یا رسول! تمام مندوبین پورے ہو گئے اور اب کوئی نہیں جسے میں بلاؤں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کھانا اٹھالو، تین آدمی ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر وہیں آپ ﷺ کے گھر میں بیٹھے بیٹھے گپ شپ میں مصروف ہو گئے تھے چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا: اہل خانہ تم پر سلامتی اور رحمت و برکت ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سلام کا جواب دیا اور عرض کیا آپ نے اپنے اہل خانہ کو کیسا پایا؟ اللہ ان میں آپ کو برکت دے، اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھر تشریف لے گئے اور سلام کیا انہوں نے بھی ایسا ہی کہا جیسا حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ پھر جب آپؐ واپس گھر تشریف لائے تو وہ لوگ اب بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ بہت حیا والے تھے جس کی وجہ سے آپؐ نے ان سے کچھ بھی نہ فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف نکل گئے حضرت انس فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ آپؐ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یا بذریعہ وحی آپؐ کو مطلع کیا گیا کہ وہ چلے گئے ہیں آپؐ گھر تشریف لائے اور دروازے کی چوکھٹ پر ابھی ایک پاؤں باہر اور دوسرا اندر تھا کہ آپ نے پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ کی شادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور رخصتی کے بعد میری والدہ نے حلوہ تیار کر کے برتن میں رکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ یہ میری والدہ نے بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی تھیں اور کہا ہے کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہے آپ اسے ہماری طرف سے قبول فرمالیجئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر آپؐ کے پاس چلا گیا اور عرض کیا میری والدہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہا ہے کہ یہ کھانا تھوڑا سا ہے اسے آپ ہماری طرف سے قبول فرمالیجئے۔ آپ نے فرمایا اسے رکھو آپ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں اور تمہیں جو بھی ملے اسے کھانے کے لئے بلالاؤ، چنانچہ میں نے پہلے تو ان حضرات کو بلایا جنہیں آپؐ نے نامزد فرمایا تھا پھر مجھے جو بھی ملا میں اس کو بلالایا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس دن آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے، آپؓ نے فرمایا تقریباً تین سو افراد تھے) آپؐ نے فرمایا انس یہ برتن میرے پاس لے آؤ۔

جب صحابہ تشریف لائے تو آپ کا حجرہ مبارک اور اہل صفہ کا چبوترہ سب جگہ بھر گئی تھی، آپؐ نے فرمایا ہم دس دس افراد کا حلقہ بنالیتے ہیں اور ہر آدمی اپنے آگے سے کھانا کھائے، فرماتے ہیں کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، اور ترتیب وار دس دس آدمی آتے اور کھا کر چلے جاتے پھر اگلے دس افراد۔ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتی کہ سب نے کھانا کھالیا، آپؐ نے فرمایا اے انس یہ کھانا اٹھالو، آپؓ فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں جب میں نے

کھانا رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا اسوقت زیادہ تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ کھانے سے فارغ ہوکر کچھ لوگ وہیں گفتگو میں مشغول ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے انتظار میں تھے کب جائیں گے جبکہ آپ کی اہلیہ بھی دیوار کی طرف منہ موڑے بیٹھی تھیں، ان کا بیٹھنا آپ کو سخت ناگوار گزرا، آپ اٹھے اور اپنی ازواج کے حجروں میں تشریف لے گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو وہ لوگ بھی نکل گئے، اور آپ نے گھر تشریف لا کر پردہ ڈال دیا۔

حضرت زینبؓ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا اعتراف:

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات میں زینب ایک ایسی عورت تھیں جو تقویٰ و تفاخر میں آپ کو بھی میری طرح محبوب تھیں اور میری ہم پلہ بھی تھیں، لیکن بخدا میں نے زینب جیسی متقی و پرہیزگار اور دل کی سچی اور صلہ رحمی کرنیوالی عبادت و زہد میں اپنے آپ کو تھکا دینے والی عورت کبھی نہ دیکھی، لیکن ان کی طبیعت میں قدرتی طور پر تھوڑی گرم مزاجی تھی البتہ غلطی کا احساس ہونے پر فوراً رجوع کر لیتی تھیں۔

صدقہ و خیرات میں حضرت زینبؓ کا کھلا ہاتھ:

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے مجھے وہ عورت بہت جلد ملے گی، جس کا ہاتھ لمبا ہوگا، آپؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے حالانکہ ہم میں سب سے زیادہ لمبا ہاتھ حقیقتاً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھا کیونکہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتیں اور صدقہ بھی دیا کرتی تھیں۔

لمبے ہاتھ والی عورت:

علامہ ابن الجوزیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے وہ بیوی مجھ سے سب سے پہلے ملے گی جس کا ہاتھ

لمبا ہوگا، فرماتی ہیں کہ جب ہم جمع ہوا کرتیں تو دیوار کے ساتھ ہاتھ ناپا کرتیں تاکہ لمبا ہو جائے، فرماتی ہیں ہم اسی طرح کرتی تھیں کہ اچانک زینب کا انتقال ہوگیا جبکہ اس کا ہاتھ لمبا نہ تھا، مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ آپ کے ارشاد کا مطلب تھا کہ جو عورت (بیوی) زیادہ صدقہ کرنیوالی ہوگی وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گی۔ فرماتی ہیں کہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے محنت ومشقت کرتی تھیں اور پھر اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں۔

حضرت زینبؓ کو ''اواھہ'' کا خطاب:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا زینب بنت جحش ''اواھہ'' ہے، کسی آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! ''اواھہ'' کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا بہت زیادہ عاجزی اور انکساری کرنیوالا'' پھر آیت تلاوت کی:

''انَّ ابْرَاهِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ''

''ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل مزاج تھے''

حضرت زینبؓ کا جودوسخا:

علامہ ابن الجوزیؒ نے حضرت عبداللہ بن رافع عن برزہ بنت رافع کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ درہم بطور عطیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، جب آپ کے پاس لایا گیا تو فرمایا اللہ عمر کی مغفرت فرمائے میری دوسری بہنیں زیادہ تقویت رکھتی ہیں کہ اسے تقسیم کریں۔ آپؓ کو بتایا گیا یہ سارا آپ کا ہے آپؓ نے فرمایا سبحان اللہ! اور کپڑے سے چہرہ چھپاتے ہوئے فرمایا اسے زمین پر رکھ کر کپڑے سے ڈھانپ دو اور برزہ سے فرمایا اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لو اور اسے فلاں گھر فلاں گھر لے جاؤ آپ نے اپنے رشتہ داروں کے گھر بھجوایا اور اس طرح سارا تقسیم کر دیا۔ حضرت برزہ نے عرض کیا اللہ آپ کی بخشش فرمائے ہمارے لئے بھی اس میں حصہ ہونا چاہئے آپؓ نے فرمایا تمہارے لئے اب جو کپڑے کے نیچے موجود ہے وہ تم لے لو، فرماتی

ہیں جب ہم نے کپڑا اٹھایا تو اس کے نیچے پچاس درہم تھے۔ پھر آپؓ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے فرمایا آئندہ سال عمر کا یہ عطیہ مجھے نہ پہنچے پھر ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت زینبؓ کی شان میں نزول قرآن:

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ:

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا"

ترجمہ: ''اور کسی مومن مرد اور عورت کو حق نہیں کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں'' (الاحزاب: ۳۶)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی، آپؐ نے انہیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے نکاح کا پیغام دیا تھا۔ آپؓ نے جواب دیا یہ شادی میں کبھی بھی نہ کروں گی، میں خاندان قریش کے رؤسا کی بیٹی ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکور بالا آیت کریمہ نازل فرمائی اور نبی کریم ﷺ نے جا کر ان کو سنائی تو آپ راضی ہو گئیں اور زید رضی اللہ عنہ سے آپ کا نکاح ہو گیا۔

حضرت زینبؓ کی وفات:

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۰ھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ہوئی اور اسی سال مصر فتح ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق ۲۱ھ اور اسی سال اسکندریہ فتح ہوا، یہی وہ پہلی خاتون تھیں جو حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد فوت ہوئیں اس وقت ان کی عمر ترپن سال تھی۔ (اصابہ)

(یہ پہلی خاتون ہیں جن کی میت گہوارہ میں رکھ کر اٹھائی گئی)

آٹھواں باب:

﴿فضائل زینب بنت خزیمہ بن الحارث الھلالیہ ہمشیرہ میمونہ﴾

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ کی تصریح کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے قبل ان سے نکاح کیا تھا۔ ان کی ایک عجیب خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ انہیں ام المساکین کہہ کر زمانہ جاہلیت میں پکارا جاتا تھا اور وجہ یہ کہ آپؓ مساکین کو بہت کھانا کھلاتی تھیں۔

پہلا نکاح:

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ آپؓ سے قبل یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب غزوہ احد میں وہ شہید ہو گئے تو ۳ھ میں آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا، لیکن دو یا تین ماہ تک آپؐ کے نکاح میں رہیں اور پھر انتقال کر گئیں، ایک روایت کے مطابق آٹھ ماہ زندہ رہیں۔

امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ آپؓ سے قبل یہ حضرت طفیل بن الحارث کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ابوالحسین الجرجانیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے ان کا نکاح حضرت طفیل سے ہوا تھا پھر ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا، جب غزوہ بدر میں وہ بھی شہید ہو گئے تو آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے۔

حضرت میمونہ کی بہن:

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی وفات:

ان کی وفات ربیع الثانی ۴ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔ لیکن یہ بات اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ جب یہ مان لیا جائے کہ آپؐ کے نکاح میں آٹھ ماہ تک زندہ رہیں اور اگر علامہ ابن عبدالبرؒ کی تصریح کے مطابق دیکھا جائے تو عقد نکاح ۳ھ میں ہوا

اور مدت اقامت دو یا تین ماہ ہے جیسا کہ ابھی ابھی مذکورہ ہوا تو اس تقدیر پر ربیع الآخر میں انتقال کی تاریخ ٹھیک نہیں۔ واللہ اعلم۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ سے ہجرت کے دو سال اور سات ماہ بعد ماہ رمضان میں نکاح کیا، اور آپؐ کے نکاح میں آٹھ ماہ تک زندہ رہیں اور ربیع الثانی میں ہجرت کے تین سال تین مہینے (انتالیس ماہ) بعد وفات پائی۔ اور حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱؎ ابن سعدؒ نے طبقات میں ان کا نسب یوں ذکر کیا ہے۔ زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ ان کے پہلے شوہر طفیل بن عباد بن حارث تھے جن کی والدہ خیلہ بنت خزاعی بن حویرث بن حارث بن حبیب بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف تھیں۔ ان کے بعد ان کے بھائی عبیدہؓ نے ان سے نکاح کیا اور غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ طفیل نے جو عبیدہ سے پہلے ان کے شوہر تھے بدر میں شرکت کی تھی۔ پھر یہ اور ان کے بھائی حصین سنہ ۳۱ھ میں جاں بحق ہوئے۔ دیکھئے (الاصابہ ۱/ ۲۲۴) یہ طفیل اور عبیدہ اور حصین تینوں رسول اکرمؐ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ان کا نسب طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف ہے۔ مطلب عبدالمطلب کے چچا تھے۔

نواں باب:

فضائل ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث الھلالیہ رضی اللہ عنہا

ان کی والدہ کا نسب یوں ہے ھنید بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ بن حمیر۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام برہ تھا جسے آپ ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہ نام رکھا۔

ان کی بہنوں میں سے ایک ام الفضل ہیں جنہیں لبابۃ الکبریٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ اور ایک بہن ہے جسے لبابۃ الصغریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا، یہ ولید بن مغیرہ مخزومی کی اہلیہ تھیں اور ام الولید ان کی کنیت تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہیں کے بیٹے تھے۔ اور ایک بہن ابی بن خلف کے نکاح میں تھی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور ایک بہن عزہ بنت الحارث تھی جو زیاد بن عبداللہ بن مالک الھلالی کے نکاح میں تھیں، یہ تمام ان کی سگی بہنیں تھیں۔

اور ان کی ماں شریک بہنوں میں سے ایک حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے عبداللہ، محمد، عون نامی بیٹے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا جن سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام بھی محمد تھا۔ پھر ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے یحییٰ نامی بیٹا پیدا ہوا۔

ایک بہن سلمیٰ بنت عمیس تھیں یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور یہ عم رسول حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جسے امۃ اللہ بنت حمزہ کہا جاتا تھا پھر ان کا نکاح شداد بن اسامہ بن الھادی لیثی سے ہوا جس سے عبداللہ و عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

ایک بہن سلامہ بنت عمیس تھیں یہ عبداللہ بن کعب بن منبہ خثعمی کے نکاح میں تھیں۔ اور ایک بہن زینب بنت خزیمہ تھیں جو حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں تھیں اور وفات پا گئی تھیں۔

ھند یا ھنید بنت عوف ایسی خوش نصیب عورت تھیں کہ اس نے اپنی تمام بیٹیاں بڑی

عمدگی سے اچھے انتخاب کے ساتھ بیاہی تھیں، کیونکہ ان کے دامادوں میں سرفہرست جناب نبی اکرم ﷺ پھر حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت حمزہ، پھر حضرت عباس یہ دونوں عبدالمطلب کے بیٹے تھے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب اور پھر حضرت علی بن ابی طالب، پھر حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہم تھے۔

نبی کریمؐ کا حضرت میمونہؓ سے نکاح:

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے حضرت ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ہوئی جو کہ حبشہ سے واپس ہوئے تھے۔ انہوں نے میمونہ بنت الحارث کے نکاح کا پیغام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، انہیں کی ماں شریک بہن حضرت اسماء جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اور ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ حضرت میمونہ کے نکاح کا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور انہوں نے حالت احرام ہی میں آپؐ سے نکاح کرایا، اور جب آپؐ کی واپسی ہوئی تو آپ احرام سے نکل چکے تھے کہ مقام سرف میں رخصتی ہوئی۔

اسی مفہوم کی ایک اور روایت کو امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے جب نکاح کیا تو حالت احرام میں تھے۔

امام نسائیؒ نے بھی ایک روایت نقل کی ہے البتہ اس میں نکاح کے ساتھ مقام سرف میں حالت احرام منقول ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ آپؐ نے مقام سرف میں ان سے شادی کی جبکہ آپ احرام سے نکل چکے تھے۔

امام مسلمؒ نے ایک روایت حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے مجھ سے شادی کی جبکہ آپ حالت احرام میں نہیں تھے۔ علامہ برقانیؒ نے اپنی مستخرج میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جب آپؐ نے حضرت میمونہ سے شادی کی اس

وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور جب رخصتی ہوئی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی مقام سرف میں ہوا۔

احرام اور غیر احرام کی روایات میں تطبیق:

چنانچہ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان مذکورہ بالا تمام روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ روایات میں یہ جو لفظ "وھو محرم" مذکور ہوا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ حالت احرام میں تھے اور آپ نے نکاح کیا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ نکاح کے وقت حرم شریف کی حدود میں تھے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد حدود حرم ہی میں آپ کا نکاح ہوا، اور پھر جب آپ حدود حرم سے باہر مقام سرف (یہ مکہ مکرم سے دس میل کے فاصلہ پر اور خارج از حدود حرم ہے) پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات اپنی اہلیہ سے ہوئی، اسی کو روایات بالا میں "وھو حلال" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور مقام سرف میں ہی آپؓ کی قبر ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تطبیق بین الروایات کی اچھی سی کوشش کی گئی ہے جبکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ماقبل میں حضرت ابن عباس اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں منقول ہے کہ آپؐ نے مقام سرف میں شادی کی اور سرف حدود حرم سے خارج ہے۔ لہٰذا یہ روایات اس قول کے راجح ہونے کی تائید کرتی ہیں کہ جب آپؐ نے شادی کی تو آپؐ حالت احرام میں نہیں تھے۔ اور یہی اکثر اہل علم حضرات کی رائے ہے۔

جبکہ یہ بھی منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب عمرہ مبارک سے فارغ ہوئے تو اہل مکہ سے معاہدے کے مطابق آپؐ نے تین دن قیام فرمایا، اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر ان کے پاس بھیجا کہ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں مزید تین دن ٹھہر جاؤں اور شادی مکمل کر کے تمہیں ولیمہ بھی کھلا دوں اور پھر رخصت ہو جاؤں، کیونکہ آپؐ نے حضرت میمونہ سے عمرہ سے قبل صرف نکاح ہی کیا تھا ملاقات وغیرہ نہیں ہوئی تھی۔ مگر اہل مکہ ایسے نامراد نکلے کہ بجائے اس کے اثبات میں جواب دیتے کہا ہمیں تمہارے ولیمہ کی کوئی ضرورت نہیں چلے جائیے۔ یہ روایت صریح مؤید ہے کہ آپ نے احرام ہی میں نکاح کیا تھا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے متعلق ایک اور روایت ہے جسے علامہ ابن عبدالبر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عمرہ قضاء کے موقعہ پر مقام ''جحفہ'' میں نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ میمونہ بنت الحارث کے شوہر ابی رھم بن عبدالعزیٰ کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ بیوہ ہو گئی ہے، کیا آپ اس سے شادی کریں گے؟

چنانچہ جب آپؐ سے میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تو آپؐ حالت احرام ہی میں تھے، پھر جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور تین دن قیام فرما لیا تو حویطب بن عمرو اپنے ہی چند مشرکین مکہ کے ساتھ آپؐ کے پاس آیا اور کہا ''یا محمد اخرج عنا'' یعنی اے محمد! یہاں سے چلے جایئے!!! حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہیں آپؐ کے قریب تشریف فرما تھے، یہ سنتے ہی آپ کو طیش آ گیا اور اسی کے لہجے میں اس کو پکار کر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا ''اے اپنی ماں کی شرم گاہ چاٹنے والے کیا یہاں تو اپنی ماں کو خوش کرنے آیا ہے؟ دفعہ ہو جا یہاں سے۔ آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ آپؐ تشریف لے گئے اور مقام سرف جا کر اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔

حضرت میمونہؓ کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپؐ سے قبل کس کے نکاح میں تھیں؟ اس کے متعلق مختلف ناموں کا تذکرہ ہے چنانچہ ایک روایت کے مطابق ابی رھم بن عبدالعزیٰ کا نام ہے۔ ایک قول عبداللہ بن ابی رھم کا ایک قول حویطب بن عبدالعزیٰ کا اور ایک قول فروہ بن عبدالعزیٰ کے نام کا بھی ہے۔

نفس کو ھبہ کرنے والی:

امام ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ منقول ہے انہوں نے خود اپنے کو نبی کریم ﷺ پر پیش کیا تھا، کیونکہ جب آپؐ کا پیغام ان کے پاس پہنچا تو اس وقت آپؐ اونٹ پر سوار تھیں، آپؓ نے فرمایا اس اونٹ پر جو کچھ بھی ہے اور خود یہ اونٹ بھی اللہ اور اس کے رسول کے لئے

ہدیہ ہے پس اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ"

ترجمہ: "اور کوئی مومن عورت اگر اپنے تئیں بخش دے پیغمبر کو (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے" (الاحزاب: ۵۰)

اور کہا گیا کہ جس عورت نے اپنے کو بطور ہدیہ پیش کیا وہ زینب بنت جحش ہیں۔ اس سلسلہ میں ام شریک غزیہ بنت جابر بن وھب کا نام بھی لیا جاتا ہے روایات مختلف ہیں۔

ایک ہی برتن سے غسل:

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت میمونہ اور آپ ایک برتن سے غسل فرماتے۔

حضرت میمونہؓ کی وفات:

علامہ ابو عمرؒ فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال سرف میں ہوا جہاں ان کی رسول اکرم ﷺ سے شب زفاف میں ملاقات ہوئی۔ اور سن مختلف اقوال کی بناء پر ۵۱ھ، ۵۳ھ، ۶۱ھ ہجری منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ پڑھایا اور قبر میں اتارنے کے لئے یزید بن الاصم، عبداللہ بن شداد دونوں بھانجے تھے اور عبداللہ الخولانی (یہ ان کے ربیب تھے) اترے تھے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دسواں باب:

فضائل ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

آپؓ سے قبل یہ مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں، جب غزوہ بنی مصطلق پیش آیا تو اس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کو حصہ غنیمت میں ملیں تو انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی۔

حضرت جویریہؓ سے آپؐ کا نکاح:

امام ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر جویریہ بنت الحارث حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچا (راوی کو شک ہے) کے حصہ میں آئیں تو اس نے بدل کتابت (اس میں غلام اپنے مولیٰ سے عقد کرتا ہے کہ میں آپ کو ایک معین مقدار میں رقم دیدیتا ہوں آپ مجھے آزاد کر دیجئے) کر لیا اور یہ بڑی حسین وجمیل عورت تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عقد مکاتبت کرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! بدل کتابت کی ادائیگی میں آپ میری مدد کر دیں اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں جویریہ بنت حارث ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ بنو المصطلق کا سردار ہے، اور میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ہوں اور اس سے عقد کتابت بھی کر لیا ہے آپ میری مدد کیجئے۔

رسول اکرمؐ سے نکاح:

چونکہ یہ عورت ایک سردار کی بیٹی تھی جس کے پیچھے پورا قبیلہ تھا اور اس کی مدد کا مطلب تھا کہ پورے بنی المصطلق کی ہمدردیاں مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں گی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے بھی بڑھ کر تمہارے ساتھ بہتری کر دی جائے؟ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کر دیتا

ہوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے نکاح کرلوں گا۔ انہیں اس غیر متوقع ارشاد کو سن کر اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً کہا ”قد فعلت“ یعنی میں نے قبول کرلیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہت جلد تمام مسلمانوں میں خبر پھیل گئی کہ آپؐ نے جویریہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا ہے اور پھر جس کے پاس بھی بنوالمصطلق کا کوئی قیدی غلام تھا اس نے آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں انہیں کس طرح غلام بنا کر رکھیں۔

مبارک خاتون:

آپؓ فرماتی ہیں کہ جویریہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہم نے کوئی خاتون نہیں دیکھی جو اپنے قبیلہ کے لئے اس قدر بابرکت ہو کیونکہ ان کی وجہ سے تقریباً سو سے زائد گھرانے آزاد ہوئے جن کا تعلق بنی المصطلق سے تھا۔

مہر کی رقم:

حضرت ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت قیس سے خرید کر آزاد کیا اور پھر چار سو درہم مہر مقرر کیا۔

غزوے سے واپسی:

حضرت ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس ہوئے تو حضرت جویریہ آپ کے ساتھ تھیں، ذات الجیش مقامی جگہ پہنچ کر آپ نے انہیں ایک انصاری صحابی کے سپرد کرتے ہوئے حفاظت کا حکم دیا اور آپؐ خود مدینہ تشریف لے آئے۔

حضرت جویریہؓ کے والد کا قبول اسلام:

ان کے والد کچھ اونٹ بطور فدیہ لیکر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے، جب وادی عقیق پہنچے تو ان فدیہ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بھلے لگے سوچا یہ فدیہ میں نہیں جانے چاہیں، لہٰذا انہیں وادی عقیق میں ہی ایک جگہ چھپا دیا اور پھر وہ فدیہ کے اونٹ لیکر

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد! تم نے میری بیٹی کو قید کرلیا ہے، میں یہ اونٹ بطور فدیہ لایا ہوں یہ سب تم رکھ لو اور میری بیٹی کو آزاد کردو۔

چونکہ آپ کو بذریعہ وحی مطلع کردیا گیا تھا آپؐ نے فوراً فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ میاں وہ دو اونٹ کہاں ہیں؟ جنہیں تم نے وادی عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپایا ہے؟ یہ سن کر وہ بڑا حیران ہوا کہ اس کام کا تو کسی کو بھی پتہ نہ تھا ضرور آپؐ پر وحی نازل کرکے اللہ تعالیٰ نے مطلع کردیا چنانچہ وہ اسلام قبول کرتے ہوئے ایمان لایا اور کلمہ ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انہ رسول اللہ'' پھر اس کے دونوں بیٹے بھی ایمان لے آئے اس کے بعد تو بنو المصطلق کے لئے راہ کھل گئی چنانچہ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ حارث نے وہ دو اونٹ جو چھپا لئے تھے وہ بھی منگوا لئے اور تمام اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کردیئے اور پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد کے سپرد کردی گئی اور انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا بہت عمدہ حسن معاشرت کی حامل ٹھہریں۔ پھر آپؐ نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام دیا اس نے آپؐ سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادی کروادی اور مہر چار سو درہم مقرر کیا گیا اس سے پہلے جویریہ اپنے چچازاد عبداللہ کے نکاح میں تھیں۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جویریہ کو آپ نے غزوہ مریسیع کے موقعہ پر قید کیا اور پھر انہیں پردہ کرایا اور باری مقرر کردی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہجرت کے پانچویں سال ہوا بعض کے نزدیک بیس برس کی عمر میں ان کی شادی ہوئی۔

حضرت جویریہؓ کا پیدائشی نام تبدیل کرنا:

اسی طرح نام کی تبدیلی حضرت میمونہ، زینب بنت جحش، زینب بنت ابی سلمہ کے متعلق بھی ماقبل میں گزری ہے کہ آپ نے ان میں سے ہر ایک کا نام تبدیل فرمادیا تھا کہ آپؐ نے برہ کے بجائے دوسرا نام رکھ دیا آپ کو نا پسند تھا کہ یوں کہا جائے یہ برہ سے نکلے ہیں[1]

---

[1] الطبقات الکبریٰ ۱۲۶/۸

حضرت جویریہؓ کی عبادت:

امام مسلمؒ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کے وقت میرے پاس تشریف لائے میں تسبیح کر رہی تھی تو آپؐ ضرورت کے لئے باہر تشریف لے گئے جب واپس ہوئے تو آدھا دن گزر چکا تھا اور میں تسبیح کر رہی تھی۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تم ابھی تک تسبیح میں مشغول ہو میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں اگر وہ تمہاری اس تسبیح سے وزن کئے جائیں تو بڑھ جائیں فرمایا اس طرح کہو سبحان الله عدد خلقه، سبحان الله زنة عرشه، سبحان الله رضا نفسه، سبحان الله مداد كلماته یہ تمام کلمات تین تین دفعہ کہہ لیا کرو[1]

حضرت جویریہؓ کی وفات:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوئی۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ۵۶ھ میں وفات ہوئی[2]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

[1] طبقات ۱۲۷/۸ ترمذی بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۵۴۳/۹

[2] طبقات ابن سعد میں ۵۶ھ ماہ ربیع الاول مرقوم ہے۔ دور حضرت معاویہؓ کا تھا۔

گیارہواں باب:

﴿فضائل ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا﴾

یہ بھی نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ وہ قوم بنی اسرائیل میں سے حضرت ھارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموال تھا، ان کی شادی اولاً سلام بن مشکم سے ہوئی جو ایک شاعر تھا اس کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی وہ بھی شاعر تھا اور وہ غزوہ خیبر میں قتل کیا گیا۔ پھر حضرت صفیہ سے ۷ ہے میں نبی اکرم ﷺ نے نکاح کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہ سے شادی:

امام مسلمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آکر آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جنگی قیدیوں میں سے مجھے کوئی باندی عنایت فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مال غنیمت میں سے جاکر کوئی بھی باندی لے لو، حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے صفیہ بنت حیی کا انتخاب کیا اور لیکر چلے گئے، ایک صحابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہ دیدی ہے جو کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سرداروں کی بیٹی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ یہ آپ ہی کے پاس ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا دحیہ کو بلا کر لاؤ وہ تشریف لائے تو باندی بھی ان کے ساتھ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے عوض کوئی دوسری باندی لے لو۔

ولیمے کا انتظام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کردیا اور پھر نکاح بھی کرلیا۔ حضرت ثابتؒ (یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) نے پوچھا اے ابوحمزہ! آپ ﷺ نے مہر کتنا دیا تھا؟ فرمایا: حضرت صفیہ کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار دیا اور شادی کرلی۔ پھر جب راستے میں تھے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں تیار کیا اور رات کو آپ ﷺ کے پاس

بھیج دیا اور صبح کو آپؐ شب زفاف گذار چکے تھے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے پاس بھی کھانے پینے کو کچھ ہے وہ اس دستر خوان پر لا کر رکھ دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی پنیر لے کر آیا، کوئی کھجوریں لایا، کوئی گھی وغیرہ لایا جس سے ایک حلوہ سا تیار کیا گیا۔ یہ آپؐ کا ولیمہ تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا معلوم نہیں کہ آپؐ نے انہیں ام ولد بنایا ہے یا بیوی بنایا ہے؟ دیکھتے ہیں اگر انہیں پردہ کروایا تو یہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کروایا تو ام ولد ہوں گی۔ جب آپؐ نے سفر کا آغاز کیا تو سوار ہونے سے قبل پردہ کروادیا۔

مدینہ کے قریب حادثہ:

ایک روایت میں ہے کہ ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اس کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں راحت محسوس ہوئی اور ہم نے جلدی پہنچنے کی غرض سے اپنی سواریوں کو تیز چلانا شروع کردیا اور آپؐ نے بھی اپنی سواری تیز کردی، آپؐ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی سواری پھسل گئی جس کی وجہ سے آپ بھی گرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی گریں، اور ہم میں سے کسی نے نہ آپ کو دیکھا اور نہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو، آپؐ خود اٹھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کروایا اتنی دیر میں ہم بھی آپ کے قریب پہنچ گئے، آپؐ نے فرمایا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ کی باندیوں نے استقبال کیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر گرنے کا بڑا افسوس کیا۔

حضرت صفیہؓ کا ادب، اور مشکل حالات میں اللہ اور رسولؐ کو اختیار کرنا:

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب صفیہ رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر کے دن آپؐ کے پاس لایا گیا جبکہ ان کے والد، بھائی اور شوہر اسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوچکے تھے۔ آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑو تو حضرت بلال نے انہیں

ہاتھ سے پکڑا اور مقتولین کے درمیان سے گذار کر رسول ﷺ کے پاس لائے۔ آپؐ کو یہ بات سخت ناگواری گذری تھی کہ آپؐ کے چہرے پر اس کا اثر نمایاں نظر آنے لگا۔

پھر آپؐ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے آپؓ کسی بچھونے وغیرہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ بچھونا بطور اکرام اپنے نیچے سے نکال کر حضور اکرم ﷺ کو پیش کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا صفیہ میں تمہیں دو چیزوں کا اختیار دیتا ہوں جسے چاہو اختیار کر لینا فرمایا تمہیں آزاد کر دوں اور تم چاہو تو اپنے اہل وعیال کے پاس چلی جاؤ، اور چاہو تو اسلام قبول کر لو اور میں یعنی (نبی کریم ﷺ) تم سے شادی کر لوں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ! میں اسی کو چاہتی ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کروں۔ پھر جب روانگی کا وقت آیا تو آپؐ نے اپنے اونٹ پر پالان وغیرہ بندھوایا اور پھر یہ چلتی ہوئی اونٹ کے پاس آئیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے واسطے اپنا گھٹنا مبارک موڑ کر زمین پر رکھا تا کہ یہ ران پر پاؤں رکھ کے باآسانی سوار ہو جائیں۔ لیکن قربان جایئے حضرت صفیہ کے ادب پر (کہ ایک طرف ابھی اپنے آباؤ اجداد کے قتل کا خون بھی خشک نہ ہوا تھا، اور دوسری طرف ان کا یہ ادب درحقیقت یہ دل کی آنکھ تھی جو کھلی ہوئی تھی اور سارے حقائق روز روشن کی طرح عیاں تھے) آپؓ نے حضور اکرم ﷺ کی ران مبارک پر پاؤں نہ رکھا بلکہ گھٹنے کو آپؐ کی ران پر رکھا اور اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اس کے بعد آپؐ بھی سوار ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ایک بڑی سی چادر ڈال دی۔ اور سفر شروع کر دیا۔

حضرت صفیہؓ کا رسول اللہؐ کی جان کو خطرے سے بچانا:

یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے کہا آپؐ نے اسے پردہ کرایا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ آپؐ کی زوجہ ہیں سفر ہوتا رہا خیبر سے تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ آپؐ نے اپنے التفات سے ملاقات کا ارادہ فرمایا لیکن حضرت صفیہ نے انکار کر دیا جس سے آپ کو ان پر غصہ آیا۔ پھر جب مقام صہباء کے قریب پہنچے تو درختوں کے کچھ جھنڈ نظر آئے کیونکہ اس جگہ گھنا جنگل تھا۔ آپؐ نے اس جگہ پہنچ کر (مقام صہباء) ملاقات کا ارادہ فرمایا تو یہاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نے بھی مطاوعت فرمائی، آپؐ نے پوچھا تم نے اس پہلی منزل میں کیوں انکار کیا؟

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ جگہ خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھی اور یہود وہاں سے قریب تھے مجھے خوف تھا کہ کہیں وہ پیچھا کرتے ہوئے آ پہنچیں اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو۔ پھر آپؐ نے مقام صہباء میں اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ساری رات آپ کی پہرہ داری کرتے رہے اور آپؐ کے خیموں کے پاس پھرتے رہے۔ پھر جب آخر شب آپؐ بیدار ہوئے تو قدموں کی آہٹ سن کر آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ تو آپؓ نے جواب دیا ابوایوب خالد بن زید آپؐ نے پوچھا سوئے کیوں نہیں؟ عرض کیا مجھے خطرہ تھا کہ دشمن آئے گا، آپؐ نے واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے دعا دی:

اللھم احفظ أباایوب کما بات یحفظنی.

''اے اللہ جس طرح ایوب نے رات جاگ کر میری حفاظت کی ہے
تو بھی اس کی حفاظت فرما''

رسول اللہؐ کو اختیار کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب آپؐ نے ان سے پوچھا۔ کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہو گی؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ! میری تو شرک میں ہوتے ہوئے یہ تمنا تھی اب جبکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت دی ہے تو بھلا میں کیوں نہ چاہوں گی؟ پھر آپؐ نے انہیں آزاد کر کے شادی کر لی۔

حضرت صفیہؓ کا ایک خواب:

امام ابو حاتم ؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپؐ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر آنکھ کے پاس نیل کا نشان دیکھ کر پوچھا صفیہ یہ نشان کیسے پڑا؟ آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک دن میرا سر ابن ابی الحقیق (سابقہ شوہر) کی گود میں تھا اور میں سو رہی تھی خواب میں دیکھا جیسے چاند

گود میں آ گیا ہو۔ جب میں نے یہ خواب اپنے شوہر کو بتایا تو اس نے مجھے زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا تم یثرب (مدینہ منورہ) کے بادشاہ (حضور اکرم ﷺ) کی تمنا کرتی ہو؟

آپؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے نزدیک (معاذ اللہ) تمام لوگوں سے سب سے زیادہ مبغوض تھے کہ میرے والد، بھائی، اور شوہر کو انہوں نے قتل کر دیا۔ آپ بہت دیر تک میرے سامنے ان کے قتل کی وجوہات پیش فرماتے رہے فرمایا۔ اے صفیہ! تیرے والد نے سارے عرب کو میرے خلاف دشمنی پر ابھار کر رکھ دیا تھا اور دیکھو تمہارے والد نے فلاں موقع پر ایسے کیا فلاں موقع پر ایسے کیا، وہ ہر صورت میں میرے راستے کی رکاوٹ بن بیٹھا تھا اس کو راستہ سے ہٹانا ضروری تھا اور وہ ضدی بنا ہوا تھا پھر یہ کہ وہ شمشیر بکف ہو کر گھمسان کا رن ڈالے ہوئے لڑائی کے لئے اتر آیا تھا جس کا نتیجہ آج تمہارے سامنے ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ کے ان ارشادات سے میرا دل اتنا صاف ہوا کہ آپ کی محبت دل میں گھر کر گئی۔

حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ کی تسلی:

امام ترمذیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا تھا "بنت یہودی" یعنی یہ ایک یہودی کی بیٹی ہیں، جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہیں بڑا رنج ہوا اور رونے لگیں، جب آپ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ تو عرض کیا یا رسول اللہ! حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ کہا ہے کہ تم ایک یہودی کی بیٹی ہو۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم ایک نبی کی بیٹی ہو تمہارا چچا بھی نبی ہے، اور تمہارا شوہر خود بھی نبی ہے۔ تو حفصہ کس چیز پر فخر کر رہی ہے؟! پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے حفصہ! اللہ سے ڈرتی رہو۔

امام ترمذیؒ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت حفصہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ ہم تو

آنحضرت ﷺ کے ہاں صفیہ سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں کہ ہم ازواج نبی اور آپؐ کے چچاؤں کی بیٹیاں ہیں۔

حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہا کہ میرے شوہر محمد ﷺ میرے والد ھارون، میرے چچا حضرت موسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم ہیں تم کیسے فخر کرتی ہو؟[1]

حضرت صفیہؓ کی وجہ سے رسول اللہ ؐ کا دوسری زوجہ سے ناراض ہونا:

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں "تلک الیھودیۃ" یعنی وہ یہودی عورت کہا ہے تو آپؐ ان سے سخت ناراض ہوئے اور تقریباً ڈھائی ماہ تک یعنی ذی الحجہ محرم اور بعض صفر تک انہیں چھوڑے رکھا۔ (ابوداؤد)

حضرت صفیہؓ سے رسول اللہ ؐ کا لطف وکرم:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ اپنی تمام ازواج کے ساتھ حج کے لئے نکلے، راستے میں ایک جگہ میرا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سواریوں میں کمزور تھا۔ میں نے رونا شروع کر دیا، آپ تشریف لائے تو آپ نے اپنی چادر مبارک اور ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کرنے شروع کئے لیکن میرا رونا ختم نہیں ہو رہا تھا، جب میں منع کرنے کے باوجود نہ رکی تو آپؐ نے مجھے تھوڑا سا ڈانٹ دیا۔[2]

حضرت صفیہؓ کی رعایت میں حجاج کرام کو روکنا:

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں خوف تھا کہ کہیں صفیہ کو طواف افاضہ سے قبل حیض نہ آ جائے، آپؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کیا صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے طواف افاضہ کر لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر رکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔[3]

---

[1] ترمذی ۳۹۱/۱۰ [2] اسد الغابۃ ۱۷۰/۷ [3] بخاری ۹۰/۱

حضرت صفیہؓ کا اکرام:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ آپؐ اعتکاف میں تھے کہ میں آپ کی زیارت کے لئے آئی رات کا وقت تھا کچھ دیر آپ سے باتیں کی اور واپس لوٹنے لگی تو آپ بھی باہر تشریف لائے، اور اس وقت ان کا قیام اسامہ بن زید کے گھر تھا۔ انصار کے دو آدمی وہاں سے گزر رہے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، آپؐ نے فرمایا آرام سے چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی میری بیوی ہے) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! سبحان اللہ! (کیا ہم آپ کے متعلق کچھ سوچیں گے؟) آپؐ نے فرمایا انسان کے اندر شیطان خون کی طرح گردش کرتا ہے، میں نے اس لئے تمہیں متنبہ کر دیا کہیں شیطان تمہارے دلوں میں برائی کا وسوسہ نہ ڈال دے۔[1]

حضرت صفیہؓ کی بردباری وصلہ رحمی:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ کی ایک باندی سے انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہفتہ کے دن کو زیادہ محبوب رکھتی ہیں اور یہود سے صلہ رحمی کا جذبہ رکھتی ہیں۔ آپؓ نے ان کے پاس پیغام بھیج کر پوچھا تو فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے عوض جمعہ کا دن دیا ہے میں نے کبھی ہفتہ سے محبت نہیں کی، اور جہاں تک یہود سے صلہ رحمی کی بات ہے تو ان میں میرے رشتہ دار ہیں ان سے صلہ رحمی میں کیا حرج ہے؟ پھر اپنی باندی سے کہا تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں بتایا؟ اس نے کہا مجھے شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا۔ آپؓ نے فرمایا جا تو آج کے بعد آزاد ہے۔
علامہ ابوعمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انتہائی عاقل فاضل اور بردبار عورت تھیں۔

حضرت صفیہؓ کی وفات:

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہ رمضان ۵۰ھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ اور علامہ ابن الجوزیؒ نے ۵۲ھ نقل کیا ہے اور ایک قول ۳۶ھ کا بھی ہے۔ اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔[2]

---

[1] بخاری ۲/۶۳ [2] طبقات ۸/۱۲۸، اسد الغابہ ۷/۱۷۱

بارھواں باب:

﴿ان ازواج مطہرات کا بیان جن سے آپؐ نے خلوت نہیں فرمائی﴾

اصحاب سیر نے چند ایسی عورتوں کا بھی تذکرہ کیا کہ جن سے آپؐ نے نکاح تو کیا لیکن خلوت نہیں فرمائی، یہ ان ازواج کے علاوہ تھیں جن کا ماقبل مفصل تذکرہ گزر چکا ہے۔ ایسی ازواج کی تعداد بارہ تک بتائی جاتی ہے۔

ام شریک قریشیہ عامریہؓ

چنانچہ ان میں سے پہلی زوجہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ہیں۔ انہوں نے آپؐ پر اپنے کو خود پیش فرمایا تھا یوں کہیے کہ انہوں نے خود آپؐ کو نکاح کی پیشکش کی تھی۔ البتہ ان کے نام اور قبیلہ کے بارے میں حضرات علماء نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ام شریک القرشیہ العامریہ غزیہ بنت داود بن عوف ہیں[1] جبکہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بنت جابر بن عوف قبیلہ عامر بن لوی کے خاندان سے تھیں۔ اور یہ مکہ مکرمہ کی تھیں۔ آپؐ سے قبل ابی العکر بن سمی بن الحارث ازدی کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک بیٹا شریک نامی پیدا ہوا۔ اور بعض نے طفیل بن الحارث کا ذکر بھی کیا ہے لیکن زیادہ راجح اول الذکر ہی ہے۔ اور آپؐ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

ان کے ساتھ خلوت کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہی ام شریک غزیہ انصاریہ تھیں جو بنو نجار میں سے تھیں۔ علامہ ابو عمر فرماتے ہیں صحیح نام غزیلہ ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے انہیں (محمد بن صالح کے طریق سے) ازواج مطہرات میں ذکر کیا ہے اور طلاق نقل نہیں کی۔

---

[1] ابن حجرؒ نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے۔ ام شریک بنت دودان بن عوف بن عمرو بن خالد بن ضباب بن حجیر بن معیص بن عامر۔ بعض نے عمرو بن عامر بن رواحہ بن حجیر لکھا ہے۔ (الاصابہ ۲۳۸/۸)

علامہ ابن الجوزیؒ نے اپنی تصنیف ''صفۃ الصفوۃ'' میں فرمایا کہ یہ ام شریک غزیہ بنت جابر ہیں جو قبیلہ دوس سے تھیں۔ اور فرمایا کہ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپؐ کو نکاح کی پیشکش کی تھی اور آپؐ رضامند بھی ہو گئے تھے لیکن قبول نہیں کیا اور بغیر نکاح ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''صفۃ الصفوۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ام شریک کے دل میں اسلام کی محبت گھر کر گئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اس وقت یہ ابی العکر دوسی کے نکاح میں تھیں۔ یہ قریش کی عورتوں کے پاس جایا کرتیں اور چھپ چھپ کر انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتیں۔ آخر کار ان کی یہ دعوت اہل مکہ پر کھل گئی اور ان کو قید کر کے کہا کہ اگر تمہارا قبیلہ یہاں نہ ہوتا تو ہم تمہیں نہایت عبرتناک سزا دیتے۔ بس تیرے قبیلہ وقوم کی وجہ سے ہم تجھے واپس لوٹا رہے ہیں۔

فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھا دیا۔ پھر مجھے تین دن تک نہ کھانا دیا اور نہ پانی دیا۔ اور جب کسی جگہ ٹھہرتے تو خود خیمہ وغیرہ لگا کر سائے میں بیٹھتے اور مجھے دھوپ میں بھوکا پیاسا باندھ دیتے تھے۔ ان کی یہی روش میرے ساتھ رہی کہ ایک دن ان لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور حسب عادت مجھے اسی طرح دھوپ میں بھوکا پیاسا باندھ کر چھوڑ دیا۔

فرماتی ہیں کہ میں ابھی اسی حال میں تھی کہ اچانک مجھے اپنے سینے پر کسی ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھا تو وہ ڈول تھا میں نے اسے پکڑ لیا اور اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا پھر وہ ڈول میرے ہاتھ سے نکل گیا اور اٹھا لیا گیا۔ پھر واپس لوٹایا گیا تو میں نے دوبارہ پانی پی لیا اور دوبارہ وہ ڈول مجھ سے چھڑا لیا گیا۔ تیسری بار بھی ایسے ہی ہوا اور پھر وہ ڈول میرے پاس چھوڑ دیا گیا اور میں نے اس سے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور سارے بدن اور کپڑوں پر بھی پانی بہا لیا۔

جب وہ لوگ بیدار ہوئے تو انہوں نے مجھ پر پانی کے اثرات اور چہرے کی تر و تازگی دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے تم نے خود کو کھول کر ہمارے ہی مشکیزوں سے پانی پی لیا ہے۔ میں

نے کہا اللہ کی قسم میں نے تمہارا پانی نہیں پیا اور پھر ان کو سارا قصہ کہہ سنایا۔ انہوں نے کہا اگر تم سچی ہو تو پھر تمہارا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ جب انہوں نے اپنے مشکیزے دیکھے تو وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے انہوں نے چھوڑے تھے۔ یہ دیکھ کر سب کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ آپؐ کے پاس آئیں اور بغیر مہر کے نکاح کی پیشکش کی جسے آپؐ نے قبول فرما لیا اور خلوت بھی فرمائی ہے۔[1]

ابن قتیبہ نے معارف میں نقل کیا ہے کہ جس عورت نے خود کو آپؐ کے نکاح کے لئے پیش کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھیں ہے۔[2]

علامہ طبری مولف کتاب ھذا فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے دونوں عورتوں نے مختلف اوقات میں اپنے کو بطور ھبہ پیش کیا ہو لہذا کوئی تعارض نہیں۔

حضرات شیخینؒ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خولہ ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے خود کو آپؐ کے سامنے بطور ہدیہ کے پیش کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ! کیا عورت کو کسی آدمی کے سامنے اپنے آپ کو بطور ہدیہ پیش کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ پھر جب ارشاد باری تعالیٰ کا نزول ہوا:

"ترجي من تشاء منهن"

ترجمہ: "اور تم کو یہ بھی اختیار ہے جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو"

(الاحزاب:۵۱)

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا رب بھی آپ کی خواہشات پوری کرنے میں لگا رہتا ہے۔[3]

یہی خولہ بنت حکیم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان کے نکاح میں آنے سے پہلے کا یہ واقعہ ہو۔ پھر جب آپؐ نے ان سے نکاح نہ کیا تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہو گیا۔ اور قرین قیاس یہ ہے کہ

---

[1] ابن سعد ۱۵۷/۸/۹ [2] معارف ابن قتیبہ ۱۳۶ [3] بخاری ۱۹/۷

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فوت ہو جانے کے بعد کا واقعہ ہو گا۔

ام شریک کی ہجرت اور کرامت:

حضرت عامر بن فضل فرماتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے یحییٰ بن سعید کے طریق سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ جب ام شریک دوسیہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے لئے سفر شروع کیا تو راستہ میں انہیں ایک یہودی عورت بھی مل گئی۔ سفر دن بھر ہوتا رہا حضرت ام شریک روزہ سے تھیں جب شام کا وقت ہوا تو یہودی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے اس عورت (ام شریک) کو پانی پلایا تو یاد رکھنا میں تجھے بڑی دردناک سزا دوں گا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سارا دن روزہ سے رہی اور شام کو بھی کھانے کے لئے کچھ بھی میسر نہ آیا اور رات بھی اسی حال میں رہی پھر جب آخر شب کے قریب وقت تھا تو ان کے سینے پر ایک پانی کا ڈول اور توشہ رکھا گیا۔ جس سے انہوں نے بقدر ضرورت خورد و نوش کر لیا اور رات کے آخری حصہ میں ان دونوں میاں بیوی کے پاس بھیج دیا۔ یہودی مرد نے اپنی بیوی سے کہا میں اس عورت کی آواز نہیں سن پا رہا لگتا ہے اس نے پانی پی لیا ہے۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے تمہاری بیوی نے نہیں پانی پلایا۔[1]

ام شریک کا توشہ دان:

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے پاس ایک توشہ دان تھا جو ان سے بطور عاریت مانگا کرتے وہ دے دیا کرتی تھیں ایک دن کسی آدمی نے مانگا تو آپ نے فرمایا اس کے اندر تو زاد وغیرہ نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اسے جھاڑ پونچھ کر دھوپ میں لٹکا دیا کچھ دیر بعد دیکھا گیا تو گھی سے بھرا ہوا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ کہا جاتا تھا ام شریک کا توشہ دان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

ام شریکؓ کا گھی:

حضرت بکر بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن مختار نے محمد بن ابی لیلیٰ، ابو

---

[1] ابن سعد ۱۸۱/۸

الزبیر، جابر کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک توشہ دان تھا جس میں گھی رکھ کر میں آپ کے لئے طور ہدیہ بھیجا کرتی تھی۔ ایک دن ان کے بچوں نے ان سے گھی مانگا تو گھر میں گھی نہیں تھا جب انہوں نے توشہ دان میں دیکھا تو بہت زیادہ تھا۔ انہوں نے اسمیں سے تھوڑا سا لیا اور بچوں کو دے دیا یہ گھی ان کے پاس کافی عرصہ تک رہا۔ پھر ایک دن انہوں نے چاہا کہ دیکھ تو لوں کہ کتنا باقی رہ گیا ہے اسی غرض سے انہوں نے پورا توشہ دان الٹا دیا جس کی وجہ سے گھی ختم ہو گیا انہوں نے جا کر آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے کیا اس کو پورا الٹ دیا تھا؟ اور فرمایا اگر تم اس کو نہ الٹتیں تو ایک طویل زمانہ تک تمہارے پاس وہ گھی رہتا[1]

(۲) خولہ بنت ھذیلؓ:

نساب کبیر علامہ جرجانی کی تصریح کے مطابق دوسری عورت خولہ بنت ھذیل بن ھبیرہ بن قبیصہ بن الحارث ہیں ان سے آپ نے نکاح کیا۔ لیکن آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ان کی وفات ہو گئی۔ ابن سعد[2] نے ان کا نسب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ خولہ بنت ھذیل بن ھبیرہ بن قبیصہ بن حارث بن حبیب بن حرفہ ابن ثعلبہ بن جمر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب۔ ان کی والدہ کا نام خلیفہ بنت فروہ تھا۔

(۳) عمرہ بنت یزید بن عبیدہؓ:

تیسری خاتون جن سے آپ کا نکاح ہوا لیکن آپ نے خلوت نہیں فرمائی عمرہ بنت یزید بن عبیدہ بن الجون الکلابیہ ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے نسب میں الجون کے بجائے اوس بن کلاب نقل کیا ہے اسی کو علامہ ابن عبدالبر نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسد الغابہ میں ان کا نسب عمرہ بنت یزید بن عبید بن رواس بن کلاب الکلابیہ لکھا ہے۔ (۲۰۵/۷)

ان سے آپ کا نکاح ہوا اور جب خلوت میں انہیں آپ کے پاس بھیجا گیا تو آپ کو دیکھ کر اپنی بدقسمتی کو آواز دیتے ہوئے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ

---

[1] ابن سعد ۱۸۱/۹ [2] ابن سعد ۱۸۳/۸

نے فرمایا بہت خوب تم نے ایسی ذات سے پناہ مانگی ہے جس کی پناہ ملتی بھی ہے اور پھر آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کو بطور متعہ تین کپڑے دیدو۔

واقعہ کی تصحیح:

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔ حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بنو سلیم کی ایک عورت کا ہے۔ اور ابوعبیدہؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اسماء بنت نعمان بن الجون کا ہے۔ اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عمرہ کے والد نے آپ ﷺ کے سامنے اس کی بہت سی صفات گنوائیں اور کہا کہ ایک وصف اس میں بطور خاص دیکھا گیا ہے کہ یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں اور پھر آپ نے اس کو طلاق دیدی۔

(۴) اسماء بنت نعمانؓ:

چوتھی خاتون اسماء بنت نعمان بن الجون بن شراحیل ہیں اور بعض کے نزدیک بنت نعمان بن الاسود بن الحارث بن شراحیل ہیں جن کا تعلق بنو کندہ سے ہے تمام اہل علم حضرات کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے شادی کی تھی، البتہ ان کے فراق کے واقعہ میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ امام قتادہ وابوعبیدہؒ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے اس کو بلایا تو اس نے کہا بلکہ آپ ﷺ خود میرے پاس آجایئے۔ اور خود اٹھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کردیا۔

اور بعض حضرات کی تصریح کے مطابق اس نے کہا تھا کہ میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں!!! آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ایک ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے کہ جس کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھ سے پناہ دے دی ہے۔ (آپ ﷺ سے ان کا نکاح ۹ھ ماہ ذوالقعدہ میں ہوا تھا اور سن ۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی)

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب بنت جون کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا تو جب آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے تو

اس نے کہا ''اعوذ باللہ منک '' آپؐ نے فرمایا تو نے بڑی عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے تجھے پناہ ہی پناہ اپنے گھر چلی جا۔

نیز یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ کی بعض ازواج نے اسے یہ سکھایا تھا کہ یہ بہت ہی حسین وجمیل تھیں انہیں خطرہ لاحق ہوا کہیں یہ غلبہ نہ پا جائے اس کا راستہ صاف کر دو۔ چنانچہ اس سے کہا کہ آپؐ کو یہ پسند ہے کہ جب آپؐ تمہارے قریب تشریف لائیں تو تم کہنا ''اعوذ باللہ منک ''لہٰذا اس نے سکھائے گئے طریقہ پر کہہ دیا۔ جس کے بعد آپؐ نے اسے طلاق دیکر گھر بھیج دیا۔ بعد میں یہ خود اپنے آپ کو شقیہ (بدبخت) کہا کرتی تھی۔

حضرت جرجانیؒ سے منقول ہے کہ ان سے کہا گیا اگر تم آپؐ کے پاس کچھ وقعت چاہتی ہو تو ان سے اللہ کی پناہ مانگنا، انہوں نے ایسے ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا چہرہ مبارک ہی اس سے پھیر دیا۔ اور آپؐ نے فرمایا اپنے اہلخانہ کے پاس چلی جاؤ۔[1]

اسماء کا دوسرا نکاح:

اس کے بعد حضرت مہاجر[2] بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ اس موقعہ پر (چونکہ اسماء بنت نعمان کا نکاح آپؐ سے ہوا تھا اس لئے یہ آپ کی زوجہ ٹھہری تھیں اور ازواج نبی کا حکم عامۃ المسلمین کے لئے یہ ہے کہ نبی کے بعد وہ کسی کے لئے حلال نہیں اس لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حد لگانے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ نے مجھ سے خلوت نہیں فرمائی اور پھر گواہ بھی قائم کر دیے۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح حضرت قیس بن مکشوح سے ہوا۔

حضرت ابو الیقظان امام قتیبہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپؐ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ تم اپنے کو بطور ہبہ میرے سامنے پیش کرو۔ تو اسماء نے کہا کیا کبھی کوئی شہزادی بھی اپنے کو کسی عام آدمی کے لئے پیش کرتی ہے؟ آپؐ نے اس پر ہاتھ رکھنا چاہا

---

[1] بخاری ۵۳/۷

[2] مہاجر بن امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قریشی مخزومی یہ حضرت ام سلمہ کے بھائی تھے۔ (اسد الغابہ ۲۷۷/۵)

تاکہ اگر اس پر کسی شیطان وغیرہ کا اثر ہو تو ختم ہو جائے۔ اس نے فوراً کہا اعوذ باللہ۔ آپ ؐ نے فرمایا تمہیں پناہ دے دی گئی اور پھر مطلقہ غیر مدخول بہا کا حصہ دیکر گھر روانہ فرما دیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پناہ مانگنے والی عورت کوئی اور تھیں۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ قاسم بن سلام فرماتے ہیں کہ یہ بھی امکان ہے کہ ایسا واقعہ دو عورتوں کا ہو۔ جیسا کہ ابن سعد (۱۴۵/۷) وغیرہ پر موجود ہے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام زہری کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ ؐ نے بنی الجون کی لڑکی کو مرض برص کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ جونکندہ کی عورت کے بارے میں بکثرت اختلاف پایا جاتا ہے بعض اس کا نام اسیمہ اور بعض امامہ ذکر کرتے ہیں۔

اسماء نے ایسا کیوں کیا؟

علامہ ابن سعدؒ نے حضرت ہشام بن محمد، ابی العسیل حمزہ بن ابی اسید ساعدی کی سند سے روایت نقل کی ہے وہ اپنے والد سے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اسماء بنت نعمان الجونیہ سے نکاح کیا تو انہیں لانے کے لئے مجھے بھیجا میں لے کر حاضر ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ سے کہا کہ اس کو مہندی لگا دو اور میں اس کو کنگھی کر دیتی ہوں۔ پھر اس سے دونوں میں سے کسی ایک نے کہا کہ آپ کو یہ پسند ہے کہ جب آپ کے پاس بیوی آئے تو کہے اعوذ باللہ منک۔ چنانچہ جب یہ آپ ؐ کے پاس آئیں تو خلوت میں جب آپ ؐ اس کے پاس تشریف لائے تو کہا اعوذ باللہ منک۔ آپ ؐ نے یہ سنتے ہی اس سے بناچہ مبارک بازو سے چھپا کر اس سے پردہ کر لیا اور تین مرتبہ فرمایا **عذت بمعاذ عذت بمعاذ** ...... حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا اس کو اس کے گھر چھوڑ آؤ اور بطور متعہ دو کپڑے بھی دیدیں بعد میں یہ کہا کرتی تھی مجھے شقیہ کہہ کر پکارا کرو۔

کیا اسماءؓ نے زندگی بھر شادی نہ کی:

حضرت عباس بن سہل حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انہوں

نے فرمایا کہ جب میں اسماء کے قبیلہ والوں کے پاس گیا تو وہ لوگ اس کے پاس جمع تھے اور اس کو کہہ رہے تھے کہ تو بالکل منحوس ہے یہ تو نے کیا تماشا کردیا ہے؟ اس نے کہا مجھے دھوکہ دیا گیا تھا اور پھر اس کو مزید طعنے دیئے جارہے تھے۔ پھر اس کو قبیلہ کے لوگوں نے بطور تعریض کہا تو نے ہمارے سارے عرب میں اچھی شہرت قائم کی ہے۔

پھر وہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا اسید اب تک جو ہوا سو ہوا تم بھی اچھی طرح جانتے ہو، بتاؤ اب میں کیا کروں؟ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھر میں اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور باپردہ رہو سوائے اپنے محرم کے کسی کے سامنے مت جانا۔ اور یہ بات پلے باندھ لو کہ آپ ﷺ کے ٹھکرا دینے کے بعد اب تم میں کسی کو کوئی لالچ یا چاہت نہیں ہوگی کہ تم اگر آپ ﷺ کے نکاح میں ہوتی تو امہات المومنین میں سے ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہیں سے کوئی رشتہ ناطہ نہ آیا اور بغیر محارم کے کسی نے اسے نہ دیکھا حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نجد کے قریب اس کا انتقال ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسماء بنت نعمان سے مہاجر بن ابی امیہ نے بعد میں نکاح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا مجھے کبھی پردہ نہیں کرایا گیا نہ مجھے ام المومنین کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ ترک کردیا۔

(۵) ملیکہ لیثیہؓ:

پانچویں خاتون بنو لیث کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح بھی آپ ﷺ سے ہوا لیکن خلوت سے پہلے ہی آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ حضرت ابن قتیبہؒ نے ان کے متعلق نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا حمی لی نفسک جیسا کہ پہلے بھی گزرا ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی اور آپ ﷺ نے طلاق دے دی۔ علامہ فضائلی نے نقل کیا کہ ان سے خلوت بھی ہوئی اور آپ ﷺ کے نکاح میں ہی تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

ملیکہ کو طلاق کی ایک روایت:

علامہ ابن سعدؒ نے محمد بن عمر عن ابی معشر کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ملیکہ بنت کعب سے نکاح کیا (یہ انتہائی حسین وجمیل اور خوبرو عورت تھیں) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور کہا تمہیں شرم نہیں آئی تم نے اپنے باپ کے قاتل سے کیسے نکاح کرلیا؟ انہیں اس بات پر بڑی غیرت آئی اور جب آپؐ ان کے پاس آئے تو انہوں نے پناہ چاہ لی۔ آپؐ نے انہیں طلاق دیدی۔

یہ معاملہ جب ان کے قبیلہ والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! اس نے جو کچھ بھی کیا وہ چھوٹی بچی ہے جس کی اپنی کوئی رائے نہیں۔ پھر اسے دھوکہ بھی دیا گیا ہے۔ آپؐ یہ سب درگزر فرماکر اس سے رجوع فرمالیں۔

حضور اکرم ﷺ نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی یارسول اللہ! آپ اجازت دیں اسی کے کسی قریبی رشتہ دار سے ہم اس کی شادی کردیں آپؐ نے اجازت دے دی جس کے بعد ان کا نکاح عذری سے ہی کردیا گیا۔ ان کے والد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مکہ کے قریب خندمہ نامی جگہ میں فتح مکہ کے دن قتل کیا تھا[1]

(۲) فاطمہ بنت ضحاکؓ:

امام ابن اسحاقؒ نے روایت نقل کی ہے کہ چھٹی خاتون جن سے آپ کا نکاح ہوا تھا وہ فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان الکلابی ہے۔ جب آپؐ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد ان سے آپ کا نکاح ہوا، پھر جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آپؐ نے انہیں اختیار دے دیا، انہوں نے دنیا کو اختیار کیا تو آپؐ نے انہیں طلاق دیدی۔ بعد میں یہ گوبر چنا کرتی تھی اور خود کہا کرتی میں وہ بدبخت ہوں جس نے دنیا کو اختیار کرلیا۔

آیت تخییر کے وقت ان کے سلسلے میں اختلاف:

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ امام زہریؒ

---

[1] بعض نے انہیں کنانیہ لکھا ہے (الاصابہ ۸/۱۲۳)

حضرت عروہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپؐ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو انہیں سے ابتدا کی، انہوں نے اللہ ورسول کو اختیار کیا اور دوسری تمام ازواج کی موافقت کی۔

حضرت قتادہ وعکرمہ فرماتے ہیں کہ آیت تخییر کے وقت آپؐ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں اور جب آپؐ کا انتقال ہوا تو سب آپ کے نکاح میں تھیں۔

منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے آ کر آپؐ سے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ! آپ میری بیٹی سے شادی کریں اور کہا کہ یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا مجھے تمہاری بیٹی سے شادی کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ نے ہجرت کے آٹھویں سال ان کی بیٹی (فاطمہ) سے شادی کی تھی واللہ اعلم بالصواب۔[1]

(۷) عالیہ بنت ظبیانؓ

ساتویں خاتون کا نام عالیہ یا عالیہ بنت ظبیان بن عمرو بن عوف کلابیہ ہے۔ آپؐ نے ان سے بھی نکاح فرمایا اور کچھ عرصہ تک آپؐ کے نکاح میں رہیں پھر آپ نے انہیں طلاق دیدی۔ علامہ ابن عبدالبر کے علاوہ شاید ہی کسی نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں انہیں جب آپؐ کے پاس بھیجا گیا آپ نے اس وقت طلاق دے دی تھی۔ عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ ازواج نبی کا نکاح عام لوگوں سے حرام ہونے سے قبل انہوں نے شادی کر لی تھی۔ (الاصابہ ۸/۶۰)

(۸) قتیلہ بنت قیسؓ

آٹھویں خاتون قتیلہ / قتیلہ بنت قیس بن معدی کرب کندیہ ہیں۔ یہ اشعث بن قیس الکندی کی ہمشیرہ ہیں۔ انہیں قیلہ اور قبیلہ بھی کہا گیا ہے۔ ان سے آپؐ نے دس ہجری میں شادی کی اور ان کی آمد ابھی اپنے آبائی وطن حضرموت سے نہ ہونے پائی تھی کہ ۱۱ھ میں آپؐ کا وصال ہو گیا۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپؐ نے وفات سے دو ماہ قبل ان سے نکاح کیا تھا۔

(الاستیعاب ۴/۱۹۰۳)

---

[1] سیرت ابن ہشام ۴/۲۲ الاصابہ ۴/۶۴

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اختیار دیدیا جائے چاہیں تو پردہ کریں اور امہات المومنین میں شمار ہو جائیں۔ اور چاہیں تو جدائی اختیار کر کے جس سے طبیعت موافق ہو نکاح کرلیں۔

عکرمہ سے نکاح:

چنانچہ انہوں نے جدائی اختیار کرلی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے حضرموت میں ہی ان کی شادی ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب ان کے متعلق معلوم ہوا تو فرمایا میں اس عورت کا گھر تک جلا ڈالوں گا اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا مت کیجئے یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہیں کیونکہ نہ تو ان کی آپؐ سے خلوت ہوئی اور نہ ہی اس شان کا حجاب ان پر لازم ہے۔

اہل علم کا ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ان کے متعلق آپؐ نے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ جب انکا بھائی مرتد ہوا تو انہوں نے بھی ارتداد اختیار کرلیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا دینا چاہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو مرتدہ ہے یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہے۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی نے نبی کریم ﷺ سے ان کا نکاح کرایا تھا پھر یہ ابھی وہاں سے آئی نہیں تھیں کہ آپ کا انتقال ہو گیا اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد پیدا نہ ہو سکی ان کے متعلق روایات مختلف ہیں۔

اشعث اور قتیلہ کے مرتد ہونے کی روایت:

علامہ ابن سعدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب اسماء بنت نعمان نے نبی ﷺ سے پردہ مانگی تو آپؐ باہر تشریف لائے آپؐ کے چہرے پر غضب کے آثار نمایاں نظر آرہے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر اشعث بن قیس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ پر خیر نازل فرمائے آپ کا نکاح میں ایسی عورت سے نہ کرادوں جو حسن و

جمال اور حسب نسب میں اس سے بھی بڑھ کر ہو؟ آپؐ نے پوچھا کون؟ اس نے کہا میری بہن قتیلہ سے آپ نکاح کر لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔

اشعث نکاح کے بعد اپنے وطن حضرموت لوٹ گئے تاکہ اپنی ہمشیرہ کو لے کر آئیں جب مدینہ کے لئے واپس اپنی بہن کو لیکر روانہ ہوئے ابھی راستہ میں تھے کہ انہیں آپؐ کے وصال کی خبر ملی انہوں نے وہیں سے اپنی ہمشیرہ کو واپس اپنے وطن لوٹا دیا۔ اور خود بھی مرتد ہو گئے اور بہن بھی مرتد ہو گئی۔ اور چونکہ مرتد ہونے سے آپؐ کے ساتھ جو نکاح ہوا تھا وہ بھی فاسد ہو گیا پھر انہوں نے قیس بن مکشوح سے شادی کر لی تھی۔ (طبقات ابن سعد ۱۶۹/۸)

حضرت معلٰی بن اسد فرماتے ہیں کہ ہم سے وھیب نے حضرت داود بن ابی ھند کی سند سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے وفات سے قبل بنو کندہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی جسے قتیلہ کہا جاتا تھا۔ جب آپؐ کی وفات ہو گئی تو وہ بھی اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہو گئی۔ پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کی، جس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑا شدید غصہ آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خلیفہ رسول یہ عورت ازواج مطہرات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی آپؐ نے اسے اختیار دیا نہ اس پر پردہ لازم کیا گیا۔ پھر مستزاد یہ کہ اس نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر جو ارتداد اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اب مکمل طور پر اسلام سے آزاد کر دیا ہے۔

بطور ھبہ پیش کرنے کا قول:

ہم سے محمد بن عمر نے یحیٰی بن نعمان، یزید بن قسط کی سند سے بیان کیا کہ قتیلہ بنت قیس اخت اشعث ان عورتوں میں تھی جنہوں نے خود کو آپؐ پر بطور ھبہ پیش کیا تھا۔

قتیلہ سے شادی نہ ہونے کی روایت:

ہم سے محمد بن عمر نے ابی الزناد وابو الخصیب، ھشام بن عروہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عروہ فرمایا کرتے آپؐ نے قتیلہ سے شادی نہیں کی اور نہ ہی کندیہ سے شادی

کی۔ البتہ بنوالجون کی ایک عورت سے شادی کی تھی لیکن آپؐ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دیدی۔ (طبقات ابن سعد)

(۹) سناء بنت اسماء بنت صلت سلمیہ:

نویں عورت سنا بنت اسماء بنت الصلت سلمیہ ہیں۔ ان سے بھی نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا تھا لیکن خلوت سے قبل ہی آپؐ وفات پا گئے۔ حضرت ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں خلوت سے قبل آپؐ نے انہیں طلاق دیدی تھی۔

نسب کا بیان:

علامہ ابن سعدؒ نے ان کا نسب مندرجہ ذیل بیان کیا ہے سبا یا سنا بنت صلت بن حبیب بن حارثہ بن ھلال بن سمال بن عوف سلمی۔

حضرت ھشام بن محمد بن سائب کلبی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حازم سلمی کے قبیلہ کے ایک آدمی نے مجھے بیان کیا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے سنا بنت صلت بن حبیب سلمیہ سے شادی کی لیکن خلوت سے قبل ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

جدائی ہونے کی وجہ:

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھشام بن عبداللہ الوصافی نے عبداللہ بن عمیر لیثی کی سند سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس قبیلہ بنوسلیم کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری ایک بیٹی ہے پھر اس نے بیٹی کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں سوائے آپ کے کسی اور سے اس کی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ابھی آپؐ اسی سوچ میں تھے کہ قبول کرلوں یا نہیں کہ اس نے کہا اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا ہمیں تمہاری ایسی بیٹی کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمارے پاس اپنی تمام برائیاں ساتھ اٹھا لائے۔ فرمایا ایسے مال میں کوئی بہتری نہیں جس سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہو اور ایسے بدن میں کوئی خیر نہیں جس سے کچھ لیا نہ گیا ہو۔ (الطبقات ۱۴۷/۸)

(۱۰) شراف بنت خلیفہ (حضرت دحیہ کلبیؓ کی بہن)

دسویں خاتون حضرت شراف بنت خلیفہ کلبیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے بھی آپ کا نکاح ہوا تھا لیکن خلوت سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ طبقات ابن سعد میں ان کا نام شراف آیا ہے (اس میں آخر میں تاء نہیں ہے)

علامہ ابن سعدؒ نے ان کا نسب یوں بیان کیا شراف بنت خلیفہ بن فروہ یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت ھشام بن محمد فرماتے ہیں کہ شرقی بنت قطامی فرماتے ہیں جب خولہ بنت ھذیل کی وفات ہوئی اس کے بعد آپ ؐ نے شراف بنت خلیفہ اخت دحیہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا لیکن خلوت نہ فرمائی۔

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں ہم سے ثوری نے جابر، عبدالرحمٰن کی سند سے بیان کیا کہ آپ ؐ نے بنو کلب کی ایک عورت کو پیغام نکاح دیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر گئیں اور دیکھ کر آ گئیں۔ آپ ؐ نے پوچھا عائشہ رضی اللہ عنہا تمہیں وہ عورت دیکھنے کے لئے بھیجا تھا تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس میں کوئی فائدہ کی چیز نظر نہیں آئی۔ آپ ؐ نے فرمایا عائشہ تم نے بہت کچھ دیکھا تھا اور سب مفید ہی تھا یاد کرو جب تم نے اس کے چہرے کے گال پر کالا تل دیکھا تھا تو تمہارے جسم کے رونگٹے کیوں کھڑے ہو گئے تھے؟ اگر وہ بے فائدہ تھا تو تمہیں اتنا اضطراب کیوں لاحق ہوا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی گفتگو سن کر سمجھ گئیں کہ آپ پر سب کچھ منکشف ہے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کوئی ایسا راز ہے جو آپ پر منکشف نہ ہو؟

(۱۱) لیلیٰ بنت حکیمؓ:

گیارہویں خاتون لیلیٰ بنت حکیم انصاریہ اوسیہ ہیں۔ حضرت احمد بن صالح مصری فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپ کو نکاح کی پیشکش کی۔ اور یہ آپ کی ازواج میں شمار ہوئیں علامہ ابوسعید فرماتے ہیں لیلیٰ سے آپ ؐ نے نکاح کیا تھا لیکن یہ بہت غیور تھیں انہوں

نے اقالہ طلب کیا تو آپؐ نے انہیں رخصت کر دیا۔ بعد میں انہیں بھیڑیئے نے کھالیا تھا۔

لیلیٰ کا نسب:

علامہ ابن سعدؒ نے ان کا نسب مندرجہ ذیل طریقہ پر نقل کیا ہے: لیلیٰ بنت خطیم، اخت قیس بن خطیم بن عدی بن عمرو بنت سواد بن ظفر الحارث بن الخزرج .... [1]

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں ہم سے ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے والد، عن ابی صالح کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن لیلیٰ بنت خطیم نبی پاک ﷺ کے پاس آئیں، جبکہ آپؐ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پیٹھ کی جانب سے آ کر آپؐ کے شانہ مبارک پر ہاتھ مارا، تو آپؐ نے فرمایا ''من ھذا اکلہ الاسد؟'' یعنی یہ کون ہے اس کو شیر کھا جائے'' راوی کا بیان ہے کہ آپ یہ کلام عموماً ایسے مواقع پر ارشاد فرما دیتے تھے۔

انہوں نے بطور فخر اپنی کچھ صفات کا تذکرہ کیا جن سے ان کی شجاعت اور سخاوت کی طرف اشارہ تھا یعنی میں وہ عورت ہوں جو اپنے دشمنوں کو تہس نہس کر کے رکھ دے جن کو پرندے آ کر اپنی خوراک بنا لیں۔ اور سخاوت ایسی کہ جس طرح ہوا ہر ایک کے پاس پہنچتی ہے اس طرح میری سخاوت ہر ایک کو پہنچتی ہے۔ اس عورت نے کہا تھا: ''انا بنت مطعم الطیر و مباداة الریح'' یہ جملہ اہل عرب کے ہاں کسی کی شجاعت وسخاوت کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اپنی کچھ تعریفیں ذکر کرنے کے بعد اپنا ذاتی تعارف پیش کرتے ہوئے کہا میں خطیم کی بیٹی لیلیٰ ہوں، میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں تاکہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے تمہارا نکاح قبول ہے۔

اس کے بعد اس نے جا کر اپنی قوم میں یہ خبر دی کہ مجھے آپؐ نے اپنے نکاح میں قبول فرمالیا ہے۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے کہا یہ تو نے بہت برا کیا جو نبی پاک ﷺ سے نکاح کر لیا کیونکہ تو ایک بہت ہی غیور خاتون ہے اور آپؐ کے پاس دوسری بیویاں بھی ہیں، تو کہاں

[1] طبقات ابن سعد ۸/۳۲۳

انہیں برداشت کر سکے گی؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی موقعہ پر تو نبی پاک ﷺ کو اذیت دے جائے گی اور تیرے حق میں آپؐ سے بددعا یہ کلمات صادر ہوگئے تو تیرا کچھ نہ رہے گا۔ تو جا کر ان سے اقالہ کر لے۔ اس عورت نے بھی اپنے دماغ سے کچھ نہ سوچا اور سیدھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اقالہ کرنا چاہتی ہوں، آپؐ نے فرمایا میں نے تمہارا اقالہ قبول کر لیا۔[1] اس کے بعد یہ واپس چلی گئی اور حضرت مسعود بن اوس سے ان کا نکاح ہوا اور انہیں سے اولاد ہوئی۔

چونکہ ایک موقعہ پر ان سے گستاخی ہوئی تھی کہ انہوں نے پیچھے سے آ کر آپؐ کے کندھوں پر ہاتھ مارا تھا جو کہ کسی درجہ میں سوءادب بھی تھا تو آپؐ نے فرمادیا تھا کہ اس کو شیر کھائے۔ اتفاق سے ایک دن مدینے کے کسی باغ میں یہ غسل کر رہی تھی کہ اچانک ایک بھیڑیا اس باغ میں آ دھمکا اور اس پر جھپٹ پڑا اور اس کو بری طرح زخمی کر کے رکھ دیا جب انہیں کسی نے دیکھا تو یہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ چکی تھی۔ ہر چند کہ آپؐ نے مقصودی طور پر ان کے لئے بددعا نہ کی تھی، بلکہ بطور تکیہ کلام یہ جملہ آپؐ سے صادر ہوا تھا لیکن چونکہ آپ مستجاب الدعوات تھے تو یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ واللہ اعلم۔

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عمر نے عبداللہ بن جعفر، ابن ابی عون الثقفی کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ لیلی بنت خطیم نے خود آپؐ پر اپنے کو نکاح کے لئے پیش کیا اور آپؐ نے اسے قبول فرمالیا۔ نیز دیگر بہت سی عورتوں نے بھی اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کیا مگر نہیں سنا گیا کہ آپؐ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول فرمایا ہو۔

مندرجہ ذیل مفہوم کی روایت ماقبل میں بھی گزری ہے اسی روایت کو مفصلاً علامہ ابن سعدؒ نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ لیلی بنت خطیم میں ایک بری عادت یہ تھی کہ یہ اکھڑ مزاج ہونے کی وجہ سے اپنے شوہر پر غالب رہا کرتی تھی اور مستزاد یہ کہ اس کے اخلاق انتہائی خراب تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ۸/۱۷۳ یہ لیلی انصار میں سے بیعت کرنے والی پہلی خواتین میں سے تھیں۔

(الاصابہ ۸/۱۰۴)

اس نے ایک دفعہ تہیہ کیا کہ میں اللہ کی قسم آپ کو قبیلہ انصار میں کسی سے شادی نہ کرنے دوں گی، اور جا کر خود آپ کو نکاح کی پیشکش کروں گی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کسی صحابی کے ساتھ کھڑے ہوئے گفتگو فرما رہے تھے کہ یہ آپ کے قریب آئیں۔ چونکہ آپ کا التفات اس صحابی کی طرف تھا اس کی طرف متوجہ نہ تھے تو اس نے آ کر آپ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے فرمایا کون ہے اس کو شیر کھا جائے؟

اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی لیلیٰ ہوں ''قد وھبت نفسی لک'' آپ نے فرمایا میں نے تمہیں قبول کرلیا اور اب تم واپس چلی جاؤ حتیٰ کہ میرا تمہیں پیغام پہنچ جائے۔ اس نے آ کر اپنے قبیلہ والوں کو بتایا تو انہوں نے کہا تو ایک بے صبری عورت ہے تو سوکنوں کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ جبکہ نبی پاک ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرما رکھی ہے کہ جتنے نکاح کرنے چاہیں آپ کو اجازت ہے۔

یہ پھر آپ کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ! آپ کے لئے عورتیں حلال ہیں اور میں ایک زبان دراز اور ناشزہ عورت ہوں۔ میں سوکنوں کو برداشت نہیں کر سکتی آپ اقالہ فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میں نے اقالہ کر دیا۔

(۱۲) قبیلہ غفار کی ایک خاتون:

بارہویں خاتون بنو غفار کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح بھی آپ سے ہوا تھا۔ آپ نے اس کے پہلو میں برص کے دھبے دیکھے تو انہیں طلاق دے کر بھیج دیا اور جو کچھ انہیں دیا تھا واپس نہ لیا۔

مسند احمد (۴۹۳/۳) پر ہے رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور جب آپ ان کے پاس گئے اور بستر پر تشریف فرما ہوئے تو اس کے پہلو میں برص کے نشان تھے تو آپ بستر سے اٹھ گئے۔ اور انہیں کہہ دیا کہ اپنے کپڑے وغیرہ لے لو۔ اور جو کچھ دیا تھا واپس نہ لیا۔

یہ مذکورہ بالا ازواج مطہرات کا بیان گزرا۔ ان میں سے بعض سے آپ نے حیات ہی میں جدائی اختیار فرمائی تھی۔ البتہ اس مذکورہ فصل میں ان عورتوں کا تذکرہ ہوا جن سے قبل

الدخول آپؐ نے جدائی اختیار فرمائی تھی جیسا کہ ابھی گزرا۔

اعداد وشمار کے اعتبار سے کل ازواج جن سے آپ کا نکاح ہوا تھا ان کی تعداد تئیس (۲۳) ہے۔ جن میں سے بعض سے آپؐ کی ملاقات ہوئی اور بعض سے نہ ہوئی۔

آپؐ کی حیات مبارکہ میں ملاقات کے بعد جن عورتوں سے جدائی ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ ان کا انتقال آپؐ کی حیات ہی میں ہوگیا تھا۔ اور دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کہ ان کا انتقال آپؐ سے نکاح کے کچھ ہی عرصہ بعد ہوا۔

اور دخول سے قبل جن عورتوں کا انتقال آپ کی حیات میں ہوا۔ وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور دوسری بنت حذیل ہیں۔ البتہ بنت ملیکہ اور سنا کے بارے میں روایت مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ آپ نے انہیں طلاق دی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کی حیات ہی میں ان کا بھی انتقال ہوا۔ البتہ ان دونوں سے آپؐ کی خلوت نہ ہوئی۔

اور خلوت کے بعد جن عورتوں سے جدائی واقع ہوئی وہ بنت ضحاک، بنت ظبیان، قتیلہ، عمرہ، اسماء اور بنو غفار کی ایک عورت تھی۔ البتہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی خلوت کے متعلق اختلاف ہے۔ بہرحال جدائی ان سے بھی فرمائی تھی۔

جس عورت نے آپؐ سے اقالہ طلب کیا تھا اس کا حال بھی مجہول ہی رہا۔

سات بیویوں سے آپؐ نے بالاتفاق جدائی اختیار فرمائی اور دو کے متعلق اختلاف ہے۔

آپؐ کی حیات مبارکہ میں جن بیویوں کا انتقال ہوا ان کی تعداد چار ہے۔

جب آپؐ کا وصال ہوا تو دس بیویاں آپ کے نکاح میں تھیں ان میں سے ایک سے خلوت نہ ہوسکی تھی۔

﴿ان خواتین کا بیان جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا﴾

(۱) جمرہ بنت الحارث:

مروی ہے کہ آپؐ نے متعدد عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ منجملہ ایک عورت قبیلہ بنو مرہ بن عوف کی جمرہ بنت الحارث ہے۔ حضرت ابو الیقظانؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا کہ میری بیٹی کو برص کی بیماری ہے حالانکہ برص وغیرہ کچھ نہ تھا جھوٹ بول رہا تھا۔ جب گھر آ کر بیٹی کو دیکھا تو واقعتاً برص تھا۔

(۲) سودہ نامی قریشی خاتون:

ایک اور عورت کا نام ذکر کیا جاتا ہے یہ خاندان قریش کی عورت تھی جسے سودہ کہا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس کو بھی نکاح کا پیغام بھیجا اس کے بچے بھی تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ آپ کے سر پر روتے چلاتے رہیں کے جس سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ نے اس کے لئے دعا کی اور ترک فرما دیا۔

(۳) حضرت ام ھانیؓ:

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدالمناف بن قصی۔ ان کا نام فاختہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت ھشام کلبی نے ھند بھی ان کا نام ذکر کیا ہے۔ اور ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ھشام بن عبد مناف بن قصی۔

ابوطالب کی طرف سے آپ کے پیغام پر دوسرے کو ترجیح اور اس کی وجہ:

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ھشام بن محمد کلبی نے حضرت ابو صالح کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قبل از نبوت اپنے چچا ابو طالب کو ام ھانی کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ اور دوسری طرف سے قبیلہ بنو مخزوم کے شخص ھبیرہ بن ابی وھب نے بھی ام ھانی کے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ آپؐ کے چچا نے ھبیرہ سے ام ھانی کا نکاح کرا دیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے چچا آپ نے ھبیرہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ ابوطالب نے کہا بھتیجے درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم نے اس سے قبل بنو مخزوم میں شادیاں کر رکھی ہیں۔ اب ان کی طرف سے ہماری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام آیا تھا شرافت کا تقاضا یہی تھا کہ ہم انکار نہ کرتے" والکریم یکافی الکریم "معزز شخص ہی معزز کو بدلہ دیتا ہے۔

ام ھانی کو دوبارہ پیغام:

ابوطالب نے ھبیرہ سے نکاح تو کرا دیا لیکن بعد میں حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا جس کی وجہ سے ان کے درمیان فرقت ہوگئی۔ اب آپ نے دوبارہ ام ھانی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس پر حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا" واللہ انی کنت لاحبک فی الجاھلیۃ و کیف فی الاسلام "یعنی میں تو آپ سے جاہلیت میں شدید محبت کرتی تھی اور اب تو میں اسلام میں داخل ہو چکی ہوں اب پہلے سے زیادہ محبت ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں اب بال بچے دار عورت ہوں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے بچوں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو۔ آپ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں جو اونٹ پر سوار ہوتی ہیں اور اپنے بچوں پر نہایت شفیق اور شوہر کے معاملے میں انتہائی مخلص ہیں۔

ہمیں ابن نمیر نے اسماعیل بن ابی خالد کے طریق سے بیان کیا کہ حضرت عامر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں اور شوہر کا حق بڑا عظیم ہوتا ہے مجھے شدید خطرہ ہے کہ میں آپ کو قبول کر کے اپنی اولاد کی وجہ سے آپ کی حق تلفی نہ کر جاؤں آپ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں جو اونٹ پر سوار ہوتی ہیں اور اپنے بچوں پر بہت شفیق اور شوہر کے معاملے میں نہایت مخلص ہوتی ہیں۔

ہمیں حجاج بن نصیر نے اسود بن شیبان کے طریق سے بیان کیا کہ حضرت نوفل بن ابی عقرب فرماتے ہیں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف

لائے اور انہیں اپنے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے یہ بچے ہیں ایک یہ لپٹا ہوا ہے اور یہ دوسرا دودھ پیتا ہے ان کا کیا کروں؟

پھر آپؐ نے پینے کے لئے کچھ طلب کیا تو آپ کو دودھ پیش کیا گیا آپؐ نے نوش فرما کر جو کچھ تھوڑا سا بچا ہوا تھا وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دیدیا انہوں نے پی لیا اور کہا یا رسول اللہ! میرا روزہ تھا میں نے پھر بھی پی لیا۔ آپؐ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا آپ کا بچا ہوا تھا اس لئے میں نے پی لیا کیونکہ آپ کا جھوٹا پانی ایسی وجہ کے سبب نہیں چھوڑ سکتی تھی جس کی مجھے خود قدرت نہیں البتہ جس چیز پر مجھے قدرت تھی اسے میں نے اختیار کرلیا یعنی کہ نکاح کے معاملہ میں مجھے کوئی قدرت نہیں کیونکہ یہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی بھی پرورش مجھے ہی کرنی ہے ان کی وجہ سے میں آپ سے نکاح نہیں کرسکتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر میں آپ سے شادی نہیں کرسکتی تو آپ کا پس خوردہ بھی نہ پیوں۔ چنانچہ آپ کا بچایا ہوا دودھ پینے کے لئے مجھے کوئی رکاوٹ نہ تھی بلکہ میری قدرت میں تھا میں نے وہ پی لیا، یہی مطلب ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے قول ''لم اکن لادعه شئی لم اکن اقدر علیه فلما قدرت علیه شربته''۔ آپؐ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں کہ اونٹ پر سواری کرتی ہیں اور اپنے بچوں پر انتہائی شفیق اور شوہر کے معاملے میں نہایت مخلص محبت رکھتی ہیں۔ فرمایا اگر مریم بنت عمران اونٹ پر سواری کرتی تو میں اس سے افضل کسی کو نہ کہتا۔

حضرت ابو صالح ام ھانی رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عذر پیش کیا آپؐ نے میرا عذر قبول فرما لیا پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

''اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ..........
ھَاجَرْنَ مَعَکَ''

ترجمہ: ''ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیئے ہیں حلال کردی ہیں'' (الاحزاب:۵۰)

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے لیے حلال نہ کی گئی اور میں نے آپ کے ساتھ ہجرت بھی نہ کی تھی بلکہ میں طلقاء میں سے تھی۔

حضرت ابو صالح (مولی ام ھانی) فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ام ھانی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے بچے ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضرت ابوصالح فرماتے ہیں کہ جب بچے بڑے ہوگئے تو حضرت ام ھانی خود آپؐ کے پاس گئیں اور آپ کو نکاح کی درخواست پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا اب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے:

"یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ.......... الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَکَ"

ترجمہ: "اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دیدیئے حلال کردی ہیں" (الاحزاب: ۵۰)

اور حضرت ام ھانی مہاجرہ نہیں تھیں۔ ھبیرہ سے ان کی اولاد: جعدہ، عمرہ، یوسف، ھانی پیدا ہوئے۔

(۴) بنو تمیم کی صفیہ نامی خاتون:

ان کا نام صفیہ ہے انہیں ایک غزوہ کے بعد گرفتار کیا گیا اس کے بعد آپؐ نے انہیں اختیار دیدیا کہ چاہو تو مجھ (نبی کریم ﷺ) سے نکاح کرلو اور چاہو تو اپنے شوہر سابق کے پاس چلی جاؤ۔ اس نے اپنے سابقہ شوہر کو اختیار کرلیا تو آپؐ نے بھیج دیا۔ بعد میں قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں نے اس کو بڑی لعنت ملامت کی۔

(۵) نامعلوم خاتون:

اس عورت کا نام نہیں ذکر کیا جاتا منقول ہے کہ آپؐ نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے کہا میں باپ سے مشورہ کرکے بتاؤں گی۔ اس نے باپ کو بتایا تو اس نے آپؐ سے نکاح کی اجازت دے دی۔ یہ آئی اور نکاح کے لئے عرض کیا آپؐ نے فرمایا: "قد التحفنا

لحافاً غیرک "یعنی اب کسی اور سے معاملہ ہو چکا ہے۔
حضرت ابوصالح ام ھانی رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کیا آپؐ نے ان کا عذر قبول فرمالیا پھر مندرجہ ذیل آیت کا نزول ہوا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً. (الاحزاب ۵۰)

ترجمہ: "اے پیغمبر ہم نے تمہارے لئے تماری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیئے ہیں حلال کر دی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو خدا نے تم کو (کفار سے بطور غنیمت) دلوائی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں (سب حلال ہیں)"

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں آپ کے لئے حلال نہ تھی کہ میں نے ہجرت نہ کی تھی بلکہ میں طلقاء میں سے تھی۔ (طلقاء ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنہیں فتح مکہ کے دن آپؐ نے آزاد چھوڑ دیا تھا اور غلام نہ بنایا تھا اسی معنی پر حدیث "الطلقاء من قریش و العتقاء من ثقیف "منطبق ہوتی ہے۔

ام ھانی سے نکاح نہ ہونے کی وجہ:

ایک دوسری روایت میں حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے مجھ سے نکاح کرنا چاہا لیکن آپؐ کو منع کر دیا گیا کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی۔

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آپؐ کے حق میں عام عورتوں کی حلت کے لئے

ہجرت شرط تھی۔ یا آپ کے رشتہ دار عورتوں کے حق میں حلت کے لئے ہجرت شرط تھی۔
ایک قول یہ ہے کہ یہاں ہجرت سے مراد قبول اسلام ہے اور مطلب یہ ہے کہ خاندان بنو ہاشم میں سے آپ کے چچاؤں کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور خاندان بنو زہرہ میں سے آپ کے ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیاں مراد ہیں کیونکہ والدہ کی طرف سے آپ کا نہ کوئی ماموں تھا اور نہ کوئی خالہ تھی۔ جیسا کہ آپ کے والدین کی طرف سے آپ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ علماء اہل حدیث اس کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) ضباعہ بنت عامر:

اس کا نام ضباعہ بنت عامر بن قرط بن سلمہ ہے۔ آپ نے اس کے والد کو اس کے متعلق نکاح کا پیغام دیا تو اس نے کہا میں بیٹی سے مشورہ کروں گا۔ آپ سے یہ بھی عرض کیا گیا کہ یہ تو عمر رسیدہ ہے۔ پھر جب اس کا والد اجازت لیکر حاضر ہوا تو آپ نے سکوت فرمایا اور نکاح اس سے نہ کیا۔

علامہ ابن سعدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ضباعہ بنت عامر ھوذہ بن علی حنفی کے نکاح میں تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کو بہت سا مال وراثت میں ملا۔ پھر اس کا نکاح عبداللہ بن جدعان تیمی سے ہوا۔ جب اس سے اولاد نہ ہوئی تو اس نے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ اس نے اسے طلاق دیدی۔ اس کے بعد ھشام بن مغیرہ نے اس سے شادی کی۔ جس سے سلمہ پیدا ہوا۔ جو کہ نہایت پاکیزہ اخلاق کا حامل اور محاسن اسلام کا پیکر تھا۔

پھر جب ھشام کا انتقال ہو گیا تو اس وقت بھی اس پر حسن و جمال کی چمک بخوبی ظاہر تھی پھر یہ عورت انتہائی حیادار ہونے کے ساتھ ساتھ پردہ کی سخت پابند تھی۔ آپ نے اس کے بیٹے سلمہ بن ھشام کو اس کے نکاح کا پیغام بھیجا سلمہ نے کہا والدہ سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ گھر آ کر اپنی والدہ سے کہا آپ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے نکاح کا پیغام مجھے دیا ہے اس نے کہا تم نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا والدہ سے مشاورت کروں گا۔ اس نے کہا نبی ﷺ کے لئے تم کیا مشورہ کرو گے جاؤ نکاح کر دو۔ اس نے آ کر عرض کیا تو آپ نے

سکوت فرمالیا۔

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی وجہ سے نکاح نہیں ہوا:

چنانچہ ان میں پہلی عورت عمارہ بنت حمزہ تھیں، آپؐ نے فرمایا میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

ہمیں سفیان بن عینیہ نے علی بن زید بن جدعان کی سند سے بیان کیا حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے چچا حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے جبکہ (حضرت سفیان کی روایت کے مطابق) وہ انتہائی خوبصورت لڑکی ہے (اسماعیل بن ابراہیم کی روایت کے مطابق) خاندان کی بہت ہی اچھی لڑکی ہے؟

آپؐ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے؟ یا یوں فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام قرار دیئے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

ہمیں محمد بن عمر نے ابن ابی حبیبہ، داود بن الحصین، عکرمہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عمارہ بنت حمزہ (والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس) مکہ مکرمہ میں تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے چچا کی یتیم بیٹی کو ان مشرکین کے درمیان کس لیے چھوڑیں؟ اس کو بھی مدینہ ساتھ لے چلتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور مکہ سے روانہ ہوئے آپؐ نے بھی نہیں منع فرمایا۔ چونکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وصی تھے اس لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ میں اس کی پرورش کروں گا کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے (بھائی اس لئے کہا کہ جب آپؐ نے حضرات انصار مہاجرین کی درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کیا تھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا) جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ان کی گفتگو سنی تو فرمایا میں اس کی بچی کی

پرورش کا زیادہ حقدار ہوں کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دونوں کس لئے لڑ رہے ہو اس کو مکہ سے میں لیکر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے لہٰذا اس کی پرورش وتربیت میں ہی کرونگا۔

عمارہ بنت حمزہ کی تولیت کا فیصلہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اللہ ورسول کے ولی ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی تم میرے بھائی اور ساتھی ہو۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم طور واطوار اور اخلاق میں میرے زیادہ مشابہ ہو اور فرمایا جعفر تم اس کے زیادہ حقدار ہو کہ تمہارے نکاح میں اس کی خالہ ہے فرمایا خالہ اور پھوپھی کے ہوتے ہوئے آدمی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتا لہٰذا آپؐ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے اردگرد خوشی سے جھومنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا جعفر یہ کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بادشاہ نجاشی جب کسی سے خوش ہوا کرتا تو اس کے آس پاس اسی طرح سے رقص کیا کرتا تھا۔

پھر ایک موقعہ پر آپؐ سے کسی نے کہا آپ اس سے شادی کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے[۱] پھر آپؐ نے سلمہؓ بن ابی سلمہ مخزومی سے ان کا نکاح کر دیا۔ (چونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر ان کا یہی بیٹا سلمہ ان کی طرف سے عقد نکاح کا ولی بنا تھا جس کے بعد آپؐ سے حضرت ام سلمہ کا نکاح ہوا تھا جیسا کہ ماقبل میں حضرت ام سلمہ کے فضائل میں بھی گزرا ہے) اور آپؐ برابر فرمارہے تھے

---

[۱] حضرت حمزہؓ کو ثویبہ (ابولہب کی باندی) نے دودھ پلایا تھا اور آپؐ کی رضاعی والدہ بھی تھیں۔ عمارہ کا نام ابن سعد نے امامہ لکھا ہے۔ اسد الغابۃ میں لکھا ہے ابن الاثیر نے اسی نام سے ان کی سوانح لکھی ہے۔ عمارہ کا نام واقدی نے لکھا ہے۔ (۳۱/۷)

[۲] سلمہ بن ابی سلمہ حضرت ام سلمہؓ کے صاحبزادے تھے اور یہی ام المومنین کے نکاح کے ولی بنے تھے؟ آنحضرتؐ نے ان کا نکاح عمارہ سے کرا کر بدلہ چکایا اور پھر اس کا اظہار بھی فرمایا۔ (اسد الغابۃ ۳۴۹/۲)

"ھل جزیت سلمۃ؟" کیا میں نے سلمہ کے اس اچھے عمل کا صلہ دے دیا؟

(۲) دوسری خاتون عزہ[1] بنت ابی سفیان ہیں انہیں ان کی بہن حضرت ام حبیبہ زوج النبی ﷺ نے آپ کے سامنے نکاح کے لیے پیش کیا تھا جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں گزر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ ان کی ہمشیرہ خود میرے نکاح میں موجود ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

[1] بعض جگہ ان کا نام عزہ بنت ابی سفیان آیا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان دونوں ناموں میں سے ایک نام ان کا لقب ہے۔ (الاصابہ ۲۵/۸)

﴿نبی کریم ﷺ کی باندیوں، صاحبزادیوں، اور نواسیوں کا بعض امہات المومنین کی قریبی خواتین کا تذکرہ﴾

حضرت ماریہ قبطیہؓ:

حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی چار باندیاں تھیں۔ (۱) ماریہ قبطیہ، (۲) ریحانہ، (۳) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ کو بطور ہبہ دی تھی۔ (۴) اور چوتھی آپ نے ایک غزوہ میں قید کی تھی۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا آپ کو مقوقس قبطی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایک ہمشیرہ اور خصی غلام بھی بھیجا تھا جسے مابور کہا جاتا تھا۔ حضرت ماریہ کی بہن سیرین جو آپ کے پاس بھیجی گئی تھی۔ آپؐ نے اسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ پھر ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن بن حسان تھا اس سے سیرین کی کنیت ام عبدالرحمان وضع ہوئی۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو آپؐ نے ام ولد بنایا تو ان سے حضرت ابراہیم بن نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ماریہ کو اس کے بیٹے نے آزاد کرا دیا۔

حضرت ماریہ کی وفات:

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۶ھ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود لوگوں کو ان کی نماز جنازہ کے لئے جمع کیا اور جنازہ بھی پڑھایا اس کے بعد انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت ماریہ کی حرم نبوی آمد:

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یعقوب بن محمد نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ سکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے ۷ھ میں نبی کریم ﷺ کے لئے حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کچھ تحائف بھیجے۔ جن

میں حضرت ماریہ اور ان کی بہن سیرین، ایک ہزار مثقال سونا، بیس عدد عمدہ قسم کے کپڑے، ایک خچر جسے اندلدل اور ایک گدھا جسے عفیر کہا جاتا تھا اور ایک بوڑھا خصی غلام جو حضرت ماریہ کا بھائی تھا اور اسے مابور کہا جاتا تھا۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ماریہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور کچھ ترغیب دی تو وہ اور ان کی بہن دونوں اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔ لیکن وہ جو خصی غلام تھا اس نے اسلام قبول نہ کیا اور اپنے دین پر رہا بعد میں اس نے مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کیا۔

مشربہ ام ابراہیم:

حضرت ام ابراہیم رضی اللہ عنہا سے آپؐ بہت محبت فرماتے تھے۔ ان کے لئے آپؐ نے بالا خانے میں ایک کمرہ بھی مقرر فرما رکھا تھا جسے مشربہ ام ابراہیم کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ کبھی کبھی ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ ان پر پردہ بھی لازم قرار دیا تھا لیکن وہ آپؐ کی باندی ہی رہیں۔

ابراہیمؓ کی پیدائش کی خوشی:

پھر جب بچہ کی پیدائش کا وقت ہوا تو آپ کی ایک باندی حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں اور پیدائشی مراحل میں ان کی تیمارداری کی۔ اور ان کے شوہر حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے آ کر آنحضرت ﷺ کو حضرت ابراہیم کی پیدائش کی بشارت سنائی تو آپؐ نے انہیں ایک غلام ھبہ کر دیا۔ اور انصار نے بھی حضرت ابراہیم سے محبت شروع کر دی اور وہاں سے اٹھا لیا تا کہ حضرت ماریہ آپؐ کے پاس جا سکیں۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت ماریہؓ:

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عمر نے موسیٰ بن محمد بن عبدالرحمٰن، وہ اپنے والد سے، عمرہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے جتنی غیرت ماریہ کے معاملہ میں آئی اتنی کسی پر نہیں آئی کیونکہ وہ بہت خوبصورت عورتوں میں سے تھی اس کی آنکھوں میں شدید سفیدی اور سیاہی تھی جیسے بڑی بڑی سرمگیں آنکھیں

ہوتی ہیں۔ وہ آپؐ کو بہت محبوب تھی۔ آمد کے ابتدائی ایام میں وہ حضرت حارثہ بن نعمان کے گھر ہمارے پڑوس میں تھی اور آپؐ بھی وہیں ان کے گھر اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہوگئیں تو آپؐ نے اسے بالا خانہ میں منتقل کر دیا اور وہیں اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ اس پر ہمیں (ازواج مطہرات) کو بڑا رشک آتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کو ایک بیٹا دیدیا جبکہ ہم سے کوئی اولاد نہ ہو سکی۔

تحریم کے بعد حلال:

حضرت انس بن مالک یزید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ام ابراہیم (ماریہ) مجھ پر حرام ہے اور فرمایا اللہ کی قسم میں اس کے قریب نہ جاؤں گا حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

"قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ"

"خدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے"

(التحریم ۲)

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ امام مالک بن انسؒ نے فرمایا کہ باندیوں میں حرام حلال ہے کہ جب آدمی یوں کہے "انت علی حرام" یعنی تم مجھ پر حرام ہو تو باندی کے معاملے میں اس جملہ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ البتہ اگر باندی سے یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا تو اس پر کفارہ واجب ہے۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دیدیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت فرمادی گئی اور وہ دوبارہ آپ کے لئے حلال ہوگئیں اور آپؐ نے کفارہ ادا کیا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے انہیں حرام قرار دیا تھا لیکن وہ یمین منعقدہ ہوئی۔ ہمیں محمد بن عمر نے ثوری، داود بن ابی ھند، شعبی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت مسروق فرماتے آنحضرت ﷺ نے اپنی باندی سے ایلاء کر کے حرام کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایلاء کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

"خدا نے تم لوگوں کی قسموں کے لئے کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ اور فرمایا
اے نبی! جو چیز خدا نے تمہارے لیے جائز کی ہے تم کیوں اس سے
کنارہ کشی کرتے ہو" (التحریم ۱)

پس آپؐ نے جس کو حرام کیا تھا وہ حلال ہو گیا۔

حرام قرار دینے کا واقعہ:

حضرت سوید بن عبدالعزیز، اسحاق بن ابی فروہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں ایک دن آپؐ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت فرمائی، جب انہیں معلوم ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ! میرے گھر اور میرے بستر پر؟ یہ تو خالصتاً میرا حق ہے۔ آپؐ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا اے حفصہ اس کے بعد مجھ پر حرام ہے، تم اب خاموش ہو جاؤ اور گفت و شنید بند کر دو۔ انہوں نے عرض کیا میں ایسے نہیں مانتی آپؐ قسم اٹھایئے تب مجھے صبر آئے گا آپؐ نے فرمایا "واللہ لا امسھا ابداً" یعنی میں اب اس کے پاس کبھی نہ جاؤں گا۔ حضرت قاسمؒ اس حرمت کے قائل نہ تھے یعنی "علی حرام" کہنے سے حرمت کے قائل نہ تھے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کو ماریہ اور سیرین ھدیہ میں بھیجی تھیں۔ آپؐ نے حضرت ماریہ کو اپنی باندی بنا لیا اور سیرین حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ھبہ کر دی۔

قبطیوں سے مسلمانوں کی رشتہ داری:

امام زہریؒ حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اہل قبط کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو کیونکہ وہ لوگ ایک تو اہل ذمہ ہیں دوسرے ان سے رشتہ داری ہے فرمایا رشتہ داری اس طرح کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ قبطیوں میں سے تھیں۔ اور نبی پاک ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ (ماریہ) بھی قبطیوں میں سے ہیں۔

مابور نامی غلام کا واقعہ:

ہمیں محمد بن عمر نے معمر و محمد بن عبداللہ، زہری کی سند سے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام ابراہیم (ماریہ) نبی کریم ﷺ کی باندی تھی جو کہ بالا خانے میں رہتی تھیں اور ایک قبطی غلام تھا جو ان کے لئے ضرورت کی اشیاء لکڑیاں اور پانی وغیرہ لے کر آتا تھا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر باتیں بنانی شروع کر دیں کہ ایک قوی آدمی اس کے پاس آتا جاتا ہے۔

یہ بات آپؐ تک پہنچی تو آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جا کر معلوم کرو کیا معاملہ ہے؟ وہ تشریف لے گئے تو یہ غلام آپکو ایک درخت پر دکھائی دیا۔ آپؓ نے اسے دیکھتے ہی تلوار سونت لی اس کو فوراً خطرہ محسوس ہوا اور کچھ کچھ سمجھ بھی گیا کہ آپؓ تفتیش کے لئے آئے ہیں اس نے اپنے اوپر جو چادر اوڑھ رکھی اتار دی اور برہنہ ہو گیا، تو آپ نے اسے دیکھا کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آپؐ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ اگر کسی کام کے لئے بھیجیں اور معاملہ برعکس نکلے تو کیا ہم لوٹ سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ضرور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قبطی غلام کا سارا واقعہ سنا دیا۔ بعض طرق میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا تم نے صحیح کیا کیونکہ حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا[1]

فرماتے ہیں کہ جب حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم کی پیدائش ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم یا ابا ابراھیم یہ گویا کہ معاملہ صاف ہونے کی ایک سند تھی ورنہ جبریل امین کبھی بھی آپ کو ابا ابراہیم نہ کہتے۔ اس سے آپؐ کو اطمینان حاصل ہو گیا۔

حضرت ماریہؓ کے ہاں ابن رسولؐ کی پیدائش:

حضرت ابراہیم مدینہ منورہ میں ہجرت کے آٹھویں سال پیدا ہوئے اور ایک سال دس ماہ آٹھ دن تک زندہ رہے[2]

---

[1] طبقات [2] معارف ابن قتیبہ ۶۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ماریہ کے ہاں جب حضرت ابراہیم کی پیدائش ہوئی تو آپؐ نے فرمایا ماریہ کو اس کے بیٹے نے آزاد کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی باندی کا جب بچہ آقا سے کوئی بیٹا پیدا ہو تو وہ اپنے آقا کی موت کے بعد آزاد ہو جاتی ہے الا یہ کہ آقا اس کو اپنی زندگی میں آزاد کر دے۔

چیخنے سے منع:

حضرت عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی والدہ (جو کہ حضرت ماریہ کی ہمشیرہ جنہیں سیرین کہا جاتا تھا اور آپؐ نے حضرت حسان کو ھبہ کر دیا تھا ان سے بیٹا عبدالرحمٰن پیدا ہوا) فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کی وفات کا وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ بھی قریب ہی تشریف فرما تھے اور میں چیخ چیخ کر رو رہا تھا اور سر میں مٹی ڈال رہا تھا آپ بھی تشریف فرما تھے مجھے منع نہ کیا جب وفات ہو گئی تو آپؐ نے منع فرما دیا۔

ایک وہم جاہلی کی تردید:

پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپؐ کی موجودگی میں انہیں غسل دیا پھر قبر میں اتارنے کے لئے حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ اترے اسی اثناء میں سورج گرہن شروع ہو گیا تو لوگوں نے کہا یہ آپؐ کے بیٹے کی موت کی وجہ سے ہوا ہے آپؐ نے فرمایا سورج گرہن نہ کسی کی موت اور نہ کسی حیات کی وجہ سے ہوتا ہے۔[1] پھر آپؐ نے قبر کی اینٹوں کے درمیان کچھ خلاء دیکھا تو فرمایا اس خلا کو بند کر دو۔ آپؐ سے اس کی خصوصیت پوچھی گئی تو فرمایا اس سے کوئی نفع نقصان نہیں البتہ دیکھنے والوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا بندہ جب بھی کوئی کام کرے تو اللہ کو محبوب یہ ہے کہ اس کو بخوبی انجام دے۔[2]

حضرت ماریہؓ کی عدت کے ایام:

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ام ابراہیم کو یہ حکم دیا گیا کہ عدت تین حیض سے مکمل کریں۔

---

[1] مسند احمد ۴/۲۳۵ [2] الجامع الصغیر سیوطی ۵۷۵ (طبقات ابن سعد ۸/۲۲۳

حضرت ماریہ کا نفقہ:

حضرت موسیٰ بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ماریہ رضی اللہ عنہا کو نفقہ دیتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی ذمہ داری نبھاتے رہے کہ ان کی وفات ہوگئی۔

جنازہ اور تدفین:

حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۶ھ میں ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ لوگوں کو ان کے جنازے کے لئے جمع فرما رہے تھے اور پھر خود نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں بقیع میں دفن کیا۔

ریحانہ بنت شمعونؓ:

نبی کریم ﷺ کی باندیوں میں ایک ریحانہ بنت شمعون بن زید، ان کا تعلق بنو قریظہ سے تھا۔ ۱۰ھ میں نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں ان کا انتقال ہوگیا گو آپ کی وفات سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔ کسی غزوہ میں قید ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تھیں اور آپؐ نے انہیں اپنی باندی بنا کر رکھ لیا تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ انہیں آزاد کر کے آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ریحانہ کا نسب اور کچھ احوال:

علامہ ابن عبدالبر نے امام زہریؒ سے نقل کیا کہ آپؐ نے انہیں باندی بنایا تھا پھر جب آزاد کر دیا تو یہ اپنے قبیلہ والوں کے پاس واپس چلی گئی تھیں۔

البتہ دو مزید باندیاں اور تھیں جو ایک حبہ میں آپ کے پاس آئی اور دوسری قید ہو کر آئیں تھیں۔ (ابن اثیر نے ان کا نسب یوں لکھا ہے۔ ریحانہ بنت شمعون بن زید بن قنامہ۔ بنی قریظہ سے تھیں) یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا انتقال رسول اکرم ﷺ کے بعد ہوا ہے۔ انہیں پردہ کر کے ام المومنین بننے کی پیشکش بھی کی تھی مگر انہوں نے اسے مشکل جان کر

باندی رہنا قبول کیا۔ پہلے یہ مسلمان نہیں ہوئیں مگر بعد میں مسلمان ہوگئیں اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی موجودگی میں بشارت دی)

علامہ ابن سعدؒ نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا نسب اس طرح نقل کیا ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن شمعون بن زید جو کہ قبیلہ بنو نضیر سے تھی۔ بنو قریظہ کے ایک آدمی سے ان کی شادی ہوئی جسے حکم کہا جاتا تھا اسی لئے بعض حضرات نے انہیں بنو قریظہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

نکاح کی روایت:

ہمیں محمد بن عمر نے عبداللہ بن جعفر، یزید بن الھاد نے ثعلبہ بن ابی مالک کی سند سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ جو کہ بنو نضیر میں سے تھیں اور اسی قبیلہ کے ایک آدمی سے ان کا نکاح بھی ہوا تھا جسے حکم کہا جاتا تھا۔ جب مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو اس میں یہ قید ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور آپ کے پاس ان کا انتقال ہوا۔

ریحانہ کی اپنی زبانی:

حضرت عمر بن الحکم فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ریحانہ بنت زید کو آزاد کر دیا تھا۔ اس سے قبل ان کا ایک شوہر تھا جس سے یہ جی جان سے محبت کرتی تھیں قید ہونے کے بعد انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس کے بعد کسی سے شادی نہ کریں گی۔ اور یہ بہت ہی خوبصورت تھیں۔

جب بنو قریظہ کے لوگوں کو گرفتار کر کے آپؐ کے پاس لایا گیا تو فرماتی ہیں کہ مجھے بھی آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو (ریحانہ) الگ کر دو۔ اور مال غنیمت میں سے آپؐ کو اختیار تھا کہ جس قدر چاہیں وصول کر لیں۔ جب مجھے الگ کیا گیا تو اللہ نے مجھے نبی کریم ﷺ کے لئے منتخب فرما دیا۔ تو آپؐ نے مجھے چند دن کے لئے ام منذر بنت قیس کے گھر بھیج دیا یہاں تک کہ بعض قیدیوں کو قتل کیا گیا اور بعض کو جدا جدا کر دیا گیا۔

پھر جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں شرم کے مارے چھپ گئی اور آپؐ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اگر تم اللہ و رسول کو اختیار کرو (قبول اسلام) تو اللہ کا رسول تمہیں اپنے لئے منتخب کرے گا۔ میں نے عرض کیا میں اللہ و رسول کو ہی پسند کرتی ہوں''

جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو آپؐ نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کرلیا اور میرے لئے بارہ اوقیہ سے کچھ زیادہ مہر مقرر فرما دیا جیسا کہ آپؐ حسب عادت اپنی ازواج مطہرات کے لئے مہر مقرر کرتے تھے۔ اور ام المنذر کے گھر میں آپؐ نے میرے ساتھ شب زفاف منائی۔ اور میرے لئے باری مقرر کر دی اور مجھ پر پردہ لازم کر دیا۔ آپؐ ان سے بہت محبت فرماتے تھے یہ جب بھی کوئی چیز مانگتیں آپ عنایت فرما دیتے۔

ان سے ایک مرتبہ کسی نے کہا تم جو آپؐ کو اس قدر محبوب ہو اگر تم بنو قریظہ کی خلاصی کی درخواست کر دیتی تو آپؐ سارے بنو قریظہ کو آزاد کر دیتے انہوں نے کہا دراصل مجھ سے خلوت ہی قیدیوں کے فیصلہ کے بعد ہوئی تھی۔ آپؐ ان کے پاس بکثرت تشریف لے جاتے۔ یہ آپؐ کے نکاح ہی میں رہیں حتیٰ کہ جب حجۃ الوداع سے واپسی ہوئی تو ان کا انتقال ہو گیا اور بقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔

ریحانہ کو طلاق اور رجوع:

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریحانہ رضی اللہ عنہا ان قیدیوں میں تھیں جنہیں بنو قریظہ کے محاصرے کے دن قید کیا گیا تھا اور یہ نہایت ہی حسین و جمیل عورت تھیں جب ان کے زوج کو قتل کر کے انہیں قیدی بنا کر آپؐ کے پاس لایا گیا تو آپ نے انہیں منتخب فرما کر اختیار دے دیا کہ چاہو تو اسلام قبول کرلو اور چاہو تو اپنے دین پر رہو انہوں نے اسلام قبول کرلیا آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کرلی اور ان پر پردہ لازم کر دیا لیکن یہ بہت غیور تھیں آپؐ پر انہیں بہت غیرت آتی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے انہیں طلاق دے دی۔ اس کا ان پر بڑا سخت اثر ہوا جہاں بیٹھی ہوئی تھیں وہیں بیٹھے بیٹھے روتی رہیں۔ جب آپؐ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو رجوع فرمالیا اور پھر یہ آپؐ کے نکاح میں رہیں یہاں تک کہ آپؐ کی وفات سے قبل ان کی وفات ہوئی۔

طلاق کے بعد گھر واپس جانے کی غلط روایت:

امام زہریؒ سے منقول ہے کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی باندی تھیں پھر آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا پھر آپؐ نے انہیں طلاق دیدی تھی اور یہ اپنے قبیلہ والوں کے پاس چلی گئی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نہ دیکھے یہ زیادہ محبوب ہے۔

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایات میں بعض حضرات نے انہیں بنو قریظہ کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ بنونضیر میں سے تھیں۔ اور دوسری بات یہ مذکور ہے کہ جب انہیں آپؐ نے طلاق دیدی تھی تو یہ اپنے قبیلہ والوں کے پاس چلی گئی تھیں۔ یہ بھی غلط ہے صحیح روایات میں صراحت ہے کہ ان کا آپؐ کے پاس انتقال ہوا تھا۔

یہاں تک جو بھی مذکور ہوا میرے نزدیک یہی اصح وراجح ہے اور اسی کو حضرات اہل علم صحیح اور صحیح مافی الباب روایات کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں۔

ریحانہ کے باندی ہونے کی روایات:

بعض حضرات کا رجحان اس طرف بھی ہے کہ حضرت ریحانہ کنیز نبوی ﷺ کو آزاد نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ آپ کی باندی ہی رہیں اور اسی حال میں آپؐ کی وفات ہوئی۔

چنانچہ ہمیں عبدالملک بن سلیمان نے ایوب بن عبدالرحمٰن بن الصعصعہ المعادی کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے بنوقریظہ کے لوگوں کو قید کیا تو ریحانہ کو حضرت سلمٰی بنت قیس یعنی ام المنذر کے گھر بھیج دیا وہ ان کے پاس رہیں جب استبراء رحم ہوا تو حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا نے آپ کو اطلاع کی تو آنحضرت ﷺ ام المنذر کے گھر تشریف لائے اور حضرت ریحانہ سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں آزاد کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لوں گا اور اگر چاہو تو میری باندی بن کر رہو تمہیں اختیار ہے۔ حضرت ریحانہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے آپ کی باندی بن کر رہنا ہی زیادہ آسان ہے۔ پس آپ کی باندی ہی رہیں اور تا دم اخیر آپ کے پاس تھیں۔

ریحانہ کا قبول اسلام:

ہمیں محمد بن عمر نے عمر بن مسلمہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم فرماتے ہیں کہ جب حضرت ریحانہ قیدی بنا کر آپؐ کے پاس لائی گئی تو آپؐ نے ان کو اسلام پیش کیا۔ انہوں نے اعراض کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی قوم کے دین پر رہوں گی۔ آنحضرت ﷺ نے مزید ترغیب دیتے ہوئے فرمایا! اگر تم اسلام قبول کرلو تو اللہ کا رسول تمہیں اپنے لئے چن لے گا۔ اس پر بھی انہوں نے انکار کردیا تو آپؐ پر سخت گراں گزرا۔

پھر آپؐ صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس کی۔ آپؐ نے فرمایا یہ ابن سعیہ[1] ہے جو ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے کے لئے میرے پاس آرہا ہے۔ چنانچہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام کی بشارت آپ کو سنائی اس کے بعد آپؐ نے انہیں باندی بنا کر ہی اپنے پاس رکھا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہوگیا۔[2]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

[1] یہ ثعلبہ بن سعیہ ہیں ان کو ابن یامین بھی لکھا گیا ہے۔ بنو قریظہ سے تعلق تھا بنو قریظہ کے حصار کے وقت ابن سعیہ اور ان کے بھائی اسید اور اسد بن عبید مسلمان ہوگئے اور ان کے جان و مال بخش دیئے گئے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ثعلبہ حیات رسولؐ ہی میں وفات پاگئے تھے۔ (اسد الغابہ ۲۸۸/۱)

[2] یہ روایت ابن اثیر نے اسد الغابہ (۱۴۰/۷) پر درج کی اور سیرت ابن ہشام میں ۲۴۵/۲ پر موجود ہے

آپ ؐ کی بنات کے فضائل

حضرت فاطمہ زہرا ؓ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد تو سرور کونین ﷺ تھے اور والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھیں۔ اور آپ ؓ کی ولادت نبوت مقدسہ سے پانچ سال قبل تعمیر بیت اللہ کے زمانہ میں ہوئی۔

حضرت فاطمہ ؓ کے لئے شیخین کے پیغام نکاح:

ہمیں سلیم بن ابراہیم نے منذر بن ثعلبہ، علباء بن احمر لشکری کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو آپ ؐ نے فرمایا اے ابوبکر میں فیصلہ کا انتظار کر رہا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو آپ ؐ کا جواب بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں آپ ؐ نے رد کر دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم اپنے لئے حضرت فاطمہ کا پیغام دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا تو آپ ؐ نے وہی جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیا تو حضرت عمر نے ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بتایا تو انہوں نے فرمایا تمہیں بھی رد کر دیا۔

حضرت علی ؓ کا پیغام نکاح:

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے اہل خانہ نے کہا کہ تم فاطمہ کے لئے پیغام نکاح بھیجو۔ انہوں نے فرمایا کیا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد بھی (رد کرنے) میرے لئے گنجائش ہے؟ پھر ان کے خاندان والوں نے ان کی آپ ؐ سے رشتہ داری کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ آپ ؐ نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک اونٹ اور کچھ تھوڑا سا سامان تھا جسے فروخت کیا تو چار سو اسی درہم کے عوض فروخت ہوا۔ آپ ؐ نے فرمایا اس کو دو تہائی میں تقسیم کر کے ایک تہائی مہر میں اور ایک تہائی اشیاء ضرورت سامان وغیرہ میں صرف کر لو[1]۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ ۱۹/۸

ہمیں فضل بن زکریا نے موسیٰ بن قیس الحضرمی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت حجر بن عنبس (انہوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور زمانہ جاہلیت میں ایک دفعہ انہوں نے خون بھی پیا تھا اور زمانہ اسلام میں اسلام قبول کیا لیکن زیارت نبوی نہ کر سکے۔ اور جنگ جمل وصفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے آپؐ کو پیغام نکاح دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے علی! یہ (فاطمہ) تمہاری ہے اور میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرات شیخین سے قبل آپؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وعدہ کر چکے تھے۔

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لئے آپؐ سے عرض کیا تو آپؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ علی تمہارے نکاح کیلئے کہہ رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔

پیغام دینے کی ہمت رسول اللہؐ کی نوازشات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فاطمہ سے نکاح کے پیغام کا ارادہ کیا پھر میں نے دل میں سوچا میرے پاس تو کچھ مال ومتاع وغیرہ نہیں میں کیسے نکاح کے لئے پیغام دوں گا؟ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے آپؐ کی نوازشات اور صلہ رحمی کا سوچا تو میرے اندر ہمت پیدا ہوگئی کہ میں آپؐ کو نکاح کا پیغام دیدوں۔

چنانچہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نکاح سے متعلق عرض کر دیا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ (مال) ہے جو مہر وغیرہ ادا کر سکو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں آپؐ نے فرمایا تمہاری حطمی کی زرع کہاں ہے جو میں نے تمہیں فلاں دن دی تھی؟ آپؓ نے عرض کیا وہ میرے پاس موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ زرع ہی فاطمہ کو بطور مہر دے دینا۔ آپؓ نے ایسا ہی کیا۔ اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں ہے کہ آپؓ نے وہ زرع بطور مہر دی اور آپؐ نے ان کا نکاح پڑھا دیا تھا حضرت عکرمہ جو

اس روایت کو نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس کی قیمت چار سو درہم تھی۔

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی شادی کے موقع پر لوہے کی ایک زرع مہر میں دی گئی۔

حضرت یحییٰ بن کثیر عکرمہؓ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو خلوت سے قبل آپؐ نے فرمایا کچھ دے دینا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے آپؐ نے فرمایا تمہاری وہ حطمی زرع کہاں ہے؟

ہمیں مالک بن اسماعیل نے ابو غسان النھدی، عبدالرحمٰن بن حمید الرواسی، عبدالکریم بن سلیط، بریدہ کی سند سے بیان کیا وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انصار کے بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لئے آپؐ سے درخواست کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے پاس تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا ابن ابی طالب کی آمد کام کے لئے ہوئی ہے؟ عرض کیا کہ میں فاطمہ بنت نبی مکرم ﷺ سے نکاح کا خواہاں ہوں، آپؐ نے فرمایا مرحباً واھلاً (خوش آمدید آنا مبارک ہو) البتہ اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے راستہ میں انصار کے وہی لوگ منتظر نظر آئے جنہوں نے آپؓ کو بھیجا تھا پوچھا کیا جواب ملا؟ فرمایا معلوم نہیں کیا آپؐ کا ارادہ تھا بس اتنا کہا مرحباً واھلاً۔ انہوں نے کہا اگر آپ ایک لفظ (مرحباً) فرمادیتے تمہارے لئے کافی تھا جبکہ آپؐ نے تمہیں دونوں الفاظ سے نواز دیا۔

پھر جب بعد میں آپؓ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا اے علی! شادی کے موقع پر ولیمہ بھی تو ہونا چاہئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس ایک دنبہ ہے اور انصار نے بھی کچھ تھوڑا بہت سامان جمع کر دیا۔ پھر جب رات کا وقت ہوا تو فرمایا اپنے اہل خانہ کے پاس جانے سے قبل مجھ سے ضرور مل لینا، راوی فرماتے ہیں کہ

پھر آپؐ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور وضو فرما کر پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بہا دیا پھر آپؐ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر میں ایک زرع اور ایک پرانی چادر دی تھی۔

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم فاطمہ کو اپنی زرع بطور مہر دے دو۔

فاطمہؓ کے گھر کا سامان:

ہمیں حسن بن موسیٰ نے زہیر، جابر نے محمد بن علی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کو نکاح کے موقعہ پر بکری کی ایک کھال اور پرانی سی ایک چادر دی تھی۔

حضرت مجاہد، عامرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے فاطمہ سے نکاح کیا تو ہمارے پاس مینڈھے کی ایک کھال تھی جس پر ہم دونوں رات کو سوتے تھے اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ ڈالا کرتے تھے اس اونٹ کے سوا ہمارے پاس کوئی خادم نہ تھا۔

ہمیں محمد بن فضیل نے یحییٰ بن سعید کی سند سے بیان کیا کہ حضرت محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر پانچ سو درہم اور ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔

شادی کی تاریخ:

ہمیں محمد بن عمر نے عبید اللہ بن محمد کی سند سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ماہ رجب میں ہجرت کے پانچ ماہ بعد ہوا۔ اور جب غزوہ بدر سے واپس ہوئے تو رخصتی ہوئی اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

فاطمہؓ کا گھر:

ہمیں محمد بن عمر نے ابراہیم شعیب، یحییٰ کی سند سے بیان کیا کہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ

جب آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو کم و بیش ایک سال تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ہی قیام فرمایا۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اپنے لئے کوئی گھر تلاش کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو گھر ملا وہ آپ کی قیام گاہ سے تھوڑا دور تھا اور وہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

جب نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ میری خواہش ہے تم میری قیام گاہ کے قریب کہیں منتقل ہو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ حارثہ بن نعمان سے بات کیجئے کہ وہ مجھ سے مکان بدل لے۔ آپؐ نے فرمایا حارثہ نے پہلے بھی ہم سے بہت تعاون کیا ہے اب مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ پھر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپؓ خود خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا یارسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فاطمہ کو اپنے قریب لانا چاہتے ہیں اور فرمایا یہ میرے گھر ہیں اور بنو نجار کے تمام گھروں میں سے آپ کے قریب ترین گھر ہیں۔ اور فرمایا یارسول اللہ! میں اور میرا تمام اثاثہ اللہ اور رسول کے لئے وقف ہے آپ مجھ سے جو کچھ بھی قبول فرمالیں گے مجھے وہ اس کی نسبت زیادہ محبوب ہے جو میرے لئے چھوڑیں گے۔ آپؐ نے فرمایا حارثہ تم سچ کہتے ہو اللہ تمہیں مبارک کرے۔ پھر آپؐ نے حضرت فاطمہ کو حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل کر دیا۔[1]

حضرت فاطمہؓ کا ولیمہ:

ہمیں محمد بن اسماعیل نے ابن ابی فدیک، عون بن محمد بن علی بن ابی طالب کی سند سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی دادی حضرت ام جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے تمہاری دادی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کے دن تیار کیا تھا اور ان کے گھر میں ایک بچھونا اور ایک عدد تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ فرماتی ہیں کہ ان کی شادی پر ولیمہ بھی بڑا شاندار کیا گیا تھا۔

---

[1] اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی کو ایسی جگہ بیاہنا بہتر ہے جہاں سے وہ بلا تکلف آجا سکے یا والدین بلا تکلف خیر و خبر کر لیا کریں۔ واللہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصف وسق کے بقدر گیہوں ایک یہودی سے حاصل کئے تھے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی تھی۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ شادی کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہی بچھونا تھا جو مینڈھے کی کھال تھی اور چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ جب یہ حضرات سونا چاہتے تو مینڈھے کی کھال کو الٹ کر کے سو جایا کرتے تھے۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا مہر ایک پرانی چادر اور ایک کھال تھی۔

رخصتی کے بعد:

ہمیں عبدالوہاب بن عطاء نے سعید بن عروبہ۔ ابی یزید المدینی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی تو جو سامان آپؐ نے بطور جہیز دیا اس میں ایک چارپائی ایک چمڑے کا تکیہ، ایک پیالہ، اور ایک مشکیزہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں لا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بچھادی گئیں۔

نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تمہارے اہلیہ گھر تشریف لائیں تو میرے آنے کا انتظار کرنا۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ یہود کی عادت تھی کہ شوہر کو بیوی سے دور رکھا جاتا تھا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائیں تو کچھ دیر تک دونوں حضرات گھر میں بیٹھے رہے پھر آپؐ تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے پر دستک دی تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا باہر آئیں۔ آپؐ نے فرمایا میرا بھائی یہاں موجود ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! علی کیسے آپ کے بھائی ہیں جبکہ آپ نے ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہے (یعنی حضرت علی آپ کے چچا کے بیٹے تھے اس لئے فرمایا بھائی)

پھر آپؐ نے فرمایا کیا اسماء بنت عمیس بھی یہاں موجود ہیں حضرت ام ایمن نے فرمایا

جی ہاں آپؐ نے فرمایا کیا تم بنت رسول اللہ کے اکرام کے لئے آئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے تصویب فرمائی اور انہیں دعائیں دیں۔ پھر آپ نے ایک طشت میں پانی منگوایا اور اس میں کلی کی اور ہاتھ دھوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے کندھے اور سینہ اور ہاتھوں پر اس پانی سے چھینٹے مارے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر اسی طرح پانی کے چھینٹے مارے اور فرمایا اے فاطمہ میں نے اپنے خاندان کے سب سے افضل آدمی کے ساتھ تمہاری شادی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ یعنی میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے سب سے افضل آدمی سے کی ہے۔ حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی اور جو کچھ سامان وغیرہ تیار کیا اس میں ایک تکیہ اور ایک بچھونا تھا۔

اثاثہ زوجیت:

ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے دارم بن عبدالرحمن الحمی، شیخ کی سند سے بیان کیا کہ مجھے میری دادی نے بیان کیا جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا تھا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر سے رخصت کیا گیا تو ان کے بدن پر دو چادریں تھیں جو پرانے زمانہ کے رواج کے مطابق تیار کی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں چاندی کے دو کڑے تھے جن پر زعفران کا پانی چڑھایا گیا تھا۔ جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ چبوترے پر بکری کی ایک کھال رکھی ہوئی ہے اور ایک عدد چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی، ایک مشکیزہ، ایک چھانی، ایک تولیہ، اور پیالہ رکھا ہوا تھا۔

دولہا دلہن کو رسولؐ کی دعائیں:

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کے موقع پر لوہے کی ایک زرع دی تھی۔

ہمیں حوذہ بن خلیفہ نے عوف بن عبداللہ بن عمرو کی سند سے بیان کیا کہ جس رات

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کیا گیا۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تک میں خود نہ آ جاؤں، تم ملاقات نہ کرنا، پھر آپؐ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی، پھر اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دور بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تمہارے دل میں اللہ اور رسول کی محبت کامل درجہ کی موجود ہے۔ پھر آپؐ نے پانی منگوایا اور اس میں کلی کی اور پھر دونوں کے سینہ پر اس پانی کے چھینٹے مارے۔

فاطمہؓ کی حیاء:

ہمیں عفان بن مسلم نے حماد بن سلمہ، عطاء بن سائب، وہ اپنے والد کی سند سے بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو ساتھ ایک چادر، ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو پاٹ کی چکی، ایک مشکیزہ، دو مٹکے بھیجے۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا فاطمہ! کنویں سے پانی نکالتے نکالتے اب مجھے سینہ میں درد محسوس ہونے لگا ہے۔ تمہارے والد مکرم ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہوئے ہیں، جا کر عرض کر دو تا کہ کوئی خادم مل جائے، جس سے ہمیں بھی کچھ راحت مل جائے گی، آپؓ نے فرمایا اللہ کی قسم چکی پیستے پیستے میرے اپنے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے پاس گئیں تو آپؐ نے پوچھا بیٹی کیوں آئی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غلام مانگنے سے شرم آئی تو عرض کیا کہ بس سلام دعا کرنے آئی تھی۔ اور پھر بغیر خادم طلب کیے اپنے گھر واپس لوٹ آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا فاطمہ تم غلام مانگنے گئی تھی کیا جواب ملا؟ آپؓ نے فرمایا مجھے شرم آ رہی تھی اس لئے میں نے آپؐ سے کوئی چیز نہ مانگی اور واپس لوٹ آئی ہوں۔

غربت کی حالت:

پھر حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما دونوں مل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بخدا پانی نکال نکال کر مجھے سینہ میں درد ہونے لگا ہے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اب آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہوئے ہیں ہمیں آپ کوئی خادم مرحمت فرمادیں تو ہمارے لیے کچھ سہولت کا سامان ہو جائے گا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا دونوں میری بات غور سے سنو! دیکھو یہ اہل صفہ ہیں ان کے کھانے پینے کا میرے پاس کوئی انتظام نہیں اور حالت یہ ہے کہ بھوک کی شدت سے ان کی حالت غیر ہو رہی ہے۔ میں ان غلاموں کو فروخت کر کے ملنے والی رقم سے ان کے لئے کچھ انتظام کرونگا۔ اب ایسے حالات میں میں تم کو کہاں سے غلام دے سکتا ہوں؟

چنانچہ دونوں حضرات واپس لوٹ آئے اور سونے کے لئے اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے اوڑھنے والی چادروں کی حالت یہ تھی کہ اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ ابھی یہ حضرات لیٹے ہی تھے کہ آپؐ تشریف لے آئے آپؐ کو دیکھتے ہی دونوں بوجہ ادب آگے بڑھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ رہو۔ البتہ تم نے جو چیز مجھ سے مانگی تھی اس سے بہتر تمہیں نہ بتاؤں؟ دونوں نے بیک زبان عرض کیا ضرور بتایئے۔

آپؐ نے فرمایا وہ ایسے کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائے ہیں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ کہا کرو۔ دس دفعہ ہی الحمد للہ، اللہ اکبر کہا کرو۔ اور جب تم سونے کے لئے اپنے بستروں پر آؤ تو تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ تینتیس (۳۳) دفعہ الحمد للہ، اور چونتیس (۳۴) دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے آپؐ نے مجھے یہ کلمات سکھائے ہیں میں نے انہیں کبھی بھی ترک نہ کیا۔ ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے انہیں لیلۃ (جنگ) صفین میں بھی ترک نہ کیا؟ آپؓ نے فرمایا عراقیو! تمہارا ستیاناس ہو میں نے انہیں لیلۃ صفین کے موقعہ پر بھی ترک نہ کیا۔

حضرت علیؓ کا غصہ اور رسولؐ کی فاطمہؓ کو نصیحت:

حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کسی معاملہ میں غصہ ہو گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں جا کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کروں گی اور پھر آپؐ کے پاس تشریف لے گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چھپ کر ان کے پیچھے ہی چلے آئے تا کہ سن سکیں یہ کیا شکایت کریں گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے اپنے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی اور غصہ کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اے بیٹی میری بات غور سے سن اور اس کو سمجھ لے کہ کوئی عورت بھی اس وقت تک عورت نہیں بن سکتی جب تک اپنے شوہر کی خواہش کو سمجھ کر پورا کرنے والی نہ ہو اگرچہ شوہر خاموش ہی رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے میں نے سختی وغصہ کرنا بھی بند کر دیا اور تہیہ کر لیا کہ اگر فاطمہ کو کسی بات سے تکلیف ہوتی ہو تو وہ بات بھی کبھی نہ کروں گا۔

رسول اللہؐ کا علیؓ و فاطمہؓ کی صلح کرانا:

ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے عبد العزیز بن سیاہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت حبیب ابن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ جب آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو آپ کے لئے بستر بچھایا گیا آپؐ اس پر لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پہلو میں ایک جانب آ کر لیٹ گئیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو دوسری جانب پہلو میں وہ بھی لیٹ گئے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے شکم مبارک پر رکھ لیا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اس کو بھی اپنے شکم مبارک پر رکھ لیا۔ اور پھر آپ دونوں سے گفتگو فرماتے رہے حتیٰ کہ دونوں کے درمیان آپ نے صلح کرا دی۔ جب باہر تشریف لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ جب آپ گھر تشریف لے گئے تھے تو آپ کی یہ کیفیت نہ تھی اور جب ان کے گھر سے باہر نکلے تو آپ کے چہرے پر خوشی

کے آثار بڑے نمایاں نظر آرہے ہیں۔ فرمایا میں کیوں نہ خوش ہوتا کیونکہ میں نے ایسے افراد کے درمیان صلح کروائی کہ دونوں مجھے انتہائی محبوب ہیں۔

حضرت علیؓ و فاطمہؓ کی عمروں میں فرق:

حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا عمر میں آپ سے میں بڑی ہوں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا فاطمہ! تم جب پیدا ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پینتیس سال تھی اور اہل قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اس سے بھی کئی سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے حضرت حسن، حضرت حسین، ام کلثوم، زینب رضی اللہ عنہم ہیں جو کہ سب بنو حضرت علی رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی رسول اللہؐ سے مشابہت اور اعزاز:

ہمیں فضل بن دکین نے زکریا بن ابی زائدہ، فراس، شعبی، مسروق کی سند سے بیان کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایام مرض وفات میں ایک دن میں آپؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لا رہے ہیں۔ (یہ کنایہ ہے تشبیہ فی المشی میں) حضرت فاطمہ کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "مرحبا یا بنتی" پھر آپؐ نے انہیں بائیں یا دائیں (راوی کا شک) جانب اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر آپؐ نے ان سے کوئی سرگوشی کی جس سے فاطمہ رونے لگیں۔ آپؐ نے دوبارہ سرگوشی کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ رونا اور ہنسنا دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ پھر میں نے فاطمہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا سرگوشی کی تھی؟ انہوں نے فرمایا میں آپؐ کے راز کو افشا نہیں کروں گی۔ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ رحلت فرما گئے تو ایک دن میں نے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل امین ہر سال

میرے پاس تشریف لاتے ہیں اور ایک دفعہ قرآن کا دور کرتے ہیں لیکن اس مرتبہ دو دفعہ دور کیا تھا۔ فرمایا میں یہی سمجھتا ہوں کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے البتہ تمہارے اسلاف میں سب سے بہتر میں ہی ہوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ بات سن کر تو میں روئی تھی۔ اور پھر جب دوبارہ آپؐ نے سرگوشی فرمائی تو کہا کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں کہ تم اس امت کی اور تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہو۔ اس بات پر مجھے ہنسی آئی تھی۔

خیبر کی زمین سے فاطمہؓ کو حصہ:

حضرت عبدالرحمن اعرج فرماتے ہیں کہ خیبر کی پیداوار میں آپؐ نے حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو گیہوں اور کھجور کے تین سو وسق دیئے تھے جن میں سے پچاس وسق گیہوں تھے اور دو سو وسق فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے تھے۔

مرض وفات اور حضرت ابوبکرؓ سے گلے شکوے دور:

حضرت اسماعیل بن عامر فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض وفات میں تھیں تو ایک دن خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، دروازے پر ابوبکر ہیں اگر تم چاہو تو اندر آنے کی اجازت دو؟ آپؓ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ فرمایا ہاں مجھے پسند ہے، تو اجازت ملنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور بہت سے عذر پیش کئے حتیٰ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔

ایک باوقار وفات:

ہمیں یزید ابن هارون نے ابراہیم بن سعد، محمد بن اسحاق، علی بن فلاں بن ابی رافع، وہ اپنے والد کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمیٰ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہو گئیں تو جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن میرے پاس آئیں اور فرمایا میں غسل کرنا چاہتی ہوں مجھے پانی دو انہیں پانی دیا گیا تو انہوں نے اچھی طرح غسل کیا جیسا کہ حالت صحت میں اہتمام سے غسل کیا کرتی تھیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ میرے نئے کپڑے

لیکر آؤ، وہ بھی پیش کیے اور پہن کر فرمایا اب میرا بستر گھر کے درمیان میں لگا دو، وہ بھی گھر کے درمیان بچھایا گیا تو آپؓ آ کر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں۔ اور فرمایا اب میری موت کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ وفات کے بعد میرا چہرہ کسی کے لئے نہ کھولنا۔ حضرت سلمیٰ فرماتی ہیں کہ پھر کچھ دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے تو انہیں بتایا گیا فرمایا کسی کے لئے بھی چہرہ مت کھولنا پھر آپؓ کو لے جا کر اسی غسل میں دفنا دیا گیا۔

انبیاء کا مال میراث نہیں:

ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے اپنے والد، صالح بن کیسان، ابن شہاب زہری، عروہ کی سند سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ کیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''انبیاء کی کوئی میراث نہیں اور ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے'' اس پر حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں[1] (اور ابھی گذر چکا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے راضی کر لیا تھا اور ان کی سمجھ میں بات آ گئی تھی)

نبی کریم ﷺ کے بعد:

امام زہری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ یہی راجح ہے۔ ان کی وفات ۱۱ھ میں تین رمضان بروز منگل رات کے وقت ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر انتیس برس تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میت کے لئے پہلی دفعہ چارپائی تیار کی گئی اور حضرت اسماء بنت عمیس[2] رضی اللہ عنہا نے وہ چارپائی تیار کی تھی کیونکہ جب وہ حبشہ میں تھیں تو وہاں کے لوگوں کو انہوں نے اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

---

[1] مسند احمد ۱/۶

[2] یہ اسماء بنت عمیس حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ ہیں حضرت فاطمہؓ کی وفات سے لیکر تدفین تک یہ وہیں تھیں اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جنازے میں ابوبکرؓ نہ ہوں۔

نماز جنازہ کس نے پڑھائی:

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی حضرت علی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں قبر میں اتارا تھا یہی روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی ہے۔

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں آپؓ کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔

ایک روایت امام شعبیؒ سے یہ منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

تدفین کب ہوئی؟

ہمیں مطرف بن عبداللہ سیاری نے عبدالعزیز بن ابی حازم، محمد بن عبداللہ کی سند سے بیان کیا کہ امام زہریؒ فرماتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دفن کیا۔ نیز متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کے وقت ہی دفن کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا تھا۔

قبر مبارک کہاں ہے؟

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن بن الموالی سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اس مسجد کے پاس ہے جہاں بقیع میں لوگ نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا وہ تو مسجد رقیہ ہے جسے ایک عورت نے آباد کیا تھا۔ البتہ حضرت فاطمہ کی قبر تو دار عقیل کے پاس بنوالجحش کے گھروں کی کھڑکی کھلتی ہے جو بنو نبیہ کے گھر کے پاس ہے یعنی بقیع میں ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اور راستہ کے درمیان تقریباً سات گز کا فاصلہ ہے۔

ہمیں محمد بن عمر نے عبداللہ جعفر، عبداللہ بن حسن کی سند سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا ایک دن سخت گرمی کی دوپہر میں مغیرہ بن عبدالرحمٰن کو دیکھا کہ وہاں بقیع میں کھڑے

میرا انتظار کر رہے ہیں، میں نے دیکھ کر پوچھا اے ابو ہشام تم یہاں کس لئے کھڑے ہو؟ فرمایا میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس جگہ یعنی دار عقیل میں جو حصہ قبیلہ بنی الجعحش کے قریب ہے دفن کیا گیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کے اس کے قریب میں بھی جگہ خرید لوں تاکہ موت کے بعد مجھے یہیں دفن کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن حسن نے فرمایا میں ضرور تمہارے لئے کوشش کرونگا پھر انہوں نے بنو العقیل سے بہت اصرار کیا کہ وہ جگہ مغیرہ کو فروخت کر دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ مجھے یقین محکم ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اسی جگہ ہے۔[1]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

[1] حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے تفصیلی حالات جو یہاں مصنف نے ذکر کئے ہیں وہ اکثر طبقات ابن سعد سے لئے گئے ہیں۔ دیکھئے: (۱۹/۸ تا ۳۳)

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ

ان کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں۔ یہ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی ان کے خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی سے نبوت سے قبل ہوئی تھی۔ اور یہ آپ کی پہلی بیٹی تھیں جن کی شادی ہوئی۔ ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد بن اسد حضرت زینب کی خالہ تھیں۔

حضرت زینبؓ کی اولاد:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ابوالعاص سے دو بچے علی، امامہ پیدا ہوئے بعد ازاں امامہ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انہوں نے اسی کی وصیت فرمائی تھی۔ البتہ ان کا بیٹا علی بچپن میں وفات پا گیا تھا۔ جس وقت وہ بنی غاضرہ میں رضاعت کے لئے موجود تھے تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں گلے لگا کر کہا کہ جو میری اولاد میں شریک ہوگا میں اس سے زیادہ حقدار ہوں اور جو کافر کسی مسلمان کے ساتھ شریک ہو تو وہ مسلمان اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی سواری پر ان کے پیچھے یہی علی تشریف فرما تھے قریب البلوغ ہونے پر ان کا انتقال ہوا۔[1]

حضرت زینبؓ کی ہجرت:

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے والد یعنی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئیں۔ اور ابوالعاص نے اسلام قبول نہ کیا۔

ابوالعاص کی گرفتاری:

ہمیں محمد بن عمر نے المنذر بن سعد، عیسیٰ بن معمر، عباد بن عبداللہ بن الزبیر کی سند سے

---

[1] الاستیعاب ۴/۳۱۲۔ اسد الغابہ ۱۳۵/۳۔ ابوالعاص کے اسلام لانے کا قصہ وغیرہ الاستیعاب ۱۱۲/۲ ۱۷۰ پر دیکھئے

بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوالعاص بن الربیع غزوہ بدر کے موقعہ پر مشرکین مکہ کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ انہیں حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ پھر جب اہل مکہ نے اپنے قیدی چھڑانے کے لئے فدیئے بھیجے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو اس وقت تک مکہ میں ہی تھیں۔ انہوں نے ابوالعاص کے بھائی عمرو بن الربیع کے ہاتھوں بطور فدیہ ایک ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص سے شادی کے موقعہ پر اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ چونکہ وہ ہار فدیہ کے لئے آیا تھا تو جب وہ ہار آپؐ نے دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور اس سے آپؐ کو حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی آپؐ نے ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔

اور پھر آپؐ نے حضرات صحابہ سے درخواست کی کہ اس قیدی کو آپ لوگ آزاد کر دیں اور اس کے فدیہ میں دیا جانے والا مال بھی واپس کر دیں۔ حضرات صحابہ نے اس رائے کو اس طرح قبول کیا گویا وہ اسی کے انتظار میں ہوں اور ابوالعاص بن الربیع کو آزاد کر کے وہ ہار بھی واپس لوٹا دیا۔ پھر آپؐ نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ مکہ جاتے ہی میری بیٹی کو مدینہ بھیج دینا انہوں نے بھی اس کو قبول کر لیا اور جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔ یہ روایت مذکورہ بالا ہجرت والی روایت سے زیادہ راجح ہے۔

حضرت ہشام بن محمد کلبی معروف بن الخربوذ مکیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ایک دفعہ ابوالعاص سفر کے لیے شام کی طرف نکلے تو انہیں اپنی زوجہ حضرت زینب بنت رسول ﷺ کی یاد نے بڑا ستایا تو مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

ذکرت زینب لما ورکت ارماً فقلت سقیاً لشخص یسکن الحرما

”مجھے زینب کی یاد آئی جب کہ وہ جنت میں جا چکی ہے تو میں نے حرم میں رہنے والے شخص کو دلاسے کے لئے کہا“

بنت الامین جزاھا اللہ صالحۃ وکل بعل سیمشی بالذی علما

”وہ امین ﷺ کی بیٹی تھی اللہ اسے نیک جزا دے اور ہر مرد عنقریب اس کے ساتھ چلے گا جسے جانتا ہے“

حضرت زینبؓ کی ابوالعاص کو پناہ:

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے ہم نے ابوالعاص کے رشتہ دامادی کو برا نہیں پایا۔

ہمیں یعلی بن عبید الطنافسی نے محمد بن اسحاق، یزید بن رومان کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپؐ نے نماز فجر پڑھائی تو ہم نے دوران نماز سنا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پکار کر فرمایا ''میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دیدی ہے'' جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا یقیناً آپ حضرات نے بھی سن لیا ہوگا جو دوران نماز میں نے سنا ہے؟ تمام صحابہ نے عرض کیا جی ہاں ہم نے بھی سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس نداء سے قبل مجھے کچھ معلوم نہ تھا البتہ مسلمانوں سے جو ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو وہ بھی کسی کافر کو پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔

حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کا نکاح برقرار:

حضرت اسماعیل بن عامر فرماتے ہیں کہ ابوالعاص سفر شام پر تھے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرلیا اور پھر آپؐ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آگئیں۔ پھر بعد میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کرلیا تو آپؐ نے ان کے درمیان تفریق نہیں فرمائی۔

ہمیں عبدالوہاب بن عطاء نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ پھر انہوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کرلی۔ بعد ازاں ان کے شوہر نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے آپؐ کے پاس چلے گئے تو آپؐ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں رہنے دیا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سورۂ براءت کا نزول ہوا تو اس کے بعد جو عورت اسلام قبول کرتی اپنے شوہر سے جدا ہو جاتی تھی۔ اب اگر شوہر اپنی اسی بیوی سے نکاح چاہتا تو تجدید نکاح ضروری ہوتا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو العاص سے دوبارہ ان کا نکاح کرایا تھا۔ حضرت یزید فرماتے ہیں کہ مہر بھی دوبارہ مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دو سال بعد اسی نکاح کو برقرار رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت زینب کو ابوالعاص کے پاس واپس بھیج دیا اور تجدید مہر بھی نہیں کیا۔ (لیکن دو سال کی مدت محل نظر ہے کیونکہ ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے موقعہ پر ابوالعاص مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ مکہ جا کر زینب کو مدینہ بھیج دینا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ۸ ھ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے اسلام قبول کیا۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے واپس لوٹا دیا۔ اس طرح یہ مدت فراق تقریباً چھ سال بنتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوالعاص کو پناہ دینے کے واقعہ کی تفصیل:

ہمیں محمد بن عمر نے موسیٰ بن محمد التیمی کی سند سے بیان کیا وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام جا رہا تھا اسی قافلہ کے ساتھ ابوالعاص بھی تھے۔ جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہی قافلہ ملک شام سے واپس آرہا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ستر شہسوار دے کر اس قافلہ کے تعاقب میں بھیجا۔

یہ لشکر جمادی الاولیٰ ۶ ھ میں مقام عیص (یہ جگہ مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت پر ہے) ان قافلہ والوں سے جا بھڑا اور اس قافلہ والوں کے پاس جو مال و متاع تھا سب چھین لیا اور اہل قافلہ کو بھی قید کر لیا اسی قافلہ میں ابوالعاص بھی تھے، مدینہ آکر یہ سیدھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے اس وقت تقریباً سحری کا وقت تھا چونکہ یہ ان کی اہلیہ تھیں انہوں نے پناہ مانگی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فوراً پناہ دیدی۔ جب آنحضرت ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے یہ آواز سن لی ہے۔ اللہ کی قسم! اس اعلان سے قبل مجھے کچھ معلوم نہ

تھا حتیٰ کہ میں نے یہ آواز سنی۔ فرمایا تمام مسلمان اپنے دشمن کے لئے ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ البتہ اگر کوئی دشمن کو پناہ دینا چاہے تو ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی پناہ دینے کا حقدار ہے۔ لہٰذا زینب نے جس کو پناہ دی ہے ہم نے بھی اسے امان دیدیا۔

پھر جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو آپ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ابوالعاص سے جو کچھ چھینا گیا ہے اسے واپس کر دیا جائے۔ آپؐ نے وہ سب جو ابوالعاص سے لیا گیا تھا واپس کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ اس کے قریب مت جائیں کیونکہ مشرک کے لئے وہ حلال نہیں ہیں۔

ابوالعاص کا قبول اسلام:

پھر ابوالعاص مکہ واپس گئے اور جس جس کی امانتیں و حقوق واپس کرنے تھے ادا کئے اور پھر اسلام قبول کر کے ۷ھ ماہ محرم ہجرت کر کے آپؐ کے پاس مدینہ آگئے تو آپؐ نے پہلے نکاح میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ریشم کی چادر دیکھی۔

حضرت زینبؓ کی وفات:

ہمیں محمد بن عمر نے یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت زینب بنت رسول ﷺ کی وفات ۸ھ کے اوائل میں ہوئی۔

غسل اور تکفین

حضرت معاویہ بن عبداللہ اپنے والد اور دادا کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ (زوج النبی) و سودہ بنت زمعہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہن نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپؐ نے

فرمایا اسے طاق عدد تین تین یا پانچ دفعہ غسل دینا اور پھر آخری بار میں کافور استعمال کرنا اور پھر جب غسل مکمل ہو جائے تو مجھے بتانا جب غسل دیا گیا تو آپ کو اطلاع کی گئی آپؐ نے اپنا ازار مبارک دیا اور فرمایا اس کو شعار بنا دو۔ (شعار اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو جسم کے ساتھ لگا ہوتا ہے) اور ایک طریق میں ہے آپؐ نے فرمایا اس کو بیری کے پانی سے غسل دو اور آخر میں کافور لگا دینا۔ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا دونوں اطراف کے بالوں کو سینہ پر اور پیشانی والے پیچھے ڈال دیئے تھے۔

حضرت ام عطیہ[1] فرماتی ہیں کہ جب ہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا اس کے دائیں جانب اور مواضع وضوء سے ابتداء کرو۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆
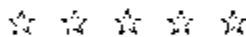
[1] ام عطیہ کا نام نسیبہ بنت الحارث ہے ایک بنت کعب کا بھی ہے بعض مورخین نے اس کا انکار کیا ہے کہ نسیبہ بنت کعب کی کنیت تو ام عمارہ تھی اور وہ بہت مشہور صحابیہ ہیں۔ یہ وہ نہیں ہیں۔
ام عطیہ بھی بڑی مشہور صحابیہ ہیں یہ مردہ خواتین کو غسل دیا کرتی تھیں انہوں نے کئی غزوات میں بھی حصہ لیا۔ ان سے محمد بن سیرین اور ان کی بہن حفصہ بنت سیرین وغیرہ نے احادیث کی سماعت کی ہے۔
(اسد الغابہ ۳۶۷/۸، الاصابہ ۲۹۱/۸)

سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ

ان کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپؐ نے ان کا نکاح قبل از نبوت عتبہ بن ابی لہب سے کیا تھا۔ جب آپؐ کی بعثت ہوئی اور سورت "تبت یدا ابی لھب" کا نزول ہوا جس میں دشمن اسلام ابولہب کی بربادی کھلے بندوں واضح ہوگئی تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا تیرا سر میرے سر سے حرام ہے اگر تو نے محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق نہ دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے اس کی ابھی خلوت بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے طلاق دیدی۔

ہجرت و اولاد:

پھر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے بھی ساتھ ہی اسلام قبول کرلیا۔ پھر جب آپؐ نے عورتوں سے بیعت لی تو انہوں نے بھی اپنی بہنوں کے ساتھ بیعت کرلی۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ اور پھر اسلام کی پہلی اور دوسری (حبشہ، مدینہ) ہجرت سے سرفراز ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ پہلی عورت ہے جس نے لوط علیہ السلام کے بعد اللہ ورسول کے لئے ہجرت کی۔

پہلی ہجرت کے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اسی سفر میں ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا اس کے بعد پھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اسی بیٹے کے سبب ہوئی۔ پھر جب اس بیٹے کی عمر چھ سال ہوئی تو کسی مرغے نے اس کے چہرے پر ٹھونگ ماردی جس سے چہرے پر ورم آگیا اور پھر اسی میں وفات ہوگئی اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ہجرت مدینہ اور وفات:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر جب غزوہ بدر کی تیاری میں آپؐ مشغول تھے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپؓ کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیدیا۔ پھر جب آپؐ غزوہ بدر میں تھے کہ ہجرت کے سترہ ماہ بعد آپؓ کی وفات ہوگئی۔ جب حضرت زید

بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کی کامیابی کی بشارت سنانے مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو ادھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر مٹی ڈالی جارہی تھی۔

نوحہ کرنے کی ممانعت:

ہمیں عفان بن مسلم نے حماد بن سلمہ، علی بن زید، یوسف بن مہران کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون'' وہاں عورتیں حضرت رقیہ کی میت پر رو رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑا اٹھایا اور سب کو مارنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا چھوڑ دان کو رونے دو۔ اور فرمایا تم روتی اس طرح ہو جیسے شیطان چیختا ہے۔ خبردار! جب تک دل غمگین ہو اور آنکھوں سے آنسو بہیں تو یہ اللہ کی طرف سے رحمت ہے اور جب بین اور نوحہ کی صورت ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے ایسے مت رویا کرو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر کے کنارے آپ ﷺ کے پاس بیٹھی رو رہی تھیں اور نبی کریم ﷺ کپڑے سے ان کے آنسو صاف فرما رہے تھے۔[1]

علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنے استاذ حضرت محمد بن عمر سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا کہ صحیح اور ثابت شدہ روایات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت آپ ﷺ معرکہ بدر میں تھے اور تدفین میں بھی شریک نہ تھے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے یہ حدیث آپ ﷺ کی کسی اور بیٹی کے متعلق ہو کہ جس کی تدفین کے موقعہ پر آپ ﷺ موجود تھے۔ اور اگر لامحالہ یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ جب غزوہ بدر سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لانے پر ان کی قبر پر حاضر ہوئے تو اس وقت عورتوں کے رونے کا معاملہ بھی پیش آیا ہو۔ (واللہ اعلم)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

[1] الطبقات الکبریٰ (۳۱/۸)

حضرت ام کلثوم بنت رسول ﷺ

ان کی والدہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی شادی آپ ﷺ نے قبل از نبوت عتیبہ بن ابی لہب سے کی تھی۔ پھر جب نبوت کے بعد سورۂ ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے وہی الفاظ اپنے عتیبہ سے کہے جو عتبہ سے کہے تھے اور طلاق کا مطالبہ کیا۔ لہٰذا اس نے بھی خلوت سے قبل ہی طلاق دے دی۔ یہ مکہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس ہی رہیں اور والدہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا اور پھر بعد ازاں بیعت بھی کی۔

حضرت ام کلثومؓ کی ہجرت:

جب نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو انہوں نے بھی ساتھ ہی ہجرت کی اور مدینہ میں بھی آپ ﷺ کے پاس ہی رہیں پھر جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور پھر تین ہجری جمادی الثانی میں ان کی رخصتی ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے نکاح میں رہیں حتیٰ کہ وفات ہوگئی۔

ام کلثومؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح:

ہمیں ابوبکر بن عبداللہ نے سلیمان بن بلال، یحییٰ بن سعید، ابن شہاب کی سند سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام کلثوم پر ریشم کی چادر دیکھی اور بعض روایات میں لباس کا ذکر ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ۹ھ ماہ شعبان میں ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں باری باری حضرت عثمان کے نکاح میں دیدیتا۔

ام کلثومؓ کا غسل میت:

ہمیں محمد بن عمر نے سفیان بن عیینہ، عمر بن عبداللہ، المطلب بن عبداللہ، فاطمہ خزاعیہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

کو میں نے اور صفیہ بنت عبدالمطلب نے غسل دیا اور میں نے ان کے لئے چارپائی نما تختہ بنایا اور کھجور کی تازہ ٹہنیوں سے ڈھانپ دیا۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام کلثوم کو انصار کی عورتوں نے غسل دیا جن میں ام عطیہ بھی شامل تھیں اور حضرت ابوطلحہ آپؓ کی قبر میں اترے۔

تدفین:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ آپؓ کی قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پھر آپؐ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ہوں آپؐ نے فرمایا تم قبر میں اترو۔

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم کی نماز جنازہ آپؐ نے پڑھائی۔ آپؓ کی قبر کے کنارے حضرت علی و فضل بن عباس و اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اتارنے کے لئے بیٹھے تھے۔[1]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

[1] طبقات الکبریٰ ۳۲/۸ الاصابہ ۲۸۸/۸ اسد الغابہ ۳۸۴/۷

﴿نبی کریم ﷺ کی نواسیاں (حضرت زینب کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص الربیع)﴾

رسولؐ کے کاندھوں کی پہلی سوار:

ہمیں ھشام ابوالولید الطیالسی نے لیث بن سعد، سعید بن ابی سعید المقبری، عمرو بن سلیم زرقی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن نبی کریم ﷺ کے گھر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپ نے حضرت امامہ بنت زینب کو اٹھا رکھا تھا۔ پھر جب آپؐ نے نماز پڑھائی تو امامہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے کندھے پر تھیں۔ جب آپؐ رکوع فرماتے تو انہیں رکھ دیتے اور پھر جب قیام کے لئے کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے اسی طرح آپ نے نماز مکمل کی۔

ہمیں ضحاک بن مخلد نے عجلان، المقبری، عمرو بن سلیم کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھاتے تو امامہ آپؐ کے کندھے پر ہوتیں جب رکوع کرتے تو زمین پر رکھ دیتے۔

رسول اکرمؐ کی امامہؓ سے محبت:

ہمیں عارم بن فضل نے حماد بن زید، علی بن جدعان کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ اپنے گھر تشریف لائے تو آپؐ کے ہاتھ میں یمنی موتیوں کا بنا ہوا ایک ہار تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ ہار میں اس کو دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آپؐ کی ازواج مطہرات نے یہی سمجھا کہ یہ ہار آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیں گے۔ پھر آپ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلا کر ان کے ہاتھ پر باندھ دیا۔ اس وقت حضرت امامہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے ان پر ہاتھ پھیرا تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

تحائف کا امامہ کو دینا:

ہمیں عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن نمیر، محمد بن اسحاق، یحیٰی بن عباد، اپنے

والد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ بادشاہ نجاشی نے ایک دفعہ آپ ﷺ کو تحفہ میں زیور بھیجا جس میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے قبول تو فرمالیا لیکن اعراض بھی فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ زیور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا اور فرمایا یہ اپنی بچی (امامہ) کو پہنا دینا۔

مغیرہ بن نوفل سے نکاح:

حضرت محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا نے حضرت مغیرہ بن نوفل بن الحارث سے کہا کہ مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ تو حضرت مغیرہ بن الحارث نے فرمایا کیا تو کلیجہ کھانے والی عورت کے بیٹے سے شادی کرے گی۔ تو مجھ سے کیوں شادی نہیں کر لیتی تو انہوں نے فرمایا ہاں مجھے قبول ہے۔ حضرت ابن ابی ذئب فرماتے ہیں کہ پھر انہیں سے نکاح ہوا۔ (ظاہر ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے)

حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب:

ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ ہیں۔ ان کی شادی بچپن ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور پھر انہیں کے نکاح میں رہیں حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ ان سے حضرت ام کلثوم کے ہاں دو بچے زید بن عمر اور رقیہ پیدا ہوئے۔

ام کلثومؓ کے نکاح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عون بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بھائی حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ جب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شرم آتی ہے کیونکہ میری معیت میں ان کے دو بیٹے انتقال کر چکے ہیں اور مجھے اس تیسرے پر بھی اندیشہ ہے یعنی ان کا نکاح اولاً حضرت عون سے ہوا۔ پھر محمد بن جعفر سے ہوا تو یہ دونوں

حضرت ام کلثوم کی زندگی میں ہی وفات پا گئے، ان کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے جب نکاح ہوا تو مذکورہ بالا جملہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ البتہ ان کے نکاح میں رہیں اور پھر وفات ہو گئی۔ لیکن تینوں بھائیوں سے کوئی اولاد نہ ہو سکی۔

حضرت عمرؓ سے شادی کا قصہ:

ہمیں انس بن عیاض نے جعفر بن محمد کے طریق سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو اپنی بیٹیوں کے رشتے جعفر کی اولاد سے کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی میرا نکاح کر دو۔ اللہ کی قسم میں تو حسن صحبت کا منتظر ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تمہیں (یعنی ام کلثوم کے لئے) قبول کر لیا۔ حضرات مہاجرین کی مجلس روضہ مبارک اور منبر کے درمیان لگا کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے، پھر حضرت علی، ان کے بعد حضرت عثمان پھر یکے بعد دیگرے حضرت زبیر، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تشریف لے آئے۔ اس مجلس کی خصوصیت یہ تھی کہ سارے آفاق سے جو کوئی نئی خبر ہوتی تو یہاں اس پر تبصرہ ہوا کرتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت بھی یہیں لگا کرتی تھی۔

چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو فرمایا مجھے مبارک باد دو! تمام حاضرین مجلس نے آپ کو مبارک باد دی۔ پھر پوچھا امیر المومنین آپ نے کس چیز کی مبارک باد وصول کی ہے؟ آپؓ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے میری شادی ہوئی ہے پھر انہیں سارا واقعہ سنایا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی بیان فرمایا'' کہ روز قیامت میں تمام اسباب وانساب ختم ہو جائیں گے الا یہ کہ نبی پاک ﷺ کا وسیلہ اور نسب باقی رہے گا'' پھر فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت تو اختیار کی ہی تھی البتہ میں نے مزید تیقن کے لئے چاہا کہ یہ نسب بھی آپؐ سے مرتبط ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کو دلہن دکھانے کے لئے بھیجنا:

حضرت عطاء الخراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو چالیس ہزار درہم بطور مہر دیئے تھے۔

حضرت محمد بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لئے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر المومنین ابھی تو وہ چھوٹی بچی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی جو کچھ تمہارے دل میں غلجان ہے اس کو میں بھی سمجھ رہا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے انہیں تیار کیا گیا، آپؓ نے انہیں ایک چادر لپیٹ کر دی اور فرمایا کہ یہ امیر المومنین کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ مجھے میرے والد نے بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کو یہ چادر پسند ہو تو رکھ لینا ورنہ واپس لوٹا دینا۔

چنانچہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو آپؓ نے فرمایا اللہ تمہیں اور تمہارے والد محترم کو مبارک کرے ہم راضی ہیں۔ پھر وہ حضرت علی (اپنے والد) کے پاس واپس چلی گئیں اور کہا کہ امیر المومنین نے اس چادر کو نہ تو پھیلایا اور نہ ہی دیکھا البتہ صرف مجھے ایک نظر دیکھا پھر ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا ان سے ایک بیٹا زید پیدا ہوا۔

حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے کی وفات:

ہمیں وکیع بن الجراح نے اسماعیل بن ابی خالد کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عامر فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے زید اور اہلیہ ام کلثوم کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت زید کو اپنے طرف اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبلہ کی طرف رکھا اور چار تکبیریں کہیں۔ اور دوسرے طریق میں ہے کہ حضرت حسن و حسین اور حضرت محمد بن الحنفیہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی جنازہ میں شریک پچھلی صفوں میں موجود تھے۔ (ایک تاریک رات میں زید کو نامعلوم لوگوں نے

شہید کر دیا تھا۔ یہ شور سن کر اس طرف گئیں اور زید کو شہید دیکھا تو ان پر گر کر وفات پا گئیں)

حضرت زینب بنت علی بن ابی طالب:

ان کی والدہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی مکرم ﷺ تھیں۔ ان کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر ابن ابی طالب سے ہوئی اور ان سے ان کے ہاں چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹے، علی، عون، عباس، محمد اور بیٹی کا نام ام کلثوم تھا۔

حضرت فاطمہ بنت علی بن ابی طالب:

ان کی والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باندی ہیں جو ام ولد تھیں۔ ان کی شادی حضرت محمد بن سعید بن عقیل بن ابی طالب سے ہوئی تھی جن سے ایک بیٹی حمیدہ پیدا ہوئی۔ پھر ان کی شادی بنوقصی کے ایک فرد سعید بن الاسود سے ہوئی جن سے دو بیٹے برزہ اور خالد پیدا ہوئے، پھر ان کی شادی المنذر بن عبیدہ سے ہوئی جن سے دو بچے عثمان اور کبرۃ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد بھی حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا زندہ رہیں۔ ان سے احادیث مبارکہ بھی روایت کی گئیں۔

فاطمہ کی روایت کردہ حدیث:

ہمیں فضل بن دکین نے الحکم بن عبدالرحمٰن کی سند سے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ بنت علی فرماتی ہیں کہ میرے والد نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان یا مومن (راوی کا شک) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ آزاد کردہ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر ہر عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد فرمائیں گے۔

فاطمہ کا اہتمام شریعت:

حضرت عروہ بن عبداللہ بن قشیر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں بحری جانور کی کھال کے بنے ہوئے دو سونے موٹے کنگن، انگوٹھی اور گلے میں ہار پہنا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ آپ نے اتنا کچھ کس لئے پہن رکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا عورت کے لئے مناسب نہیں کہ مردوں کی طرح ہاتھ پاؤں خالی رکھے۔

تعریف وخوشامد پسند نہ تھی:

ہمیں عبداللہ بن جعفر رقی نے عبید اللہ بن عمرو، عبدالکریم، عیسیٰ بن عثمان کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف شروع کر دی۔ آپ نے مٹی اٹھا کر اس کے چہرے پر مار دی۔

فاطمہ بنت السید حسین بن علیؓ:

ان کی والدہ حضرت ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو تھیں۔ ان کی شادی ان کے چچا زاد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ہوئی جس سے چار بچے عبداللہ، ابراہیم، حسن اور زینب پیدا ہوئے۔

پھر جب حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی شادی (ان کے بیٹے عبداللہ کے ولی) ہونے کی صورت میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے ہوئی ان سے تین بچے قاسم، محمد، ان کو خوبصورتی اور حسن و جمال کی وجہ سے ''الدیباج'' (ریشم) کہا جاتا تھا۔ اور ایک بچی رقیہ پیدا ہوئی۔ اور ان کے شوہر عبداللہ خود بھی انتہائی حسین وجمیل تھے اسی وجہ سے انہیں (المطرف) کہا جاتا تھا۔ ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔

امیر المومنین یزید بن عبدالملک اور فاطمہ بنت حسین:

ہمیں محمد بن عمر نے عبداللہ بن محمد بن ابی یحییٰ کے طریق سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین یزید بن عبدالملک نے عبدالرحمٰن بن ضحاک کو مدینہ کا والی مقرر کیا، تو اس نے حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کو نکاح کا پیغام بھیجا، تو آپؒ نے فرمایا کہ میں نکاح کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کیونکہ میں اپنے بچوں کی پرورش کرنا چاہتی ہوں، اس نے بہت اصرار کیا لیکن آپؒ نہ مانیں تو اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر نہیں مانتی ہو تو میں تمہارے بڑے بیٹے عبداللہ بن حسن پر شراب خوری کا مقدمہ بنا کر کوڑے لگواؤں گا!!

ابھی اس کی دھمکیاں اور چالبازیاں چل رہی تھیں کہ امیر المومنین نے ابن ھرمز کو (جو

اس وقت مدینہ کا گورنر تھا) لکھا کہ مجھے محاسبہ بھیجو، ابن ہرمز حضرت فاطمہ کے پاس آیا آداب بجالاتے ہوئے عرض کیا کوئی خدمت میرے لائق ہو تو فرمائیے؟ انہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین کو بتاؤ کہ ابن ضحاک جو والی مدینہ ہے مجھے سخت پریشان کر رہا ہے اور دھمکیاں دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یزید کو ایک پیغام بھیجا جس میں اپنی رشتہ داری اور صلہ رحمی کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن ضحاک کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکالیف کا بھی ذکر کیا۔ ابن ہرمز نے جا کر یزید بن عبدالملک کو سارا واقعہ سنایا اور وہ خط بھی پیش کیا۔ یزید نے جیسے ہی خط پڑھا فوراً اپنی مسند سے اتر گیا اور بانس کی ڈنڈی اپنے ہاتھ پر مارتے ہوئے کہنے لگا ابن ضحاک نے اپنی بساط سے بڑھ کر جسارت کی ہے کون ایسا آدمی ہے جو اس کو ایسا دردناک عذاب دے کہ اس کی چیخوں کی آواز اپنے بستر پر سن سکوں؟ پھر اس نے ایک کاغذ منگوایا اور طائف کے حاکم عبدالواحد بن عبداللہ النصری کو لکھا کہ میں تمہیں مدینہ کا والی مقرر کر رہا ہوں تم جا کر ابن ضحاک سے چالیس ہزار دینار کا جرمانہ وصول کرو اور اس کو ایسی عبرتناک سزا دو کہ اس کی تکلیف کی آواز میں اپنے بستر پر سن سکوں۔

جب ابن ضحاک کو معلوم ہوا تو وہ شام بھاگ گیا اور مسلمہ بن عبدالملک سے پناہ مانگی اس نے سفارش کی کہ اس کو سزا نہ دی جائے، اس نے کہا اس کا جرم ناقابل معافی ہے اس کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا چنانچہ اس کو نصری کے پاس بھیج دیا گیا اور نصری نے اس سے جرمانہ وصول کیا اور سزا دیکر بطور سزا اون کا جبہ پہنا کر مدینہ کی گلیوں میں پھیرا گیا۔

حضرت فاطمہؓ کا تسبیح پڑھنے کا دھاگہ:

حضرت فاطمہؓ سے متعدد روایات بھی منقول ہیں۔ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس پر گرہیں لگی ہوئی تھیں یہ اس پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔

﴿حضرت سکینہ بنت حسینؓ﴾

ان کی والدہ حضرت [1] رباب بنت امری القیس بن عدی تھیں۔ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ہوا یہ پہلا نکاح تھا ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ تھا۔ پھر جب وہ شہید ہو گئے تو ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ سے ہوا۔ان سے ایک بیٹا عثمان پیدا ہوا جسے قرین کہا جاتا تھا پھر حکیم اور اس کے بعد ربیحہ کی پیدائش ہوئی جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو ان کا نکاح یزید بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا،ان کا بھی انتقال ہو گیا تو ان کی شادی ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔انہوں نے خود ہی اس کو ولی بنایا اور پھر نکاح کر لیا ان کا وہ نکاح تین ماہ تک برقرار رہا پھر ھشام بن عبدالملک نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ ان دونوں کو جدا کر دو،اس نے دونوں میں تفریق کر دی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ انہیں کے نکاح میں تھیں کہ ان کا انتقال ہوا پھر اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے شادی ہوئی۔(جو کہ عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے)

سکینہ کی وفات:

ہمیں ابن السائب الکلبی نے خلف زہری کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سکینہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس وقت مدینہ کا والی خالد بن عبداللہ بن الحارث بن الحکم تھا۔اس نے کہا میرا انتظار کرو میں ان کے جنازے میں شرکت کرونگا۔پھر وہ بقیع چلا گیا اور ظہر تک واپس نہ آیا لوگوں کو خطرہ ہوا کہ لاش خراب نہ ہو جائے تو انہوں نے تیس دینار میں کافور خرید کر انہیں لگوایا پھر جب والی مدینہ کی واپسی ہوئی تو اس نے شیبہ بن نصاح کو حکم دیا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

---

[1] رباب کا نسب نامہ طبقات ابن سعد ۸/۵۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ان آیات مبارکہ کا بیان جن میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے﴾

اہل بیت سے میل کچیل دور کر دیا گیا:

(۱) حضرت عروہؓ مندرجہ ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں اور یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی:

"لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"

ترجمہ: "اے پیغمبر کے اہل بیت! خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کا میل کچیل دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے" (الاحزاب:۳۳)

ارشاد باری تعالیٰ:

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ"

ترجمہ: "اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو" (الاحزاب:۳۴)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات دن اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں ہوتے تھے۔ اور حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن و سنت ہے۔ محمد بن عمر کے طریق سے حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کے گھروں میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ (نقل وغیرہ)

عام خواتین کا تذکرہ:

(۲) حضرت سفیان ثوری ابن ابی نجیح کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ! قرآن کریم میں عورتوں کا کیا تذکرہ ہے؟ نیز ایک دوسرے طریق سے ہے جو حضرت قتادہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ازواج مطہرات کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا تو عام عورتوں نے کہا اگر ہمارے اندر کوئی اچھی صفت ہوتی تو ہمارا تذکرہ بھی قرآن کریم میں کیا جاتا اس موقعہ پر مندرجہ ذیل ایک طویل آیت کریمہ کا نزول ہوا فرمایا:

"ان المسلمین و المسلمت و المومنین و المؤمنت
الی .... مغفرة و اجراً عظیماً" (الاحزاب ۳۵)

مومن مرد اور عورتوں کی مائیں:

(۳) ہمیں محمد بن عمر نے ثوری، فراس، شعبی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت مسروق"

ارشاد باری تعالیٰ:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ"

ترجمہ: "پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں
اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں" (الاحزاب ۶)

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے ماں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں تمہارے مردوں کی ماں ہوں عورتوں کی نہیں۔ علامہ واقدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تذکرہ عبداللہ بن موسیٰ المخزومی سے کیا تو انہوں نے حضرت مصعب بن عبداللہ بن ابی امیہ کے طریق سے روایت کرتے ہو کہا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تمہارے مردوں اور عورتوں کی ماں ہوں۔

دو قسم کی جاہلیت اور خدا کے وعدے:

ہمیں محمد بن عمر نے ابن ابی سبرہ، سلیمان بن یسار کی سند سے بیان کیا حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے جاہلیت کے زمانہ میں یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت عورتیں خوبصورتی اختیار کرتی تھیں اور لباس بھی ایسا پہنتیں کہ جس سے ستر پوشی نہ ہوتی تھی اور اب جو زمانہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے اس زمانے میں اسباب و سائل کی قلت کے سبب کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں بھی دشواری ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں فتح یابی سے ہمکنار فرمائیں گے اور حکم دیا کہ اپنی ازواج سے کہنا کہ پھر زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج اور اظہار تزئین سے بچتی رہیں اس کے بعد حضرت عکرمہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"

ترجمہ: "اے پیغمبر کے اہل بیت! خدا چاہتا ہے تم سے ناپاکی کا میل کچیل دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے" (احزاب:۳۳)

گھروں میں قرآن کی تلاوت اور اس پر غور وفکر:

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا"

ترجمہ "اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو بیشک تمہارا خدا باریک بین اور باخبر ہے" (احزاب:۳۴)

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ گھروں میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔

مسلم خواتین کا تذکرہ:

عورتوں نے مرد حضرات سے متعلق کہا کہ ہم نے بھی مردوں کی طرح ہی اسلام قبول کر لیا ہے اور جو اعمال مرد حضرات کرتے ہیں وہ ہم بھی کرتی ہیں پھر کیا ہوا کہ رجال کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے اور عورتوں کا کوئی تذکرہ نہیں؟ (ہجرت سے قبل اہل اسلام کو مسلمین کہا جاتا تھا اور بعد از ہجرت مومنین کہا جانے لگا) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

"اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ"

"یعنی اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں"

"وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ

"وَالصّٰٓئِمٰتِ"

"ماہِ رمضان کے روزے رکھنے والے مرد و عورت"

"وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ"

"یعنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں"

"وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ"

"یعنی اللہ کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کریں"

"اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا"

رسول اللہؐ پر مزید نکاح کرنے کی پابندی:

پھر جب نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تو انہوں نے اللہ و رسول ﷺ کو ہی اختیار کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

"لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ"

ترجمہ: "اے پیغمبر ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو" (الاحزاب ۲۲:۵۲)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ان موجودہ بیویوں کے بعد جن نو بیویوں نے آپ کو اختیار کر لیا پس آپ پر اب دوسری عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اور نہ ہی ان ازواج مطہرات میں کسی کو تبدیل کر سکتے ہیں اگرچہ کہ کوئی عورت حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو اچھی لگے ہاں البتہ باندیاں رکھنے کی اجازت ہے۔

ازواج مطہرات کا نکاح رسول کے بعد ممنوع:

ہمیں محمد بن عمر نے عبداللہ بن جعفر، ابن ابی عوف، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی سند سے بیان کیا کہ ارشاد باری تعالیٰ:

"وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا"

ترجمہ: ''اور تم کو یہ شایان نہیں کہ پیغمبر خدا کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو'' (الاحزاب ۵۳)

فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرونگا۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ میں نقل کیا ہے کہ یہ طلحہ بن عبیداللہ وہ صحابی نہیں جو عشرہ مبشرہ میں ہیں بلکہ یہ طلحہ بن عبیداللہ بن مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد ہیں۔

ازواج مطہرات کے بارے میں بات نہ کرنے کا حکم:

ہمیں محمد بن عمر نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، ابراہیم بن عقبہ، عبدالسلام بن جبیرہ، موسیٰ بن جبیر کی سند سے بیان کیا کہ حضرت امامہ بن سہیل بن حنیف ارشاد باری تعالیٰ:

''ان تبدوا شیئا او تخفوہ''

ترجمہ: ''تم اگر کسی چیز کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو۔ فرماتے ہیں کہ اگر تم کلام کر کے بات کرلو کہ ہم ازواج مطہرات میں سے فلاں سے شادی کریں گے یا اس کو چھپا کر دل میں رکھ لو کہ بات نہ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے'' (الاحزاب: ۵۴)

خود ھبہ کرنے والی عورت رسولؐ کے لئے حلال:

ہمیں محمد بن عمر نے معمر بن راشد کی سند سے بیان کیا کہ حضرت زہریؒ ارشاد باری تعالیٰ:

''وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ''

ترجمہ: ''عورت اگر اپنے تئیں پیغمبر کو بخشد ے مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں وہ بھی حلال ہے لیکن یہ اجازت اے محمد خاص تم ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں''

(الاحزاب: ۵۰)

فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے آپ کو سوائے نبی ﷺ کے ہبہ کرنا جائز (حلال) نہیں۔

چھوڑی ہوئی عورتوں کو واپس رکھنے کی اجازت:

ہمیں محمد بن عمر نے سفیان، منصور بن ابی الاسود، زکریا بن ابی زائدہ کی سند سے بیان کیا کہ امام شعبیؒ ارشاد باری تعالیٰ:

"ومن ابتغیت ممن عزلت"

ترجمہ: "اور جس کو تم نے علیحدہ کر دیا ہو اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو" (الاحزاب: ۵۱)

فرماتے ہیں کہ بعض عورتوں نے خود آپ کو نکاح کی پیشکش بصورت ہبہ کی لیکن آپؐ نے ان سے نہ خلوت فرمائی اور نہ ان پر پردہ لازم کیا لیکن پھر بھی انہوں نے آپؐ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح نہ کیا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایسی ہی عورتوں میں سے تھیں۔

کئی شادیاں کرنے کی رسول اللہؐ کو اجازت:

حضرت ابن کعب القرظی ارشاد باری تعالیٰ:

"مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا"

ترجمہ: "پیغمبر پر اس کام میں کوئی تنگی نہیں جو خدا نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی خدا کا یہی دستور تھا اور خدا کا حکم ٹھہر چکا ہے" (الاحزاب: ۳۸)

فرماتے ہیں کہ آپؐ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ آپؐ جتنی چاہیں شادیاں کریں آپ کا یہ فریضہ ہے اور سابقہ انبیاء کی بھی یہی سنت رہی ہے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی ہزار عورتیں تھیں جن میں سے سات سو نکاح میں اور تین سو باندیاں تھیں۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ اور یا کی بھی تھیں جن سے انہوں نے آزمائش کے بعد شادی کی تھی۔

رسولؐ کی شادیوں پر یہودیوں کا حسد:

ہمیں محمد بن عمر نے ھشام سعد، عمر، غفرہ کی سند سے بیان کیا وہ فرماتی ہیں کہ جب یہود نے آپ کو شادیاں کرتے دیکھا تو حسد کے مارے کہنے لگے اس کو دیکھو کہ نا تو اس کے پاس سیر ہو کر کھانے کو ہے نہیں اور عورتوں سے شادی کرنے کی فکر لگی ہوئی ہے۔ اگر یہ نبی ہوتا تو عورتوں میں کبھی زیادہ رغبت نہ کرتا۔

ان طعنہ زنی کرنے والوں میں حیی بن اخطب سب سے آگے تھا۔ اللہ نے ان سب کی حسرتوں پر پانی پھیرتے ہوئے اپنے نبی پر فضل و کرم اور وسعت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

"اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"

ترجمہ: "کیا جو خدا نے لوگوں کو دے رکھا ہے اس پر حسد کرتے ہیں"

یعنی الناس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔

"فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا"

ترجمہ: تو ہم نے خاندان ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی"

داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی ازواج:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی سلطنت سے نوازا تھا اور ان کے ہاں ایک ہزار عورتیں تھیں جن میں سے سات سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں۔ اور حضرت داوٗد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں ان میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ بھی تھیں جبکہ نبی ﷺ کی نو بیویاں تھیں تو کس قدر تفاوت ہوا!!!

حضرت سلیمانؑ کی قسم کا واقعہ:

ہمیں محمد بن عمر نے ابراہیم بن یزید کی، سلیمان الاحول ھشام بن حجیر، طاؤس ابن ابی الزناد، اعرج کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا کہ ایک رات حضرت سلیمان بن داؤد نے ارادہ کیا آج رات میں ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا جس سے ہر بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوگا پھر وہ اللہ کے راستے میں قتال کرے گا۔ ان سے ان کے مصاحب نے کہا حضور انشاء اللہ کہہ لیجئے لیکن آپ بھول گئے۔ تو اس کے بعد کسی عورت کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا البتہ ایک عورت کے ہاں ناقص بچہ پیدا ہوا۔ اگر آپ انشاء اللہ کہہ لیتے تو حانث بھی نہ ہوتے اور حاجت برآوری بھی ہو جاتی اور وہ سب مل کر اللہ کے راستے میں قتال بھی کرتے۔

ہمیں محمد نے ابو معتشر کے طریق سے بیان کیا کہ حضرت مقبری فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں آج رات اپنی سو بیویوں کے پاس جاؤنگا جس سے ہر بیوی سے ایک مجاہد پیدا ہوگا جو اللہ کے راستے میں قتال کرے گا لیکن وہ انشاء اللہ کہنا بھول گئے اگر کہہ لیتے تو ضرور سو مجاہد پیدا ہوتے پھر وہ تمام بیویوں کے پاس گئے تو صرف ایک بیوی سے ناقص بچہ پیدا ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ بہت محبوب تھا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد فوت ہو جاتی تھی ایک دفعہ ملک الموت کسی آدمی کی صورت میں ان کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا کہ جب میرے بیٹے کی موت کا وقت آئے تو اسے آٹھ ایام مؤخر کر دینا۔ ملک الموت نے کہا یوں تو نہیں ہو سکتا موت سے تین دن قبل مطلع کر دونگا۔

پھر جب موت سے تین دن قبل مطلع کیا تو انہوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے جن سے کہا کون ہے تم میں سے جو میرے اس بچہ کو کہیں چھپا دے؟ ان میں سے ایک جن نے کہا میں اس کو قضائے مشرق میں لے جا کر چھپا دونگا۔ آپ نے فرمایا کس سے چھپاؤ گے اس نے کہا ملک الموت سے۔ آپ نے فرمایا وہاں تک اس کی نظر پہنچ جائے گی۔ دوسرے نے کہا میں مغرب میں چھپاؤں گا آپ نے فرمایا وہاں بھی ملک الموت پہنچ جائے گا۔ تیسرے نے کہا میں ساتویں آسمان تک لے جاؤنگا آپ نے فرمایا وہاں تو آسانی پہنچ جائے گا۔ آخر میں ایک جن نے کہا میں اس کو ایسے دو بادلوں میں چھپاؤں گا جو نظر بھی نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا اگر کچھ حیلہ ہو جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ کسی حد تک کامیابی ہو جائے۔

پھر جب اس بچہ کی موت کا وقت آیا تو ملک الموت نے زمین پر دیکھا تو نظر نہ آیا پھر مشرق و مغرب میں دیکھا تو نہ نظر آیا اور سمندروں میں نہ دیکھا پھر ملک الموت نے بادلوں میں دیکھا تو اس کو جالیا اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر لا کر اس کی روح قبض کی۔

یہی ارشاد فرمایا ارشاد باری تعالیٰ میں:

"وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ"

ترجمہ: "ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا"

﴿ازواج مطہرات سے متعلق خواتین کا بیان﴾

حضرت اسماء بنت ابی بکر ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر:

ان کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن اسعد بن جابر بن مالک ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ انہوں نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر آپ سے بیعت بھی کی۔ اور انہیں ذات النطاقین اس لئے کہتے ہیں کہ جس رات نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے ارادے سے غار میں پناہ لی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے تو انہوں نے اپنا کمر بند کھول کر اسکو چیرا جس سے دو ہو گئے تو انہوں نے ایک میں نبی کریم ﷺ کا دستر خوان لپیٹا اور دوسرے میں مشکیزہ رکھ کر باندھ دیا اور پھر انہیں کھانا پہنچایا۔ اس کے بعد ان کی یہ نسبت بن گئی "ذات النطاقین"

اہل شام کی بدنصیبی:

ہمیں ابواسامہ نے ھشام بن عروہ عن ابیہ کے طریق سے بیان کیا کہ جس وقت اہل شام کی فوجوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر پر حملہ کیا تو شامی فوجی چیخ کر کہتے اے دو کمر بندوں کے بیٹے!

یہ سن کر انہوں نے اپنی والدہ حضرت اسماء سے عرض کیا کہ یہ لوگ مجھے اس نام سے عار دلا رہے ہیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مجھے اس کی عار دلائی جائے یہ تو فخر اور شرف کی بات ہے۔ حضرت اسماء نے پوچھا "یہ اس لفظ سے عار دلا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! تو اسماء رضی اللہ عنہا بولیں واللہ یہ حق ہے اور سچ ہے۔

(یعنی وہ عار کے لئے کہتے تھے درحقیقت ان کے شرف اور عزت کو زبان سے ادا کر رہے تھے[1])

---

[1] یہاں ابن زبیر نے اپنی والدہ سے جو جملہ کہا وہ یہ تھا: "تلک شکاة ظاهر عنک عارها"
"یعنی یہ کوئی عار کی بات نہیں جس سے میں چڑ جاؤں"
دراصل یہ جملہ ایک شعر کا آدھا حصہ ہے پورا شعر یوں ہے:

وعیرها الواشون انی احبها وتلک شکاة ظاهر عنک عارها

"اور چغلخوروں نے عار دلائی کہ میں اس (محبوبہ) سے محبت کرتا ہوں اور یہ کوئی عار کی بات نہیں جس سے مجھے عار دی جائے (یعنی کہ میں چڑ جاؤں)" یہ تو یوں ہوا جیسے اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی جا جا کے تھانے میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یعنی یہ بھی کوئی الزام ہے؟ الزام تو کیا ہے بلکہ یہ تو فخر و شرف کی بات ہے۔

شوہر کے ساتھ حسن سلوک:

ہمیں ابو اسامہ نے ھشام بن عروہ، عروہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے میری شادی ہوئی تو ان کے پاس کوئی جائیداد اور مال ومتاع نیز غلام وغیرہ کچھ نہ تھا البتہ ایک گھوڑا تھا جس کے گھاس پانی کی خدمت میرے ذمہ تھی، اور میں پانی والے اونٹ کے لئے کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر اسے کھلایا کرتی اور پانی پلاتی تھی۔ اور پانی کا ڈول بھی خود سیا کرتی تھی اور گھر کا کام آٹا وغیرہ گوندھنا بھی میرے ہی ذمہ تھا۔ البتہ مجھے روٹی اچھی پکانے کا طریقہ نہیں آتا تھا ہماری ایک پڑوسن تھی جو بڑی عمدہ روٹی پکاتی تھی اور وہ قبیلہ انصار میں سے تھی یہ عموماً بڑی محبت کرنے والی ہوتی تھیں۔ یہ عورت ہمارے لئے بھی روٹی پکایا کرتی تھی۔

شوہر کی غیرت کا لحاظ:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نبی پاک ﷺ نے مدینہ سے کچھ فاصلے پر تھوڑی سی زمین دے رکھی تھی۔ اور میں وہاں سے چارا وغیرہ سر پر اٹھا کر لایا کرتی تھی۔ ایک دن حسب معمول میں کھیتی سے چارے کا گٹھ سر پہ رکھے آرہی تھی کہ راستے میں نبی پاک ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ مجھے ملے۔ آپ ؐ نے مجھے دیکھ کر اونٹ کو بٹھایا تاکہ مجھے اپنے اونٹ پر سوار کرلیں۔ تو مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میں مردوں کے ساتھ سفر کروں پھر میرا شوہر بھی انتہائی غیرت مند شخص تھا کچھ اس کا لحاظ بھی میرے لئے مانع بنا تو نبی پاک ﷺ مجھے دیکھ کر پہچان گئے کہ میں شرم محسوس کررہی ہوں پھر آپ ؐ تشریف لے گئے۔

فرماتی ہیں کہ جب میں گھر آئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آج راستے میں نبی کریم ﷺ ملے تھے اور چارہ وغیرہ کا گٹھ بھی میرے سر پر تھا اور چند صحابہ بھی آپ ؐ کے ساتھ تھے آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنے اونٹ پر بٹھانے کے لئے اپنے اونٹ کو بٹھایا لیکن مجھے تمہاری غیرت کا خیال آگیا اور میں سوار نہ ہوئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا مجھے تمہارا زمین سے چارہ وغیرہ لے کر آنا آپ ؐ کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ ناگوار گزرتا

ہے۔ فرماتی ہیں اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ہمارے لئے ایک خادم بھیج دیا جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتا تھا گویا اس خادم کی وجہ سے مجھے آزادی مل گئی۔

اپنے والد سے شوہر کے متعلق گلے شکوے کرنا:

ہمیں کثیر بن ھشام نے فرات بن سلیمان عبدالکریم، عکرمہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت زبیرؓ کے نکاح میں تھیں، وہ ان کے معاملہ میں ذرا سخت مزاج تھے۔ ایک دن حضرت اسماء نے ان کے متعلق اپنے والد سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا بیٹی تم صبر کرو۔ کیونکہ جس عورت کا شوہر نیک اور صالح ہو، پھر وہ اس کی زندگی میں وفات پا جائے تو اگر بیوی دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت میں دونوں میاں بیوی کو جمع فرمادیں گے"

ہمیں حجاج بن محمد و ابو عاصم اسمٰعیل و محمد بن عبداللہ انصاری نے ابن جریج، ابن ابی ملیکہ، عباد بن عبداللہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے گھر میں کچھ زیادہ مال ومتاع وغیرہ نہیں، البتہ حضرت زبیرؓ نے جو کچھ مہیا کیا وہ موجود ہے، تو کیا میرے لئے روا ہے کہ میں اس میں سے تھوڑا کچھ بطور عطیہ دے دیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں حسب استطاعت ضرور تھوڑا بہت دیدیا کرو اور فرمایا کہ اپنے پاس مال وغیرہ کو گرہ مت لگا کر رکھو خدشہ ہے کہیں تم پر بھی خدا کی عطا کے دروازے بند نہ ہو جائیں۔

حضرت اسماءؓ کے لئے آنحضرتؐ کا دعا کرنا:

ہمیں عفان مسلم نے حماد بن سلمہ، حمید بن عبید کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی گردن میں ورم آ گیا تھا تو آپؐ نے اپنے دست مبارک کو اس پر پھیرا اور یہ دعا پڑھ رہے تھے:

"اللھم عافھا من فحشہ و اذاہ"

"یعنی یا اللہ اس ورم کے بڑھ جانے اور اس کی تکلیف سے اسماءؓ کو شفایاب فرما"

حضرت ابن ابی ملیکہؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو سر میں درد ہو رہا تھا اور انہوں نے ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور فرما رہی تھیں کہ یہ درد کی تکلیف تو گناہوں کے سبب ہو رہی ہے جس سے گناہ معاف ہوں گے، اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ بکثرت معاف فرماتے ہیں۔ اس سے اشارہ تھا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف:

"تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کے سبب ہے
اور اللہ تعالیٰ بکثرت معاف فرما دیتا ہے" (شوریٰ:۳۰)

صدقہ سے محبت:

حضرت فاطمہ بنت منذر فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بیماری کے زمانہ میں غلام آزاد کیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء اپنے الملحانہ اور بیٹیوں کو بطور نصیحت فرمایا کرتیں اللہ کے لئے صدقہ و خیرات دیا کرو اور انتظار میں مت رہا کرو کہ مال ہوگا تو دیں گے اگر تم اس انتظار میں رہے تو شاید کبھی مال ملے گا ہی نہیں، اگر تنگ دستی کے باوجود صدقہ عطیہ کرو گے تو تمہیں کبھی بھی فقر و فاقہ نہیں آئے گا۔

حضرت اسماءؓ کی سخاوت:

ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے محمد بن المنکدر کی سند سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مال کو اپنے پاس محبوس کر کے نہ رکھا کرو نہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر بھی مال محبوس نہ فرمائیں' درحقیقت اسماء خود بھی سخی النفس عورت تھیں۔

اسماء کی نظر میں دین کی اہمیت:

ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے عبداللہ، مصعب بن ثابت، عامر بن عبداللہ، وہ اپنے والد کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زمانہ قبل از اسلام اہلیہ تھیں پھر آپؓ نے انہیں طلاق دیدی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہیں کی بیٹی تھیں۔ قتیلہ ایک دفعہ اپنی بیٹی (اسماء) کے لئے کچھ تحائف لیکر آئیں جن میں کشمش تھی،

اور کچھ زیور تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ (قتیلہ) کو گھر میں داخل ہونے اور یہ ھدایا قبول کرنے سے منع کر دیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیدو۔ اور ہدایا بھی قبول کرلو۔ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ...... الظلمون.

(الممتحنہ: ۸،۹)

حضرت اسماءؓ کا تقویٰ:

حضرت دکین بن ربیع فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت اسماء بنت ابی بکر کے پاس گیا تو دیکھا نہایت بوڑھی ہو چکی ہیں اور آنکھوں کی بینائی بھی زائل ہو چکی ہے اور نماز پڑھ رہی ہیں، ان کے قریب ایک شخص بیٹھا ہے جو ان کو لقمہ دے رہا ہے کہ اب قیام کیجئے، اب قعدہ کیجئے، اب ایسا ایسا کیجئے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ھشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ منذر بن زبیر ایک مرتبہ عراق سے واپس تشریف لائے تو حضرت اسماء کے لئے نہایت ہی عمدہ قسم کا لباس (مروی، قوہی) (یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جو بلاد فارس میں تیار کیا جاتا تھا اور انہیں شہروں یعنی قوھستان ہروی کی طرف منسوب کر کے اس کو قوہی اور مروی کہتے تھے) خرید کر لائے اور لا کر خدمت میں پیش کیا اس وقت تک حضرت اسماء کی بینائی زائل ہو چکی تھی۔ انہوں نے اپنے کپڑوں کو چھوا تو نہایت ہی باریک کپڑا محسوس ہوا اور در حقیقت وہ کپڑا تھا بھی نہایت رقیق، تو آپؓ نے واپس کر دیا، حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اماں جی یہ کپڑا ایسا نہیں کہ اس میں سے جسم نظر آئے، فرمایا اگر چہ نظر نہیں آتا لیکن پھیل جاتا ہے۔ انہوں نے ان کے لئے موٹا کپڑا خرید کر روانہ کیا جسے آپؓ نے قبول فرمالیا اور فرمایا اس طرح کا کپڑا مجھے پسند ہے۔

حضرت اسماءؓ کا جہاد:

ہمیں انس بن عیاض نے محمد بن ابی یحیٰ، اسحاق مولیٰ محمد بن زیاد کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابو واقد لیثیؓ (یہ غزوہ یرموک میں بھی شریک تھے) فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخدا دشمن موت سے پیچھا چھڑانے کے لئے بھاگتا تو میرے خیمہ کی رسیوں سے اس کا پاؤں الجھ جاتا جس سے وہ منہ کے بل گرتا اور مر جاتا اسے اسلحہ کا نشان بھی نہ لگتا تھا۔

حضرت فاطمہ بنت المنذر فرماتی ہیں کہ جن دنوں سعید بن العاص مدینہ کا گورنر تھا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک تیز دھار خنجر تیار کر رکھا تھا کیونکہ ان دنوں رات کو چور گھروں میں گھس آیا کرتے تھے آپؓ خنجر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ کر سوتی تھیں۔

ہمیں کثیر بن ہشام نے فرات بن سلیمان، عبدالکریم کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عکرمہؓ نے اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ہمارے سلف بھی خوف محسوس کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا خوف تو نہیں تھا البتہ رویا کرتے تھے۔

حضرت اسماء کا وظیفہ:

ہمیں احمد بن عبداللہ بن یونس نے زہیر، ابو اسحاق، مصعب بن سعید کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض حضرات کے لئے وظائف مقرر کئے تو حضرت اسماء کے لئے ایک ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔

حضرت ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء کو طلاق دی تو ساتھ میں حضرت عروہ کو روک لیا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت منذر فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء زعفران سے رنگا ہوا کپڑا اکثر پہنا کرتی تھیں ان کا لباس بڑا کشادہ ہوا کرتا تھا اور زعفران کی خوشبو محسوس ہوا کرتی تھی۔ اور جب احرام باندھتی تھی تو وہ بھی معصفر شدہ کپڑا ہوتا تھا۔

حضرت اسماءؓ کی حجاج بن یوسف سے ملاقات:

ہمیں یحیٰ بن حماد نے ابن عوانہ، یزید بن ابی زیاد، قیس بن احنف نخعی، قاسم بن محمد

ثقفی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی جب بینائی زائل ہوگئی تھی تو ایک دن وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ حجاج کی مجلس میں تشریف لائیں اور پوچھا حجاج کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حجاج یہاں موجود نہیں پھر فرمایا کہ اس کو کہہ دینا کہ ان ہڈیوں سے ذرا نیچے اترو۔ اور اس کو بتانا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے آپ نے فرمایا کہ بنو ثقیف میں دو آدمی ایسے پیدا ہوں گے جن میں سے ایک کذاب اور دوسرا مبیر (ظالم) ہوگا۔

ہمیں اسحاق الازرق نے عوف الاعرابی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر الناجی فرماتے ہیں ایک دن حجاج بن یوسف حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارے بیٹے کو اس گھر میں سزا دی گئی ہے اور اسے اللہ نے دردناک عذاب کا مزہ چکھایا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ یہ ہوا ہے۔

آپؓ نے فرمایا تم جھوٹے ہو، وہ تو اپنے والدین کا فرمانبردار تھا اور نیک صالح تھا۔ البتہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب بنو ثقیف میں سے دو جھوٹے آدمی ظاہر ہونگے اور دوسرا پہلے والے سے زیادہ برا (ظالم) ہوگا۔

حضرت اسماء کی وصیت:

ہمیں فضل بن دکین نے حفص بن غیاث، ھشام بن عروہ، فاطمہ بنت المنذر کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء نے یہ وصیت کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے غسل دینا اور کفن دے کر خوشبو لگانا اور پھر جلدی جلدی دفنا دینا لیکن آگ وغیرہ میری قبر پر مت لانا۔

حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ آپؓ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن کے اوپر (حنوط) خوشبو مت لگانا۔

ہمیں عمرو بن عاصم نے ھشام بن عروہ فاطمہ بنت المنذر کی سند سے بیان کیا کہ حضرت اسماء نے فرمایا میرے کپڑوں کو لکڑی پر دھونی دینا اور مجھے خوشبو لگانا البتہ میرے کپڑوں کے اوپر کچھ نہ لگانا۔ فرماتے ہیں کہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے کچھ دن بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بروز منگل ۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت خالدہؓ بنت الاسود بن یغوث بن وھب:

ان کی والدہ آمنہ بنت نوفل بن اھیب تھیں۔ انہوں نے مدینہ میں اسلام قبول کیا اور آپؐ سے بیعت کی پھر ان کی شادی حضرت عبداللہ ارقم رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

ہمیں محمد بن عمر نے معمر، زہری کی سند سے ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر (یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ) نقل کرتے ہوئے فرمایا ایک دن نبی کریم ﷺ اپنی ایک اہلیہ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک بڑی باوقار عورت وہاں موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا یہ بھی آپ کی ایک خالہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میری خالہ اور مدینہ میں اجنبی کی طرح؟ پھر فرمایا ان کا تعارف کیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ یہ خالدہ بنت الاسود ہیں۔ آپؐ نے بطور تعجب فرمایا سبحان اللہ! جس نے زندہ کو مردہ سے پیدا کر دیا یعنی ایک مومن اور صالح ایک کافر کے گھر پیدا ہو گیا۔

حضرت برہ بنت ابی تجراہ ابن ابی فلیھہ:

ابن ابی فلیھہ کا نام یسار تھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ ان کا تعلق بنو ازد سے ہے جو کہ بنو عبدالدار کے حلیف تھے اور ان کی ولاء بھی ان کے ہاں تھی۔

برہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے مرفوع روایات بھی نقل کی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے محمد بن عمر نے علی بن محمد العمری، منصور بن عبدالرحمان سے اور وہ اپنی والدہ کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ برہ بنت ابی تجراہ فرماتی ہیں:

ابتدائے نبوت کے دنوں میں جب نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو راستے میں تمام شجر و حجر آپ کو سلام کرتے۔ کہتے۔ اے اللہ کے نبی آپ پر سلامتی ہو"۔ جب نبی کریم ﷺ ادھر ادھر دیکھتے تو انہیں کوئی نظر نہ آتا۔[1]

امیمہ بنت رقیقہ:

یہ وہ امیمہ ہیں جس سے محمد بن منکدر نے روایت کی ہے اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ

1. الطبقات الکبریٰ ۲۸۵/۸ سیرت ابن ھشام ۲۳۶/۱

سے کئی روایات نقل کی ہیں جس میں بیعت نساء کی حدیث بھی ہے۔

یہ امیمہ بنت عبداللہ بن بجاد ہیں۔ ان کی والدہ رقیقہ بنت خویلد تھیں جو کہ حضرت خدیجہ ام المومنین کی بہن تھیں۔ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حبیب بن کعب ثقفی سے ہوئی۔ اور ان کی وجہ سے پردیسی ہو گئیں ان سے پہلے یہ پیدا ہوئی اور اس سے پہلے ان کی بیٹیوں ام عنیس اور زنیرہ[1] نے مکہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اللہ کے راستے میں خوب تکالیف برداشت کیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تو ابوقحافہ کہنے لگے۔ بیٹا تم سب سے کٹ کر اس ایک شخص کی طرف ہو گئے ہو اور قوم سے جدا ہو گئے ہو ان کمزور لوگوں کو خرید رہے ہو۔ تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ ابا جی میں جو کر رہا ہوں جانتا ہوں۔

(ان کی صاحبزادی زنیرہ ہیں جن کے بارے میں دو قول ہیں کہ وہ زنیرہ رومیہ ہیں یا کوئی اور لیکن ظلم سہتے سہتے بینائی دونوں کی ہی ختم ہو گئی تھی اس میں قدر مشترک ہے)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب انہیں خریدا تو اس وقت یہ اپنے آقا کے لئے آٹا پیس رہی تھیں اور حضرت ابوبکر نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا تو فرمایا یہ آٹا واپس کر دو۔ فرمایا پیس کر دیدونگی۔ ایک دفعہ ان کی بیٹی زنیرہ کی بینائی زائل ہو گئی تو مشرکین نے کہا یہ لات وعزیٰ بتوں کی بد دعا ہے۔ آپؓ نے فرمایا "نہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے" پھر قدرتی طور پر ان کی بیٹی کی بینائی لوٹ آئی تو قریش نے کہا یہ محمدؐ نے جادو کیا ہے۔

(طبقات ۲۹۷/۸)

حضرت بریرہؓ:

ہمیں محمد بن عبداللہ اسدی نے عبدالواحد بن ایمن نے اپنے والد کی سند سے بیان کیا کہ میں ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور عرض کیا ام المومنین! میں عتبہ بن ابی لھب کا غلام تھا۔ اس کے بچوں نے مجھے فروخت کر دیا اور ولاء کی شرط اپنے لئے رکھ لی۔ اب بتایئے میں کس کا مولی ہوں؟ آپؓ نے فرمایا بیٹا میرے پاس ایک دن بریرہ آئی تو اس

---

[1] زنیرہ رومیہ مشہور خاتون ہیں دیکھئے اسد الغابہ ۱۲۳/۷ البتہ یہاں آپ پڑھیں گے کہ مصنف نے ابن سعد کے حوالے سے ان کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ زنیرہ نہیں ہیں طبقات ۲۹۷/۸

نے اپنے آقاؤں سے مکاتبت کر رکھی تھی، مجھے کہنے لگی آپ مجھے خرید لیجئے میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا میرا آقا اس صورت میں فروخت کرنے پر آمادہ ہے کہ ولاء ان کے لئے ہوگی۔ فرمایا تب تو میں نہ خریدوں گی جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا بریرہ کا کیا ہوا؟ میں نے آپ کو ساری بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا تم اسے خریدو اور آزاد کردو وہ لوگ جو شرطیں لگاتے ہیں لگا لینے دو۔ پھر فرمایا ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی چاہے سو مرتبہ کوئی شرط لگا لے۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ میں بریرہ کو خرید کر آزاد کرنا چاہتی ہوں لیکن وہ لوگ ولاء کی شرط لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ولاء اسی کا حق ہے جو ثمن ادا کرتا ہے۔

ہمیں محمد بن حمید نے معمر، زہری، عروہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بریرہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرنے کا واقعہ پیش آیا تو نبی کریم ﷺ نے خطاب فرمایا کیونکہ اس کے آقاء بضد تھے کہ ولاء ان کو ملے۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا کہ عقد کرنے میں ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جن کا کتاب اللہ میں کوئی وجود نہیں۔ بس آج کے بعد جس نے ایسی شرط عائد کی جو کتاب اللہ میں نہیں تو اس کی شرط باطل قرار دی جائے گی۔ کوئی اگر اپنی طرف سے سو قسم کی شرطیں لگائے لیکن صرف اللہ کی شرائط عمل درآمد کرنے کے لائق ہیں۔

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں بریرہ کا شوہر غلام تھا جس کا نام مغیث تھا۔ بریرہ کے معاملہ میں نبی پاک ﷺ نے چار قضیوں کا فیصلہ کیا۔ (۱) اس کے آقاؤں نے ولاء کی شرط لگائی تو فیصلہ فرمایا کہ ولاء اس کی ہے جو ثمن ادا کرے۔ (۲) انہیں اختیار دیا گیا تو حکم دیا کہ عدت گزار لو۔ (۳) فرماتی ہیں کہ میں نے اس کے شوہر کو دیکھا کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ (۴) حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تو انہوں نے حضرت عائشہ کو ہدیہ کر دیا تو آپؐ نے فرمایا اس پر صدقہ ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

ہمیں عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب نے سلیمان بن بلال، ربیعہ، قاسم بن محمد کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس کا شوہر بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہو تو اس کے پاس رہو یا جدائی اختیار کرلو۔ اور بریرہ کو گوشت بطور صدقہ دیا گیا۔ اس نے جب پکایا تو آپؐ کے سامنے شوربہ بغیر بوٹیوں کے پیش کیا گیا۔ تو فرمایا میں نے تو گوشت بھی دیکھا تھا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ گوشت بریرہ کو بطور صدقہ بھیجا گیا تھا فرمایا وہ بریرہ کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

بریرہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آزادی میں مدد کے لئے آئیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تمہارے آقا چاہیں تو میں تمہیں خرید لیتی ہوں اور ایک دفعہ میں ساری قیمت ادا کردوں گی انہوں نے جاکر بتایا تو کہا گیا ولاء ہماری ہوگی، انہوں نے آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ خرید لو تمہیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ ولاء آزاد کرنے والے کو ملتی ہے۔

ہمیں عبدالوہاب بن عطاء نے اسامہ بن زید، قاسم بن محمد کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں تین خصلتیں تھیں۔ اس نے چاہا کہ میں اس کو خرید کر آزاد کردوں، اس کے موالی کہنے لگے ہم اس کو اس شرط پر فروخت کریں گے کہ ولاء ہماری ہوگی۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ عقد میں ایسی شرطیں عائد کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں نہ سنت رسول میں ہیں۔ خبردار! آج کے بعد ایسی ہر شرط باطل ہوگی جس کا وجود کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہ ہو۔ پس ولاء اسی کو ملے گی جو آزاد کرے گا۔ جب حضرت بریرہ کو آزاد کردیا گیا تو آپؐ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہو تو اسی زوج کے پاس رہو چاہو تو اسے چھوڑ دو۔ ایک اور موقعہ پر انہیں گوشت صدقہ دیا گیا تو اس میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا آپؐ نے فرمایا وہ اس کے لئے صدقہ ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بریرہ کے معاملہ میں چار فیصلے فرمائے۔

(۱) حضرت عائشہ نے اسے آزاد کرنے کے لئے خریدنا چاہا اس کے موالی بضد ہوئے کہ

ولاء ہماری ہی رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا یہ لوگ ولاء کی شرط کیوں لگاتے ہیں؟ ولاء تو آزاد کرنے والے کو ملتی ہے۔ (۲) آپؐ نے انہیں اختیار دیا تو انہوں نے حرہ کی عدت گزاری۔ (۳) پھر ایک دن آپؐ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے تو گوشت دیکھا فرمایا یہ کہاں سے آیا؟ عرض کیا بریرہ کو ایک بکری صدقہ دی گئی تھی۔ اس نے ہمارے لئے گوشت بھیجا ہے فرمایا اس کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر غلام تھا لہٰذا باندی کا شوہر غلام ہو تو آزادی کے وقت اسے خیار ملتا ہے۔

ہمیں عامر نے حماد بن زید، ایوب کی سند سے بیان کیا کہ حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے شوہر کے معاملے میں بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تو فرمایا تم اسی کے پاس رہو۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا یہ آپ کا حکم ہے جس کی اطاعت مجھ پر واجب ہے؟ فرمایا نہیں میں تو سفارش کر رہا ہوں۔ عرض کیا میں اس کے پاس نہیں رہوں گی۔

ہمیں عبداللہ بن نمیر نے سعید، ایوب سختیانی، عکرمہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا اس وقت اس کا شوہر بنو المغیرہ کا کالا کلوٹا غلام تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا بخدا مجھے اب بھی ایسا لگتا ہے کہ میں اس کو مدینہ کی گلیوں میں بریرہ کے پیچھے پھرتا دیکھ رہا ہوں کہ شاید بریرہ رضی اللہ عنہا راضی ہو جائے۔ لیکن وہ

بعض روایات میں بریرہ کے شوہر کے آزاد ہونے کا بھی تذکرہ ہے۔ چنانچہ اسود بن یزید حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب بریرہ کو اختیار دیا گیا تو اس کا شوہر آزاد تھا۔ ابو الیدطیالسی، امام شعبہ، امام حکم، امام ابراہیم بھی آزاد قرار دیتے ہیں۔

ان دو عورتوں کا بیان جنہوں نے آنحضرتؐ سے بے اعتدالی کی تھی:

ہمیں محمد بن عمر نے محمد بن راشد، زہری، عبید بن عبید اللہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس پر حریص رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے وہ عورتیں کونسی تھیں جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا:

"ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما" (تحریم:۴)

چنانچہ حضرت عمرؓ نے حج کا ارادہ فرمایا تو میں بھی ساتھ چل دیا ایک موقعہ پر حضرت عمر قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں بھی مجمع سے الگ ہوگیا آپ فارغ ہوکر تشریف لائے تو میں نے وضو کرایا۔ پھر عرض کیا امیر المومنین وہ ازواج مطہرات میں سے کون دو عورتیں تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا"

حضرت عمرؓ نے فرمایا تم پر بھی تعجب ہے وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔

پھر حضرت عمرؓ نے ایک حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ میں میرا ایک انصاری پڑوسی تھا ہم دونوں باری باری نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے چنانچہ جب میں آپؐ کی خدمت میں ہوا کرتا تو اس دن کی ساری کارگزاری جا کر شام کے وقت اپنے اس انصاری پڑوسی کو سنایا کرتا کہ آج ایسا ایسا اور یہ یہ ہوا۔ نیز اگر حضور اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس کی بھی خبر دیا کرتا۔ اور جب میرا وہ پڑوسی آیا کرتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ابن عباس دراصل ہم لوگ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اپنے ہاں عورتوں کے بارے میں معاملہ یہ ہے کہ ہم عورتوں پر غالب رہتے ہیں۔ اور جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو معاملہ برعکس پایا کہ انصار کی عورتیں اپنے مردوں پر غالب رہتی ہیں پھر انہیں لوگوں کی دیکھا دیکھی ہماری عورتوں نے وہی انصار والا معاملہ شروع کر دیا۔ ایک دن میری اہلیہ سے میری کسی بات پر تکرار ہوگئی تو اس نے بھی مجھ سے سوال وجواب کرنے شروع کر دیئے، اس پر مجھے بڑا سخت غصہ آیا میری بیوی کہنے لگی تم کس لئے غصہ کر رہے ہو؟ کیا میں نے تمہیں ٹوکا ہے اس لئے؟ تو سن لو بخدا نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپؐ کو جواب دینے سے باز نہیں رہتیں، پھر کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی بیوی تو

پورا دن آپؐ سے ناراض رہتی ہے حتیٰ کہ رات کو بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کی یہ باتیں سن کر مجھے دکھ ہوا اور سوچا کہ ایسے کرنے والا تو سراسر خسارے میں رہے گا۔ پھر میں اپنی بیٹی حفصہ کے پاس گیا اور پوچھا اے حفصہ! تم میں سے بعض ایسی بھی ہیں کہ ایک دن تک نبی ﷺ سے ناراض رہتی ہوں؟ عرض کیا گیا ایسا ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا حفصہ تم واقعتاً خسارے میں ہو، کیا تم اللہ و رسول کو ناراض کر کے ہلاکت سے مامون رہ سکتی ہو؟ اے حفصہ تم نبی کریم سے تکرار مت کیا کرو اور نہ ہی ناراض ہوا کرو۔ اور جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔

پھر فرمایا حفصہ کہیں تم اپنی سوکن (یعنی عائشہ) سے زیادہ محبت کے معاملہ دھوکہ مت کھا جانا کہ نبی کریم ﷺ اس سے زیادہ محبت فرماتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرا وہ انصاری ساتھی حسب معمول نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو عشاء کا وقت تھا اس نے بڑے زور سے دروازہ کھٹکایا جس سے مجھے سخت خوف لاحق ہوا جب میں نے دروازہ کھولا تو اس نے کہا آج بڑا عظیم حادثہ رونما ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کیا وہ غسانی بادشاہ نے حملہ تو نہیں کر دیا؟ کہا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے۔ میں نے سوچا حفصہ تو برباد ہو گئی۔ مجھے کافی دنوں سے اسی بات کا اندیشہ تھا۔ میں صبح کے وقت مدینہ مسجد نبوی پہنچ گیا اور نماز فجر نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد نبی کریم ﷺ سب سے الگ تھلگ اپنے بالا خانے میں تشریف لے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو دیکھا وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا اب کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تمہیں نبی کریم سے قیل و قال کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ کیا تمہیں نبی کریم ﷺ نے طلاق دیدی ہے؟ حضرت حفصہ نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا کہوں؟ نبی کریم ﷺ بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے حفصہ کو اسی رونے دھونے میں چھوڑا اور منبر رسول ﷺ کے پاس آیا دیکھا تو یہاں بھی لوگ جمع ہیں اور کچھ رو رہے ہیں مجھے بھی بڑا غم لاحق ہوا میں ان کے ساتھ

بیٹھ گیا۔ اور کچھ دیر بعد بالا خانے کے پاس گیا اور نبی کریم ﷺ کے خادم سے کہا میرے لئے نبی کریم ﷺ سے اجازت لو، غلام نے جا کر نبی کریم ﷺ سے بات کی اور واپس آ کر کہا کہ میں نے تمہارا نام لیا تو آپ نے سکوت فرمایا میں واپس آ کر انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا لیکن بے چینی تھی کہ ختم نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے جا کر دوبارہ غلام سے کہا نبی پاک ﷺ سے میرے لئے اجازت طلب کرو، اس نے میرا تذکرہ کیا تو آپ نے پھر سکوت فرمالیا۔ جب میں واپس ہونے لگا تو غلام نے مجھے آواز دیکر پکارتے ہوئے کہا کہ آپ نے تمہارے لئے اجازت مرحمت فرمادی ہے۔

حضرت عمرؓ اور رسول اکرمؐ کی گفتگو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس گیا تو دیکھا آپ کھجور کی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں جس کی وجہ سے چٹائی کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر صاف دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے قریب جا کر سلام کیا اور باادب کھڑا رہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے؟ آپ نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا طلاق تو نہیں دی۔ میں نے کہا اللہ اکبر! میں نے سوچا اب کوئی ایسا تذکرہ کروں کہ آپ کچھ مانوس ہو جائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرا معاملہ دیکھئے کیسا عجیب ہے ہم لوگ اہل قریش اپنی بیویوں پر غالب رہا کرتے تھے اور جب مدینہ آئے تو یہاں دیکھا کہ عورتیں اپنے مردوں پر بھاری ہیں۔ ایک دن میں نے اپنی اہلیہ پر کسی بات میں غصہ کیا تو وہ مجھے آگے سے جواب دینے لگی مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری میری ناگواری دیکھ کر کہنے لگی ناراضگی کس بات پر دکھا رہے ہو؟ جبکہ نبی کریم ﷺ کی ازواج آپ کو جواب دیتی ہیں اور پورا پورا دن گزر جاتا ہے اور وہ ناراض رہتی ہیں۔ مجھے اسی وقت سے خدشہ ہو چلا تھا کہ پھر تو حفصہ بڑے نقصان میں رہے گیا وہ اللہ کے رسول کو ناراض کر کے ہلاکت سے مامون رہ سکے گی وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے میری باتیں سن کر تبسم فرمایا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے حفصہ سے بھی کہا ہے کہ تم عائشہ کے معاملہ میں رشک مت کیا کرو کہ وہ تمہارے مقابلہ میں

نبی کریم کو زیادہ محبوب ہیں۔ میری یہ بات سن کر آپؐ نے پھر تبسم فرمایا۔ چونکہ اب تک میں کھڑا ہی تھا، جب میں نے مزاج قدرے اچھا دیکھا تو بیٹھ گیا فرماتے ہیں کہ میں نے اس کمرے میں نظریں گھما کر دیکھا تو مجھے کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی جو قابل رشک ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ آپ کی امت پر مالی وسعت فرمائے۔ کیونکہ اہل فارس و روم باوجودیکہ کفار ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بے تحاشا مال و دولت دے رکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پہلے آپؐ ٹیک لگائے بیٹھے تھے میری یہ بات سن کر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے ابن خطاب! کیا تمہیں ابھی تک شک ہے؟ ان لوگوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ انہیں دنیا میں تمام آسائشیں دیدی گئی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار طلب کیجئے۔

رسولؐ کی انتیس دن کے بعد واپسی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو انتیس دن تک الگ کر دیا کیونکہ حفصہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر وہ راز کی بات کہہ ڈالی تھی۔ اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ اب میں ایک ماہ تک تمہارے قریب نہ آؤں گا، کیونکہ آپؐ کو اس بات کا شدید غم لاحق ہوا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو انتیس راتیں گزرنے کے بعد آپؐ نے حضرت عائشہ سے ابتدا کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی تو انتیس راتیں گزری ہیں میں ایک ایک رات کر کے شمار کر رہی ہوں، آپ نے تو ایک مہینہ کا قصد فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ وہ مہینہ واقعتاً انتیس دن ہی کا تھا۔

ازواج مطہرات کو اختیار دینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمائی تو نبی ﷺ نے مجھ سے ابتداء کرتے ہوئے فرمایا عائشہ میں تمہارے سامنے ایک قضیہ رکھتا ہوں تم کوئی جلدی نہ کرنا پہلے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم تھا کہ میرے والدین کبھی بھی آپؐ سے جدائی کا مشورہ نہ دیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

"اے نبی اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو، تو آؤ میں تم کو کچھ متاع دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ و رسول اور عالم آخرت کو چاہتی ہو تو تم میں سے نیک کرداروالیوں کے لئے اللہ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے"

(احزاب: ۲۸، ۲۹)

میں نے عرض کیا اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کرونگی ہرگز نہیں بلکہ میں تو اللہ و رسول کو اختیار کرونگی۔ پھر آپؐ نے دوسری ازواج کو بھی اختیار دیا تو انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مثل جواب دیا۔

ہمیں محمد بن عمر نے معمر، زہری، ھند بنت الحارث کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے جدائی اختیار کر کے بالا خانے میں چلے گئے تو میں بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ لوگ میرے پاس آ کر پوچھتے کیا تمھیں نبی کریم ﷺ نے طلاق دیدی ہے؟ میں کہتی مجھے معلوم نہیں۔ حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپؐ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے اہلخانہ کو طلاق دیدی ہے؟ آپؐ نے فرمایا طلاق نہیں دی۔ اس پر انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی آواز ہم نے اپنے گھروں میں سنی تو ہمیں علم ہو گیا کہ حضرت عمر کے سوال پر آپؐ نے جواب دیا جس پر انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ہمیں محمد بن عمر نے خلف بن خلیفہ، ابوھاشم رومانی کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ "وصالح المومنین" کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

نبی کریمؐ کے غصہ کا ایک دوسرا سبب:

ہمیں محمد بن عمر نے موسیٰ بن یعقوب کی سند سے بیان کیا کہ حضرت وبن مطعم فرماتے

ہیں کہ حضرت حفصہ ایک دن کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں اور آپؐ گھر موجود تھے۔ آپؐ نے اپنی باندی کو وہیں بلوایا تو وہ حضرت حفصہ کے گھر آ گئیں۔ جب حضرت حفصہ گھر لوٹیں تو دیکھا کہ وہ باندی بھی موجود ہے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے بستر پر آپ نے اس کو کیوں بلایا؟ آپؐ نے فرمایا حفصہ جھگڑو مت میں حلف لیتا ہوں کہ تمہاری دلجوئی کے لئے آج کے بعد کبھی بھی اس کے قریب نہ جاؤں گا۔ البتہ تم کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔

پھر ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ راز کی بات بتا دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ"

ترجمہ: "اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اسے کیوں حرام فرماتے ہیں پس جس کو حرام قرار دیا تھا وہ حلال ٹھہری"

فرمایا:

"قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ"

"اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے"

(تحریم:۲)

نبی کریم ﷺ نے حانث ہونے پر قسم کا کفارہ ادا کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا"

ترجمہ: "اور جبکہ پیغمبر نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی"

(تحریم:۳)

یعنی حفصہ کو "فلما نبات بہ" یعنی جب حضرت حفصہ نے عائشہ کو بتا دیا تھا:

"وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ"

ترجمہ: "اور پیغمبر کو اللہ نے اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے تھوڑی سی بات تو جتلا دی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے یعنی جب آپؐ نے حضرت حفصہ کو بتایا کہ تمہاری راز افشانی مجھے

معلوم ہوچکی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا:

"مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا"

"تو وہ کہنے لگی آپ کو اس کی خبر کس نے کردی فرمایا مجھ بڑے جاننے والے اور بڑے خبر رکھنے والے نے خبر کردی"

اے دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہورہے ہیں یعنی اس میں خطاب حضرت حفصہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کو تھا۔ "وان تظھرا علیہ" اگر چڑھائی کروگی تم یعنی عائشہ اور حفصہ "فان اللہ ھو مولاہ" تو پیغمبر کا رفیق اللہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں ایک مہینہ تک تمہارے پاس نہ آؤنگا۔

ہمیں محمد بن عمر نے مخرمہ بن بکیر کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے پاس ملاقات کے لئے گئی ہوئی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور ان سے مجامعت کی۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے پاس سے واپس ہوئیں تو ماریہ کو اپنے گھر دیکھ کر انہیں بڑی غیرت آئی۔ آپ نے باندی کو بھیج دیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا تو انہوں نے حاضر ہوکر کہا میں نے دیکھا ہے وہ باندی آپ کے پاس تھی بخدا آپ نے میرے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔

آپ نے فرمایا حفصہ میں تمہیں خوش کئے دیتا ہوں اور تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں اس کو پوشیدہ رکھنا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں آج کے بعد مجھ پر یہ باندی حرام ہے۔ اور مقصود تھا کہ حفصہ خوش ہوجائے۔

انہی دو عورتوں نے آپ سے بے اعتدالی کی تھی (حضرت حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ پر اس باندی کے متعلق بہت غیرت کرتی تھیں) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جا کر کہا عائشہ! بشارت ہو وہ باندی آپ نے اپنے اوپر حرام قرار دے

دی ہے۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا یہ راز کھول دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ...... الی قولہ تعالیٰ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا"

ترجمہ: "اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا؟ آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا مالک ہے اور وہی سب جاننے والا حکمت والا ہے۔

اور جب نبی نے کوئی بات اپنی کسی بیوی کو چھپا کر کہی اور پھر جب اس بیوی نے وہ بات بیان کر دی اور اللہ نے نبی پر یہ بات ظاہر کر دی تو وہ بولی آپ کو کس نے بتایا؟ نبی نے کہا کہ مجھے اس خبر والے واقف نے خبر دی ہے۔

"اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو تمہارے دل تو جھک ہی چکے ہیں اور اگر تم دونوں نبی پر چڑھائی کرو گی تو اللہ تعالیٰ اس کا رفیق ہے اور جبریل اور نیک مومنین اور فرشتے اس کے پیچھے مددگار ہیں" (التحریم ۱-۴)

(کتاب کا ترجمہ مکمل ہوا۔ یہ کتاب امام محب الدین طبری شافعیؒ کی تصنیف ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس کا افادہ عام کرے۔ والحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ۱۰۰ سو قصے

مؤلف۔ شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم
۲۰ - نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے

۱۰۰ سو قصے

تالیف: شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم

۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے

۱۰۰ سو قصے

مؤلف

مولانا خرم یوسف صاحب

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

بیت العلوم

۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور [illegible]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ۱۰۰ سو قصے

مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]